حامداً لک
یارب العالمین

ومصلیاً علیک
یا رحمۃ للعالمین



الدر المکنون
فی
علمِ النبی ماکان ومایکون

تالیف
مفتی محمد اِحسان اللہ نقشبندی
صدر شعبہ دارالافتاء
جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ

بزم احباء مدینہ
جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

الدر المکنون

فی علم النبی ما کان وما یکون

تالیف

مفتی محمد احسان اللہ نقشبندی

صدر شعبہ دار الافتاء جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ

ناشر

بزم احباء مدینہ

اَلصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہ

الدر المکنون

فی علم النبی ما کان وما یکون

تالیف

مفتی محمد احسان اللہ نقشبندی

صدر شعبہ دار الافتاء جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ

ناشر

بزم احباء مدینہ

نام کتاب	:	**الدر المکنون**
تالیف	:	مفتی محمد احسان اللہ نقشبندی
اشاعتِ اول	:	اپریل 2016
ناشر	:	بزمِ احباء مدینہ
صفحات	:	176
ہدیہ	:	200

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وجہ تالیف

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم نور مجسم شفیع معظم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو وہ تمام کمالات علی وجہ الاتم عطا فرمائے جو دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کو فرداً فرداً عطا کئے اور آپ ﷺ کو تمامی اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا۔ بندہ ناچیز راقم الحروف سے ۱۸ مئی ۲۰۱۵ء کو آپ ﷺ کے علم مبارک سے متعلق ایک استفتاء کیا گیا جس کا اسی وقت جواب لکھا گیا اور اس میں اہل حق اہل سنت و جماعت کا آپ ﷺ کے علم مبارک کے متعلق عقیدہ اختصار کے ساتھ مدلل انداز میں تحریر کیا گیا، اس بات کے تقریباً تین ماہ بعد معترضین کی طرف سے اس پر اعتراضات موصول ہوئے۔ راقم الحروف نے احقاق حق اور ابطال باطل کی خاطر قلم اٹھایا اور تدریسی مصروفیات سے کچھ وقت نکال کر ان اعتراضات کے جوابات لکھنے شروع کئے جس سے ایک رسالہ تیار ہو گیا جس کا نام ''الدر المکنون فی علم النبی ما کان وما یکون'' رکھا گیا اور تقریباً دو ماہ بعد یہ رسالہ معترضین کو بھیج دیا گیا کیونکہ معترضین کی طرف سے ان کے کئے گئے اعتراضات کا جواب دینے کا مطالبہ تھا پس ان سے بھی مذکورہ رسالہ کے جواب کا مطالبہ کیا گیا مگر آج مورخہ ۲۴ اپریل ۲۰۱۶ء کو تقریباً چھ ماہ ہو چکے ہیں کہ معترضین کی طرف سے اس بارے میں خاموشی ہے۔ پس بعض احباب نے اس کی اشاعت پر زور دیا تو ان کے اصرار کی بنا پر بزم احباء مدینہ نے اس رسالہ کی طباعت کا بیڑا اٹھایا اور عزیزم مولانا محمد عثمان حیدر کیلانی متعلم جامعہ مدینۃ العلم نے اسکی کمپوزنگ کی اور اس کی طباعت سے متعلقہ تمام امور سرانجام دیئے اللہ تعالیٰ تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

مذکورہ رسالہ کے ساتھ شروع میں راقم الحروف کا وہ فتویٰ بھی سمیت سوال کے موجود ہے جس پر معترضین کے اعتراضات ہیں، اور اس کے آخر میں معترض کی اعتراضات پر مشتمل تحریر بھی ہو بہو سکین کر کے منسلک کر دی گئی ہے تا کہ قارئین کو حقیقت حال سے پوری طرح

آگاہی حاصل ہو سکے، تاکہ وہ علی وجہ البصیرۃ حق اور باطل کے درمیان امتیاز کر سکیں پس اگر معترضین میں سے کسی نے کبھی بھی کوئی حرکت مذبوحی کرتے ہوئے کسی قسم کی کوئی بھی جوابی تحریر شائع کی تو انشاء اللہ اس کا بھی جواب دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہماری اس کاوش کو اپنی اور اپنے محبوب اکرم ﷺ کی بارگاہ میں شرف قبولیت عطا فرما کر ہمارے لئے ذریعہ نجات، اور اہل حق کیلئے انکے ایمان و اعتقاد کی حفاظت اور منکرین کیلئے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔اور ہمیں دنیا اور آخرت میں اپنے سائیوں کی سنگت نصیب فرمائے۔آمین

یکے از غلامان تاجدار گیلانی

محمد احسان اللہ نقشبندی گیلانی.

خادم الحدیث والفنون والافتاء

جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ

۲۴ اپریل ۲۰۱۶ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس بارے میں کہ ستر قاریوں کے بارے میں کچھ علماءدین یہ کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کو علم تھا کہ کافروں نے ان کو شہید کردینا ہے اور کچھ علما بیان کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ کو علم نہ تھا اگر علم ہوتا تو آپ ﷺ ان کو نہ بھیجتے۔ ان دونوں میں سے کون سی رائے صحیح ہے؟ جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔

السائل: ثناءاللہ انصاری، ۲۰۱۵۔۵۔۱۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب بعون الذی نزل الکتاب

حضور پرنور جناب سیدنا ومولانا محمد مصطفیٰ ﷺ کے علم مبارک کے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ کا عقیدہ وہی ہے جس کی وضاحت امام اہل السنۃ والجماعۃ الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن وسنت اور اقوال سلف صالحین کی روشنی میں یوں فرمائی ہے۔

"بے شک حضرت عزت عزّت عظمتہ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کو تمامی اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا شرق تا غرب، عرش تا فرش سب انہیں دکھایا، ملکوت السمٰوٰت والارض کا شاہد بنایا، روز اول سے روز آخر تک سب ما کان وما یکون انہیں بتایا، اشیاء مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے علم سے باہر نہ رہا، علم عظیم حبیب کریم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم ان سب کو محیط ہوا، نہ صرف اجمالا بلکہ صغیر وکبیر، ہر رطب ویابس، جو پتا گرتا ہے، زمین کی اندھیریوں میں جو دانہ کہیں پڑا ہے سب کو جدا جدا تفصیلا جان لیا۔ للہ الحمد کثیرا۔

بلکہ یہ جو کچھ بیان ہوا ہرگز ہرگز محمد رسول اللہ ﷺ کا پورا علم نہیں بلکہ علم حضور ﷺ سے ایک چھوٹا حصہ ہے۔ ہنوز احاطہ علم محمدی میں وہ ہزار در ہزار بے حد وکنار سمندر لہرا رہے ہیں جنکی حقیقت کو وہ خود جانیں یا ان کا عطا کرنے والا ان کا مالک ومولیٰ جل وعلا الحمد للہ العلی الاعلیٰ۔

کتب حدیث وتصانیف علمائے قدیم وحدیث میں اس کے دلائل کا بسط شافی اور بیان وافی ہے اور اگر کچھ نہ ہوتو بحمد اللہ قرآن عظیم خود شاھد عدل وحکم فصل ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

''و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شیء وھدی و رحمة وبشری للمسلمین''(سورۃ النحل،آیت نمبر۸۹)

''اور ہم نے تم پر قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو''

اورفرماتا ہے'' ماکان حدیثا یفتری لکن تصدیق الذی بین یدیه و تفصیل کل شیء ''(سورۃ یوسف ، آیت نمبر ۱۱۱)'' یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں لیکن اپنے سے اگلے کاموں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کا مفصل بیان اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت''

مزیدفرماتا ہے''ما فرطنافی الکتاب من شیء ''(سورۃ انعام،آیت نمبر ۳۸) ''ہم نے اس کتاب میں کچھ نہ اٹھا رکھا''

اقول و باللہ التوفیق جب فرقان مجید میں ہر شیء کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا ؟روشن،اور روشن بھی کس درجہ کا ؟مفصل ۔اور اہل سنت کے مذہب میں شیء ہر موجود کو کہتے ہیں تو عرش تا فرش تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطے میں داخل ہوئے اور منجملہ موجودات کتابت لوح محفوظ بھی ہے،تا بالضرورت یہ بیانات محیط،اس کے مکتوب کو بھی بالتفصیل شامل ہوئے ،اب یہ بھی قرآن عظیم سے ہی پوچھ دیکھیئے کہ لوح محفوظ میں کیا کیا لکھا ہے؟

''قال اللہ تعالیٰ''کل صغیر و کبیر مستطر''(سورۃ قمر،آیت نمبر ۵۳)''

''ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے''

قال اللہ تعالیٰ'' و کل شیء احصینه فی امام مبین''(سورۃ یٰس ،آیت نمبر۱۲)

''اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانے والی کتاب میں''

وقال اللہ تعالیٰ ''ولا حبۃ فی ظلمٰت الارض ولا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین'' (سورۃ انعام، آیت نمبر ۵۹) ''اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں نہ لکھا ہو''

اور اصول میں مبرہن ہو چکا کہ نکرہ حیز نفی میں مفید عموم ہے اور لفظ ''کل'' تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر مستعمل ہی نہیں ہوتا اور عام افادہ استغراق میں قطعی ہے اور نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گی بے دلیل شرعی تخصیص وتاویل کی اجازت نہیں ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے گی۔ نہ احادیث احاد اگر چہ کیسے ہی اعلیٰ درجہ کی ہوں عموم قرآن کی تخصیص کر سکیں بلکہ اسکے حضور مضمحل ہو جائیں گی بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے اور اخبار کا نسخ ناممکن اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی نہ اس کے اعتماد پر کسی ظنی سے تخصیص ہو سکے تو بحمد اللہ تعالیٰ کیسے نص صحیح قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور ﷺ صاحب قرآن کو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات جملہ ما کان وما یکون الی یوم القیامۃ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا اور شرق وغرب وسماء وارض وعرش وفرش میں کوئی ذرہ حضور ﷺ کے علم سے باہر نہ رہا، وللہ الحجۃ الساطعہ۔

اور جبکہ یہ علم قرآن عظیم کے ''تبیانا لکل شیء'' (ہر چیز کا روشن بیان) ہونے نے دیا ہے اور پر ظاہر کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے نہ ہر آیت یا سورت کا۔ تو نزول جمیع قرآن سے پہلے اگر بعض انبیاء کرام علیہم السلام کی نسبت ارشاد ہوا ''لم نقصص علیک'' یا منافقین کے باب میں فرمایا جائے ''لا تعلمہم'' ہرگز ان آیات کا منافی اور علم مصطفیٰ ﷺ کا نافی نہیں ہے۔ الحمد للہ جس قدر قصص وروایات واخبار وحکایات (جن میں سوال میں مذکور ستر قاریوں والی روایت بھی ہے) علم عظیم محمد رسول اللہ ﷺ کے گھٹانے کو آیات قطعیہ کے مقابلہ میں پیش کی جاتی ہیں ان سب کا جواب انہیں دو فقروں میں ہو گیا ہے (کہ وہ) دو حال سے خالی نہیں یا ان قصص سے تاریخ معلوم ہو گی یا نہیں اگر نہیں تو ان سے استدلال درست نہیں

کہ جب تاریخ مجہول تو ان کا تمامی نزول قرآن سے پہلے ہونا صاف معلوم ومعقول اور اگر ہاں تو دو حال سے خالی نہیں یا وہ تاریخ تمامی نزول سے پہلے ہوگی یا بعد کی، پہلی صورت میں استدلال کرنا درست نہیں۔ بر تقدیر ثانی اگر مدعائے مخالف میں نص صریح نہ ہو تو استناد محض خرط القتاد۔ مخالفین جو پیش کرتے ہیں سب انھیں اقسام کی ہیں (سوال میں مذکور ستر قاریوں والی روایت بھی اسی قبیل سے ہے) (مخالفین) ان آیات (مذکورہ) کے خلاف پر اصلا ایک دلیل صحیح وصریح قطعی الافادہ نہیں دکھا سکتے اور اگر بالفرض الغلط تسلیم کر ہی لیں تو ایک یہی جواب جامع، نافع وناقی وقامع سب کے لئے شافی وکافی ہے کہ عموم آیات قطعیہ قرآنیہ کی مخالفت میں اخبار احاد سے استناد محض غلط ہے" (فتاویٰ رضویہ، ج ۲۹، ص، ۴۸۶ تا ۴۸۹)

دوسرے مقام پر امام اہل السنۃ الشاہ احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہ العزیز ہی فرماتے ہیں:۔

"فقیر نے قرآن عظیم کی آیات قطعیہ سے ثابت کیا کہ قرآن عظیم نے تیئس (۲۳) برس میں بتدریج نزول اجلال فرما کر اپنے حبیب ﷺ کو جمیع ما کان وما یکون یعنی روز اول سے روز آخر تک کی ہر شیء، ہر بات کا علم عطا فرمایا، اور اصول میں مبرھن ہو چکا کہ آیات قطعیہ کے خلاف کوئی حدیث احاد مسلم نہیں ہو سکتی اگر چہ سنداً صحیح ہو۔ تو مخالف قرآن عظیم کے خلاف پر جو دلیل پیش کرے تو اس پر چار باتوں کا لحاظ لازم ہے۔

اول: وہ آیت قطعی الدلالۃ یا ایسی ہی حدیث متواتر ہو۔ (سوال میں مذکور ستر قاریوں والی روایت کا آیت قرآنی کا نہ ہونا تو محتاج بیان ہی نہیں اور یوں ہی اس کا حدیث متواتر ہونا تو کجا حدیث مشہور بھی نہیں بلکہ اخبار احاد سے ہے جسے مذکورہ آیات قرآنیہ کے مقابلہ میں پیش کرنا ہرگز درست نہیں ہے)

دوم: واقعہ تمامی نزول قرآن سے بعد کا ہو۔ (اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ستر قاریوں کی شہادت کا واقعہ ہرگز تمامی نزول قرآن سے بعد کا نہیں ہے)

سوم: اس دلیل سے راساً عدم حصول علم ثابت ہو کہ مخالف مستدل ہے اور محل ذھول

میں اس پر جزم محال اور وہ منافی حصول علم نہیں بلکہ اسکا مثبت و مقتضی ہے۔

چہارم: صراحۃ نفی علم کرے ورنہ بہت علوم کا اظہار مصلحت نہیں ہوتا۔ (پس مذکورہ ستر قاریوں کی شہادت والی روایت قطعا سرکار دو عالم ﷺ کے علم کی نفی پر دلالت نہیں کرتی اور نہ ہی اس روایت کے کسی طریق میں یہ بات موجود ہے کہ آپ ﷺ کو اس بات کا پہلے بالکل علم نہیں تھا۔ ہوسکتا ہے علم ہو اور مشیت الٰہی یوں ہی ہو اس لئے مصلحتا اظہار نہ فرمایا ہو اور مسلم شریف میں اسی روایت کے اندر ہے کہ انکی شہادت کے بعد خود سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خبر دی کہ تمہارے بھائی اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید کردیئے گئے ہیں اور انہوں نے دعا کی ہے کہ اے اللہ ہماری خبر ہمارے نبی کو پہنچا دے بیشک ہم نے تجھ سے ملاقات کر لی ہے پس ہم تجھ سے راضی ہو گئے اور تو ہم سے راضی ہو گیا۔ یہ حدیث مسلم شریف کے علاوہ مسند امام احمد اور طبقات ابن سعد میں بھی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان کی شہادت کا علم عطا فرمادیا اور اگر اسے ان کی شہادت کے بعد پر بھی محمول کریں تو اس میں آپ ﷺ کے علم سے متعلق اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدے ما کان وما یکون پر کچھ اعتراض لازم نہیں آتا کیونکہ یہ واقعہ قطعا نزول قرآن کی تمامیت سے پہلے کا ہے) اور واللہ اعلم یا خدا ہی جانے یا اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا ایسی جگہ قطع طمع جواب کیلئے بھی ہوتا ہے اور نفی حقیقت ذاتیہ، نفی عطائیہ کو مستلزم نہیں ہے اللہ عزوجل روز قیامت رسولوں کو جمع فرمائے گا اور فرمائے گا "ماذا اجبتم" تم جو کفار کے پاس ہدایت لے کے گئے تو انہوں نے کیا جواب دیا عرض کریں گے "لاعلم لنا" ہمیں کچھ علم نہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد ۲۹، ص، ۵۱۳)

اور سائل کا یہ کہنا کہ اگر حضور ﷺ کو انکی شہادت کا علم ہوتا تو انہیں نہ بھیجتے یہ محض جاہلانہ دلیل ہے کیونکہ جو فیصلہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر مبرم میں ہو چکا ہو کیا اس سے فرار ممکن ہے اگرچہ پہلے علم ہو بھی جائے کہ ایسا ہونا ہے کیا ہر شخص کو اس بات کا علم نہیں کہ اس نے اپنے مقررہ وقت پہ مر جانا ہے تو کیا کوئی اس سے بھاگ سکتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ مذکور فی السوال

ستر قاریوں والی روایت میں ہرگز یہ مذکور نہیں کہ آپ ﷺ کو اس بات کا پہلے علم نہیں تھا لہذا جائز ہے کہ آپ ﷺ کو پہلے علم ہو لیکن اللہ تعالیٰ کی تقدیر مبرم میں یہی ہو کہ انکی یوں ہی شہادت ہونی ہے اس لئے آپ ﷺ نے مصلحتا اس کا اظہار نہ فرمایا ہو بلکہ بعض روایتوں میں اس بات کی صراحت بھی ہے کہ آپ ﷺ نے اس بات کا اظہار فرمایا کہ مجھے ان پر فلاں فلاں قبیلے کے حملہ کرنے کا خطرہ ہے جیسا کہ بخاری شریف کے شارحین نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے۔ اور اگر بالفرض اس وقت آپ کو ان کی شہادت کا علم عطا نہیں فرمایا گیا تھا، تو یہ بات بھی آپ کے ما کان وما یکون کا عالم ہونے کے منافی نہیں ہے کیونکہ آپ ﷺ کے علم کے متعلق یہ عقیدہ تمامی نزول قرآن سے بعد کے متعلق ہے اس سے پہلے کسی واقعہ کے متعلق آپ ﷺ کو علم نہ دیا جانا آپ ﷺ کے عالم ما کان وما یکون ہونے کے منافی نہیں مگر بد بخت ہیں وہ لوگ جو آپ ﷺ کے علم شریف پر اعتراض کرتے ہیں کیا پورے قرآن وسنت کے ذخیرہ میں کوئی ایک آیت یا حدیث ایسی ہے کہ کسی صحابی رسول ﷺ نے سرکار دوعالم ﷺ کے متعلق کہا ہو کہ آپ ﷺ کو فلاں چیز کا علم نہیں تھا، فلاں چیز کا علم نہیں تھا۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے علم پر طعن کرنا منافقین کا طریقہ تھا جیسا کہ کتب تفسیر وحدیث میں ان کے متعلق ایسی روایتیں موجود ہیں۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب

کتبہ

الفقیر الی اللہ الغنی الموعو محمد احسان اللہ نقشبندی غفرلہ

۱۸ مئی ۲۰۱۵

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین و الصلوۃ والسلام علی سید المرسلین ،خاتم النبیین در الله المکنون سر الله المخزون عالم ما کان و مایکون ،سید نا محمد ﷺ الذی اعطاہ الله علوم الاولین والاخرین وعلی آلہ الطیبین و اصحابہ اجمعین .

حضور پرنور جناب سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے علم مبارک کے متعلق اہل حق اہل السنۃ والجماعۃ کے عقیدہ حقہ کی وضاحت کرتے ہوئے ہم نے امام اہلسنت رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے تحریر کیا تھا۔

''بیشک حضرت عزت عزّت عظمتہ نے اپنے حبیب اکرم ﷺ کوتمامی اولین وآخرین کا علم عطا فرمایا، شرق تا غرب، عرش تا فرش، سب انہیں دکھایا، ملکوت السمٰوات والارض کا شاہد بنایا، روز اول سے روز آخر تک سب ما کان و ما یکون انہیں بتایا، اشیاء مذکورہ سے کوئی ذرہ حضور ﷺ کے علم سے باہر نہ رہا'' الخ ص ا۔

اور مزید یہ بھی لکھا تھا کہ ''ہمارے حضور ﷺ صاحب قرآن کو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات، جملہ ما کان و ما یکون الی یوم القیامۃ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا، اور شرق وغرب، سماء وارض وعرش وفرش میں کوئی ذرہ حضور ﷺ کے علم سے باہر نہ رہا۔'' الخ صفحہ ۲

مذکورہ عبارت سے صاف ظاہر ہے، کہ آپ ﷺ کا تمام علم اللہ کی عطا سے ہے ایک ذرے کا علم بھی علم ذاتی نہیں۔ اور اس عقیدہ حقہ کے اثبات پر قرآن مقدس کی نصوص سے استدلال کرتے ہوئے لکھا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''و نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی و ھدی و

رحمۃو بشری للمسلمین (سورۃ النخل آیت ۸۹)
اور ہم نے تم پرقرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے، اور ہدایت اور رحمت اور بشارت مسلمانوں کو۔
اور فرماتا ہے
''ما کان حدیثا یفتری و لکن تصدیق الذی بین یدیہ و تفصیل کل شئی'' (سورۃ یوسف، آیت ۱۱۱)
''یہ کوئی بناوٹ کی بات نہیں، لیکن اپنے سے اگلے کاموں کی تصدیق ہے اور ہر چیز کا مفصل بیان ہے''۔
مزید فرماتا ہے''ما فرطنا فی الکتاب من شئی (سورۃ الانعام ۳۸) ''اور ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا'' صفحہ ا
اقول و باللہ التوفیق جب فرقان مجید میں ہر شئی کا بیان ہے اور بیان بھی کیسا! روشن، اور روشن بھی کس درجہ کا؟ مفصل' اور اہل سنت کے مذہب میں شئی ہر موجود کو کہتے ہیں تو عرش تا فرش تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطے میں داخل ہوئے اور من جملہ موجودات کتابت لوح محفوظ بھی ہے، تا بالضرورت یہ بیانات محیط اس کے مکتوب کو بھی بالتفصل شامل ہوئے اب یہ بھی قرآن عظیم ہی سے پوچھ دیکھئے کہ لوح محفوظ میں کیا لکھا ہے۔ قال اللہ تعالی: و کل صغیر و کبیر مستطر (سورۃ القمر ۵۳) ''ہر چھوٹی بڑی چیز لکھی ہوئی ہے''
وقال اللہ تعالیٰ' و کل شئی احصینہ فی امام مبین: (سورۃ یٰس ۱۲) ''اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہے ایک بتانے والی کتاب میں''
وقال اللہ تعالیٰ'' و لا حبۃ فی ظلمات الارض و لا رطب و لا یابس الا فی کتاب مبین (سورۃ الانعام ۵۹) ''اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی

تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں نہ لکھا ہو (ص ۱)۔
مذکورہ آیات قرانیہ سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اللہ تعالی نے حضور اکرم ﷺ کو تمام موجودات، جملہ ما کان و ما یکون الی یوم القیامہ جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم عطا فرمادیا ہے، اور شرق وغرب سماء وارض، عرش وفرش میں سے کوئی ذرہ آپ ﷺ کے علم سے باہر نہیں رہا۔
مگر منکرین جنہیں حضور ﷺ کے کمالات ایک آنکھ نہیں بھاتے اور ہر وقت آپ ﷺ کے ساتھ بغض کی آگ میں جلتے رہتے ہیں انہیں اس بات پر اعتراض ہے اس لئے معترض نے مذکورہ استدلال پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا
''آپ نے جن عمومات سے استدلال کیا ہے وہ بالکل قرآن کی تعلیمات کے خلاف ہے کیونکہ ان آیات میں ''کل'' استغراق حقیقی کے لئے استعمال نہیں ہو بلکہ وہ ''کل'' برائے استغراق اضافی ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے دین وشریعت میں جن مسائل کی ضرورت تھی انکی تفصیلات مہیا فرمائی ہیں'' صفحہ ا
اگر معترض میں سمجھ نام کی کوئی چیز ہوتی تو یہ اعتراض کبھی نہ کرتا کیونکہ اسطرح کے اعتراضات کا جواب ہم اپنی سابقہ تحریر میں دے چکے تھے پس ہم معترض کی بلادت کے پیش نظر اسے دوبارہ تحریر کرتے ہیں
''اور اصول میں مبرھن ہو چکا ہے کہ نکرہ حیز نفی میں مفید عموم ہے اور لفظ ''کل'' تو ایسا عام ہے کہ کبھی خاص ہو کر استعمال ہی نہیں ہوتا، اور عام افادہ استغراق میں قطعی ہے'' (ص ۲)
سورۃ یوسف اور سورۃ نحل والی آیات مقدسہ میں کلمہ ''کل شئی'' موجود ہے اور سورۃ الانعام کی آیت مبارکہ میں نکرہ ''شی'' تحت نفی ''ما'' واقع ہے اور یہ دونوں مفید عموم اور استغراق ہیں، جسکا واضح مطلب یہ ہے کہ قرآن مقدس میں ہر ایک شئی کا بیان اور علم اور

تفصیل موجود ہے پھر معترض کے اس اعتراض کہ ''ان آیات میں ''کل'' استغراق حقیقی کے لئے استعمال نہیں ہوا بلکہ وہ کل برائے ''استغراق اضافی ہے'' کا جواب بھی ہم نے اپنے اس بیان میں دے دیا تھا کہ

''نصوص ہمیشہ ظاہر پر محمول رہیں گئی بے دلیل شرعی تخصیص و تاویل کی اجازت نہیں ،ورنہ شریعت سے امان اٹھ جائے گی نہ احادیث احاد اگر چہ کیسے ہی اعلی درجہ کی ہوں عموم قرآن کی تخصیص کر سکیں بلکہ اس کے حضور مضمحل ہو جائیں بلکہ تخصیص متراخی نسخ ہے، اور اخبار کا نسخ ناممکن، اور تخصیص عقلی عام کو قطعیت سے نازل نہیں کرتی نہ اس کے اعتماد پر کسی ظنی سے تخصیص ہو سکے'' (ص۳)

جب نکرہ تحت النفی بھی مفید عموم اور 'کل شئی' میں ''کل'' بھی مفید عموم اور عام افادہ استغراق میں قطعی اور استغراق حقیقی دونوں مقام پر ظاہر، تو آخر معترض کے پاس کون سی دلیل شرعی ہے کہ جس سے اس عموم میں تخصیص کرتا ہے۔ اور استغراق حقیقی جو کہ آیات کا ظاہر مفاد ہے اس سے پھیرتا ہے اور استغراق اضافی کے ساتھ اسکی تاویل کرتا ہے، اور عام جب افادہ استغراق میں قطعی ہے تو تخصیص کے لئے دلیل بھی قطعی چاہیئے یعنی قرآن مقدس کی نص ہو یا حدیث متواتر یا مشہور، خبر واحد اگر چہ کتنی ہی اعلی درجہ کی صحیح ہو قرآن مقدس کے عموم قطعی کی تخصیص نہیں کر سکتی، آخر معترض کو یہ بات لکھتے ہو شرم نہ آئی کہ ''آپ نے جن عمومات سے استدلال کیا ہے وہ بالکل قرآن کی تعلیمات کے خلاف ہیں'' اگر یہ قرآنی تعلیمات کے خلاف ہے تو پھر معترض وہ آیت پیش کرے جسمیں لکھا ہو کہ ''تبیانا لکل شئی'' میں ''کل'' استغراق حقیقی کیلئے نہیں بلکہ اس سے مراد استغراق اضافی ہے۔

یا اس پر کوئی حدیث متواتر یا مشہور پیش کرے، ہماری طرف سے معترض اور اس کی پارٹی کو قیامت تک کیلئے مہلت ہے اور ہم نے تو ساتھ وضاحت بھی کر دی تھی کی تخصیص

متراخی نسخ ہے اوران آیات میں اخبار ہے اور اخبار کا نسخ نہیں ہوتا، جب اخبار نسخ کو قبول نہیں کرتیں،تو تخصیص کو کیسے قبول کریں گی۔پھر معترض آگے جا کر خود تو یہ لکھ رہا ہے کہ

''یادرکھنا کہ جوبھی آپ تاویل کریں گے وہ بلا دلیل ہوگی، جو بہت بڑے گناہ کا سبب ہو گی''(ص ۹)

کیا معترض کو بلا دلیل یہاں تاویل کر کے خود بہت بڑا گناہ کرتے ہوئے شرم نہیں آئی؟ آخر وہ کونسی دلیل شرعی (نص قرآنی،خبر متواتر یا مشہور) ہے جسکی بنیاد پر معترض عموم واستغراق حقیقی میں تخصیص کر کے اسے استغراق اضافی قرار دے رہا ہے۔

پھر معترض کا دعوی تو یہ تھا کہ''میں نے خالصتاً کتاب وسنت آپ کے سامنے پیش کی ہے قیل وقال سے میں نے بہت پرہیز کیا ہے یہی دو چیزیں دین ہیں ان میں اگر کسی چیز کا اضافہ کیا جائے گا تو بحکم حدیث وہ مردود ہے''(ص ۱۲)

اوراپنی تحریر کے صفحہ نمبر ۳ پر لکھا تھا۔

''ضد ترک کر دینی چاہیے اس نے مسلمانوں کا بڑا نقصان کیا ہے۔صرف قرآن و حدیث کو حرز جان بنایا جائے تو اللہ پاک خوش ہوں گے،ورنہ تو بھائیو قیامت آنے والی ہے ہر چیز کا حساب دینا ہوگا''صفحہ ۳

اب ہم معترض سے پوچھتے ہیں تمہارا یہ قول''ان آیات میں کل استغراق حقیقی کے لئے استعمال نہیں ہوا، بلکہ وہ کل برائے استغراق اضافی ہے''یہ قرآن کی کونسی آیت کا ترجمہ ہے؟ یہ کونسی حدیث مبارک ہے،یا اس کا ترجمہ ہے؟اوراگر نہیں تو پھر یہ تمہارا قول بحکم حدیث مردود ہے یا نہیں؟

توجب یہ نہ قرآن کی آیت کا ترجمہ ہے،اور نہ ہی حدیث ہے، بلکہ بحکم حدیث مردود ہے،تو پھر آپ ضد کو ترک کر کے قرآن وحدیث کو کیوں حرز جان نہیں بناتے؟

آخر آپ مسلمانوں کا بھی نقصان کر رہے ہیں اور اللہ پاک بھی آپسے ناخوش ہے کیا آپ کو قیامت کے دن حساب وکتاب کا خوف نہیں ہے؟

جب معترض نے خالصتاً قرآن وحدیث پیش کرنے کا دعوی کر رکھا ہے تو مذکورہ بات جو نہ قرآن میں ہے اور نہ ہی حدیث میں، تو اسے پیش کرنا کیا قرآن وحدیث اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر افتراء نہیں ہے؟

کیا معترض اپنی طرف سے بھی کوئی بات کر دے تو وہ قرآن وحدیث ہوتی ہے؟

ع: شرم تم کو مگر نہیں آتی۔۔۔

اور اگر معترض یہ کہے کہ میں نے اپنی طرف سے یہ بات نہیں کہی بلکہ مفسرین کا قول نقل کیا ہے اور لکھا ہے ''جیسا کہ آئمہ تفاسیر کی تصریحات کتب تفاسیر میں موجود ہیں، سارے مفسرین نے لکل شئ کا معنی کیا ہے ''ما یحتاج الیه في الدین'' لکل شئ کا معنی ہے کہ دین میں جن مسائل ومعلومات کی ضرورت تھی انکا بیان کیا گیا (جلالین، جامع البیان، تفسیر ابن کثیر، مدارک، روح، کبیر، کشاف، قرطبی، بحر محیط وغیرہ) ص ا۔

تو ہم معترض سے پوچھتے ہیں کیا مفسرین کا قول معترض کے نزدیک قرآن کی آیت یا حدیث مبارک ہے؟ کیونکہ معترض کا دعوی ہے کہ

''میں نے خالصتاً قرآن وحدیث پیش کیا ہے، اور تیسری چیز ہے ہی مردود''

اور ظاہر ہے کہ مفسرین کا قول نص قرآن وحدیث تو نہیں ہے تو معترض کے نزدیک وہ مردود کے قبیل سے ہوا، تو کیسی مت ماری گئی ہے معترض کی کہ ایک مردود چیز کے ساتھ قرآن مقدس کی آیات کی تاویل وتخصیص کرتا پھرتا ہے، جن کی تخصیص صحیح احادیث احاد سے بھی نہیں ہوسکتی۔ کیا اسی کا نام اہل حدیثی ہے؟ تو پھر معترض تو غیر مقلد ہے، آئمہ مجتہدین کی تقلید تو اس کے نزدیک جائز نہیں۔ آخر مفسرین کی تقلید کا اس کے پاس کیا

جواز ہے؟ غیر مقلد ہو کر مفسرین کرام کی تقلید کرتے ہوئے اسے شرم کیوں نہیں آتی ؟
علاوہ ازیں معترض کا یہ کہنا کہ ''سارے مفسرین نے ''لکل شئی'' کا معنی کیا ہے ''مایحتاج الیہ فی الدین الخ'' بھی بالکل غلط اور مفسرین کرام پر افتراء ہے۔ بہت سارے مفسرین کرام نے ان آیات کو عموم اور استغراق حقیقی پر ہی رکھا ہے اور تبیانا لکل شئی میں کل شئی کے عموم واستغراق میں کسی قسم کی کوئی تاویل و تخصیص نہیں کی۔
اگر معترض کی آنکھوں میں موتیا نہیں اتر آیا تو وہی روح المعانی جسکا معترض حوالہ دے رہا، (معترض نے حوالہ میں روح کا لفظ لکھا ہے، جو روح المعانی اور روح البیان دونوں کو شامل ہے) اسی کے اندر اس آیہ مقدسہ کے تحت لکھا ہے۔
چنانچہ خاتمۃ المحققین مرجع اہل العراق و مفتی بغداد علامہ سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ فرماتے ہیں

''و ذهب بعضهم الى ما يقتضيه ظاهر الاية غير قائل بالتخصيص و لابان 'كل' لتكثير فقال: مامن شئى من امر الدين و الدنيا الا يمكن استخراجه من القرآن و قد بين فيه كل شئى بيانا بليغا و اعتبر فى ذالك مراتب الناس فى الفهم فرب شئى يكون بيانا بليغا لقوم ولا يكون كذالك لآخرين بل قد يكون بيانا لواحد و .لا يكون بيانا لآخر فضلاً عن كون البيان بليغا اوغير بليغ و ليس هذا الا لتفاوت قوى البصائر و نظير ذالك اختلاف مراتب الاحساس لتفاوت قوى الابصار'' (روح المعانی الجز۱۴، ج۸، ص ۲۱۵)
یعنی بعض مفسرین کا مذہب وہی ہے جو ظاہر آیت کا مقتضی ہے، وہ اس آیہ مقدسہ میں تخصیص کے قائل نہیں ہیں اور نہ ہی اس بات کے قائل ہیں کہ 'کل شئی' میں 'کل' تکثیر کیلئے ہے، وہ اس بات کے قائل ہیں کہ دینی اور دنیاوی تمام امور میں سے کوئی امر بھی

ایسا نہیں جسکا کا قرآن کریم سے استخراج ممکن نہ ہو اور قرآن کریم میں ہر ایک شئی کو بیان بلیغ کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے، اور اس معاملہ میں فہم و سمجھ کے اعتبار سے لوگوں کے مراتب کا لحاظ کیا گیا ہے، پس بہت سی چیزیں ایسی ہیں کہ ایک قوم کیلئے ان کا بیان بلیغ ہے، مگر دوسروں کیلئے ایسا نہیں ہے، بلکہ بعض اوقات ایک شخص کیلئے بیان ہے ، اور دوسرے کیلئے اسکا بیان ہی نہیں چہ جائیکہ بیان بلیغ ہو یا غیر بلیغ۔ اور یہ سب کچھ قوی بصائر کے تفاوت ہی کیوجہ سے ہے۔ اور اسکی نظیر قوی ابصار میں فرق کی وجہ سے مراتب احساس کا مختلف ہونا ہے۔"

اسی تفسیر روح المعانی میں ہے

"ویؤید القول بالظاهر ان الشيخ الاكبر قدس سره و غيره قد استخرجوا منه ما لا يحصى من الحوادث الكونية وقد رأيت جدولا حرفيا منسوبا الى الشيخ كتب عليه انه يعرف منه حوادث اهل المحشر و آخر كتب غليه انه يعرف منه حوادث اهل الجنة و آخر كتب عليه انه يعرف منه حوادث اهل النار و كل ذالک على ما يزعمون مستخرج من الكتاب الكريم ومثل هذا الجفر الجامع المنسوب الى امير المؤمنين على كرم الله وجهه الكريم فانهم قالوا انه جامع لما شاء الله تعالى من الحوادث الكونية و هو ايضامستخرج من القرآن العظيم "۔ (المصدر السابق)

یعنی جن مفسرین کرام نے (آیہ مقدسہ میں تبیانا لکل شئی میں 'کل' کو استغراق حقیقی پر محمول کیا ہے اور تاویل و تخصیص کا قول نہیں کیا بلکہ) آیہ مقدسہ کو ظاہر معنی (استغراق حقیقی) پر محمول کیا ہے، انکے اس قول کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے، کہ الشیخ الاکبر قدس سرہ اور انکے علاوہ دیگر علماء و عرفاء نے لاتعداد حوادث کونیہ کا قرآن مجید سے

استخراج کیا ہے۔ (صاحب تفسیر علامہ محمد آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) میں نے الشیخ الاکبر قدس سرہ کی طرف منسوب ایک جدول حرفی دیکھا ہے، جس پر لکھا ہوا تھا کہ اس سے اہل محشر کو پیش آنے والے احوال معلوم ہوں گے اور ایک جدول دیکھا جس پر لکھا ہوا تھا کہ اس سے اہل جنت کے حوادث کا علم ہوتا ہے، اور ایک اور جدول دیکھا جس پر لکھا ہوا تھا کہ اس سے جہنمیوں کے حوادث معلوم ہوتے ہیں اور ان تمام حوادث و احوال کا علم انکے نزدیک قرآن کریم سے ہی متخرج ہے، اور یہی حال (کتاب) الجفر الجامع کا ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے کہ اس کے متعلق عرفاء و آئمہ اہل بیت فرماتے ہیں کہ یہ ان تمام حوادث کونیہ کے بیان کو جامع ہے جو اللہ تعالی چاہے اور یہ الجفر الجامع بھی قرآن کریم ہی سے متخرج ہے۔

(روح المعانی، الجزء ۱۴، جلد ۸، صفحہ ۲۱۶)

اسی روح المعانی میں ہے

"وقد نقل الجلال النسیوطی عن المرسی انه قال: جمع القرآن علوم الاولین و الاخرین بحیث لم یحط بها علما حقیقةالا المتکلم به ثم رسول الله ﷺ خلاما استأثربه سبحانه ثم ورث عنه معظم ذالک سادات الصحابة واعلامهم مثل الخلفاء الاربعة و مثل ابن عبا س وابن مسعود حتی قال الاول :لوضاع لی عقال بعیر لوجدته فی کتاب الله تعالی، ثم ورث عنهم التابعون لهم باحسان ثم تقاصرت الهمم وفترت العزائم و تضاء ل اهل العلم و ضعفوا عن حمل ما حمله الصحابة والتابعون من علومه وسائر فنونه فنوعواعلومه وقامت کل طائفة بفن من فنونه و قیل لا یخلو الزمان من عار ف بجمیع ذالک وهو الوارث المحمدی و یسمی الغوث و قطب الاقطاب و المظهر الاتم و

مظہر الاعظم الی غیر ذالک" (تفسیر روح المعانی: الجز۱۴۔جلد۸،صفحہ۲۱۶)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مرسی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے نقل فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ قرآن تمام اولین وآخرین کے تمام علوم کو اس طرح جامع ہے کہ حقیقۃً اس کے تمام علوم کا علمی احاطہ اس کے متکلم (اللہ تعالی)۔ کے سوا کسی کو نہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ یہ احاطہ کسی کو نہیں ہے ماسوائے اس علم کے جو اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے (اور جو علم اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے، وہ علم ذاتی وعلم مطلق، یعنی محیط حقیقی تفصیلی فعلی فراوانی کہ جمیع معلومات الہیہ کو جن میں غیر متناہی معلومات کے سلاسل وہ بھی غیر متناھیہ وہ بھی غیر متناہی بار داخل، اور خود کنہ ذات الہی و احاطہ تمام صفات الہیہ تمام صفات الہیہ نا متناہی سب کو شامل فرداً فرداً تفصیلا مستغرق ہے) پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس علم کے سادات اور اعلام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وارث ہوئے جیسے خلفاء اربعہ، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم حتی کہ ان دونوں میں سے پہلے (حضرت عبداللہ بن عباس) نے فرمایا کہ اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو میں کتاب اللہ سے تلاش کرلوں گا پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ان علوم میں وارث احسان کے ساتھ انکی اتباع کرنے والے ہوئے پھر لوگوں کی ہمتیں قاصر ہو گئیں عزائم میں کمزوری آگئی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جن تمام علوم وفنون کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالی عنہم اور تابعین رحمہم اللہ تعالی حامل تھے انہیں اٹھانے اور ان کا متحمل ہونے سے بعد والے اہل علم کمزور اور ضعیف ہو گئے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کئے ہوئے علوم کو مختلف انواع میں تقسیم کردیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا فرمودہ علوم وفنون میں سے ایک ایک علم وفن کا ایک ایک طائفہ حامل ہو گیا، کہتے ہیں کہ ہر زمانہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عطا فرمودہ تمام علوم کا کوئی ایک عارف ضرور ہوتا ہے اور وہی وارث محمدی ہے اور اسی کو غوث، قطب الاقطاب، مظہر الاتم، مظہر الاسم الاعظم وغیرہ ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے"۔

پھر اسی تفسیر روح المعانی میں ''تبیانا لکل شئی''میں 'کل' اپنے ظاہر پر محمول ہے اور اسکے عموم واستغراق سے مراد عموم واستغراق حقیقی ہے یہی بعض متاخرین کا مختار ہے۔ان کا اسی بات کو اختیار کرنا، بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں

''واختار بعض المتاخرین ان 'کل شئی' علی ظاهره الا ان المراد بالتبیان ،التبیان علی سبیل الاجمال ،و ما من شئی الا بین فی الکتاب حاله اجمالا و یکفی فی ذالک بیان بعض احواله و المبالغة باعتبار الکمیة لا الکیفیة علی ما علمت سابقا ولو حمل التبیان علی ما یعم الاجمال والتفصیل مع اعتبارمراتب المبین لهم واعتبرالتوزیع جاز ایضا''(تفسیر روح المعانی جز ۱۴،صفحه ۲۱۶،۲۱۷،جلد ۸،مطبوعه امدادیه ملتان)

بعض متاخرین کا مختار یہ ہے''کل شئی''اپنے ظاہر (عموم واستغراق حقیقی) پر محمول ہے مگر تبیان سے مراد تبیان علی طریق الاجمال ہے اور کائنات کی کوئی شئی ایسی نہیں اور کوئی موجود ایسا نہیں جس کا حال اجمالا کتاب اللہ میں بیان نہ کر دیا گیا ہو، اور اس امر میں اسکے بعض احوال کا بیان ہی کافی ہے اور یہاں مبالغہ کمیت کے اعتبار سے ہے کیفیت کے اعتبار سے مبالغہ نہیں ہے، جیسا کہ سابقا معلوم ہو چکا ہے اور اگر تبیان کو عام معنی پر محمول کیا جائے خواہ اجمالا ہو، خواہ تفصیلا اور جن کیلئے یہ تبیان ہے، انکے فہم میں تفاوت مراتب کا ساتھ لحاظ کر لیا جائے اور یوں تقسیم وتوزیع کا لحاظ رکھا جائے تو یہ امر بھی جائز ہے''۔

اب معترض کی آنکھیں کھل گئی ہوں گی!

کہ سارے مفسرین''تبیانا لکل شئی''میں تخصیص کے قائل نہیں ہیں، بلکہ بہت سارے مفسرین کرام اسے ظاہری معنی یعنی استغراق وعموم حقیقی پر محمول فرماتے ہیں، بالخصوص

بعض متاخرین کا یہی مختار ہے اسکی صراحت خود صاحب روح المعانی نے فرمادی ہے اور خود بھی اپنے قول ''ولو حمل التبیان الخ'' سے اسی قول متاخرین کے راجح ومختار ہونے کی طرف اشارہ کررہے ہیں، اور اسکی اپنے انداز میں توجیہہ کر کے اس کو ثابت کر رہے ہیں اگر معترض میں سمجھ نام کی کوئی چیز ہے تو روح المعانی کی عبارت کو غور سے سمجھے۔

اور اگر معترض یہ کہے کہ بعض مفسرین کرام نے تو ''لکل شئ'' کا معنی کیا ہے ''مایحتاج الیہ فی الدین'' دین میں جن مسائل ومعلومات کی ضرورت تھی انکا بیان کیا گیا ہے، لہذا کل برائے استغراق اضافی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دین وشریعت میں جن مسائل کی ضرورت تھی انکی تفصیلات مہیا فرمائی ہیں، لہذا ہم ان مفسرین کا مذہب اختیار کرتے ہیں تو معترض کا یہ کہنا کئی وجوہ سے اسکے منہ پر زوردار طمانچہ ہوگا۔

اولاً: اسلئے کہ ان بعض مفسرین کا قول نہ قرآن مجید کی آیت ہے اور نہ ہی حدیث، اور معترض نے تو لکھا ہے کہ یہی دو چیزیں (قرآن وحدیث) دین ہیں، ان میں اگر کسی چیز کا اضافہ کیا جائیگا تو بحکم حدیث مردود ہوگا، (صفحہ ۱۳) پس! معترض کے نزدیک جو چیز ہے ہی مردود اسے کس منہ سے اپنا مذہب قرار دیتا ہے؟

ثانیاً: معترض کا دعویٰ تو یہ ہے کہ 'سارے مفسرین نے لکل شئ کا معنی ''مایحتاج الیہ فی الدین'' کیا ہے اور سب کے نزدیک یہاں ''کل'' برائے استغراق اضافی ہے تو اب ''سارے مفسرین'' کو چھوڑ کر ''بعض مفسرین'' کو اختیار کرتے ہوئے اسے کچھ شرم نہ آئیگی اور اگر وہ اپنی ہٹ دھرمی اور ضد کی بنا پر اسی بات پر اڑ جائے، کہ سارے مفسرین نے ہی ''کل شئ'' میں تخصیص کی ہے اور استغراق اضافی مراد لیا ہے، تو اسکا واضح رد ہم معترض کی ہی ذکر کردہ تفسیر روح المعانی کے حوالہ سے کر چکے ہیں اور مزید معترض کی ہی ذکر کردہ تفسیر جامع البیان میں امام ابن جریر طبری (متوفی ۳۱۰ھ) اس آیہ مقدسہ کے تحت لکھتے ہیں

قال ابن مسعود: "انزل فی هذا القرآن کل علم و کل شئی قد بین لنا فی القرآن" (جامع البیان المعروف تفسیر طبری جلد ۸،صفحه ۱۹۰.الجزء ۱۴)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس قرآن مجید میں ہر ایک علم اتارا گیا ہے اور ہر ایک شئی ہمارے لئے قرآن میں بیان کر دی گئی ہے"۔

تفسیر ابن کثیر میں حافظ ابن کثیر دمشقی، جسے معترض امام تفسیر مانتا ہے (صفحہ ۸) نے اسی آیۃ مقدسہ کے تحت لکھا ہے

"قال ابن مسعود رضی الله عنه قد بین لنا فی هذا القرآن کل علم و کل شئی و قال مجاهد کل حلال و کل حرام ،و قول ابن مسعود رضی الله عنه اعم و اشمل ،فان القرآن اشتمل علی کل علم نا فع من خبرما سبق و علم ما سیاتی و کل حلال و حرام و ما الناس الیه محتاجون فی امر دنیاهم و دینهم و معاشهم و معادهم "(تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ،صفحه ۶۰۰)

حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے اس قرآن میں ہر ایک علم اور ہر ایک شئی بیان کر دی گئی ہے اور امام مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر حلال اور ہر حرام بیان کر دیا گیا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول اعم اور اشمل ہے کیونکہ قرآن مجید ہر علم نافع پر مشتمل ہے، یعنی جو گزر چکا اسکی خبر اور جو آنے والا ہے اسکے علم پر مشتمل ہے، ہر حلال وحرام کے علم پر مشتمل ہے، اور لوگ اپنے دنیا سے متعلقہ امور، دین سے متعلقہ امور، معاش سے متعلقہ امور اور معاد سے متعلقہ امور میں جس جس چیز کے محتاج ہیں اس سب کے علم پر مشتمل ہے"۔

کیوں جی معترض جی۔۔۔!

کچھ آنکھیں کھلیں؟

تم تو 'کل شئی کو ''مایحتاج الیہ فی الدین'' کے اندر بند کر رہے تھے اور جامع البیان اور تفسیر ابن کثیر کا بھی اس میں حوالہ دیا تھا، ذرا آنکھیں کھول کر دیکھو کہ تفسیر ابن کثیر اور جامع البیان میں کیا لکھا ہوا ہے؟ پھر حافظ ابن کثیر کے یہ الفاظ ''خبر ماسبق وعلم ما سیاتی'' غور سے پڑھیں اور انکا خوب مطالعہ کریں کیا ''علم ما کان وما یکون'' (جو ہو چکا اور جو ہوگا اسکا علم) اور ''خبر ماسبق وعلم مایساتی'' (جو گزر چکا اسکی خبر اور جو آئیگا اسکا علم) دونوں کا مفہوم ومصداق ایک ہی نہیں ہے؟

پھر دونوں مفسر حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا ارشاد نقل کر رہے ہیں اور اس میں 'کل علم،کل شئی' کے الفاظ ہیں جو جمیع ما کان وما یکون کو شامل ہیں اور یہی معنیٰ حافظ ابن کثیر نے لیا ہے اور اسی کو اختیار کیا ہے، حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد میں آخر ''مایحتاج الیہ فی الدین'' کی تخصیص کہاں ہے؟

اب ہم چند ایسے مفسرین کی تفاسیر ذکر کرتے ہیں جن کا معترض نے حوالہ نہیں دیا اور ان مفسرین نے قرآن مجید میں جمیع اشیاء اور ما کان وما یکون کا علم تسلیم کیا ہے۔

ا) تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس میں ہے

ما فرطنا فی الکتاب ما ترکنا من الذی کتبنا فی اللوح المحفوظ من شئی شئیا الا ذکرناہ فی القرآن (تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس سورۃ انعام ،آیۃ ۳۸،صفحہ ۱۴۲)

''ہم نے جو کچھ لوح محفوظ میں لکھا تھا اس میں سے کوئی شئی نہیں چھوڑی مگر یہ کہ ہم نے اس کا قرآن میں ذکر کر دیا ہے''۔

معترض صاحب!
ذرا آنکھیں کھولیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مذکورہ آیت مبارکہ کی تفسیر میں فرمارہے ہیں کہ جو کچھ رب تعالی نے لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے وہ سارے کا سارا قرآن مجید میں بیان کردیا ہے، اور اس سے کوئی شی پیچھے نہیں چھوڑی اور لوح محفوظ میں کیا لکھا ہے۔
ہم قرآن مقدس کے حوالہ سے پہلے بیان کر چکے ہیں، کہ اسمیں جمیع ما کان و ما یکون موجود ہے اور تمام خشک وتر میں سے کوئی شئی ایسی نہیں جو اس میں نہ ہو، مفسرین نے بھی اسے ذکر کیا ہے، اور خود معترض کو بھی یہ بات تسلیم ہے کہ اس نے اپنی تحریر کے صفحہ۲ پر لکھا ہے 'یہی چیزیں (مغیبات خمسہ) ماکان و ما یکون ہیں'۔
اور مزید لکھا ہے ''جن پانچ چیزوں کا اوپر ذکر ہوا ہے ان کو مفاتیح الغیب کہتے ہے۔
اور پھر لکھا ہے 'ان تمام چیزوں کا علم اللہ پاک نے لوح محفوظ میں ضبط کردیا ہے۔'
تو خلاصہ یہی ہوا کہ ما کان و ما یکون کا علم لوح محفوظ میں منضبط ہے
اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مذکورہ آیۃ کی تفسیر میں فرمارہے ہیں کہ جو کچھ لوح محفوظ میں مذکور ہے وہ سب کا سب قرآن مجید میں بیان کردیا گیا ہے۔ تو قرآن مجید جمیع ما کان و ما یکون کے علم کو جامع ہوا یا نہ؟
اور حضور اکرم ﷺ جمیع ما کان و ما یکون کے عالم ہوئے یا نہ؟ یقیناً حضور اکرم ﷺ قرآن مجید کے جمیع علوم کے بھی عالم ہیں اور جمیع ما کان و ما یکون کے بھی عالم ہیں۔
۲) تفسیر عرائس البیان فی حقائق القرآن میں شیخ صدرالدین روزبہان بقلی متوفی ۶۰۶ھ مذکورہ آیۃ کے تحت فرماتے ہیں
قال بعضهم فی قوله تعالی "ما فرطنا فی الکتاب من شئی "ای ما اخرنا فی الکتاب ذکر احد من الخلق و لکن لا یبصر ذکره فی الکتا ب الا

المؤیدون با نوار المعرفة "(تفسیر عرائس البیان جلد ۱، صفحه ۳۵۵)

بعض مفسرین نے رب تعالی کے اس ارشاد ''ہم نے اس کتاب میں کچھ اٹھا نہ رکھا'' کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے اس کتاب میں مخلوق میں سے کسی ایک کا ذکر بھی نہیں چھوڑا، لیکن کتاب اللہ میں مخلوق میں سے ہر ایک کا ذکر صرف انہیں نظر آتا ہے، جو انوار معرفت کے ساتھ مؤید ہیں''

۳) اسی تفسیر میں ہے

''اخبر تعالی به عن اسرار الاولین والآخرین من العرش الی الثریٰ'' (تفسیر عرائس البیان جلد ۱، صفحه ۳۵۵)

اللہ تعالی نے اس قرآن کے ذریعے عرش علی سے لیکر تحت الثریٰ تک تمام مخلوق اولین وآخیرین کے اسرار کی خبر دے دی ہے۔

اگر معترض کو قرآن مقدس میں ما کان و ما یکون کا علم نظر نہیں آتا تو یہ اسکا اپنا قصور ہے یہ تو تب نظر آئے جب انوار معرفت کے ساتھ تائید حاصل ہو، مگر جن کے سینے حضور اکرم ﷺ کے کمالات دیکھ کر جلتے ہوں انہیں یہ چیز کیسے نصیب ہو سکتی ہے؟

۴) اسی تفسیر عرائس البیان میں ہی ''نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی'' کے تحت فرماتے ہیں

هو کتابه المکنون و خطابه المصون یخبر عما کان و ما یکون (تفسیر عرائس البیان جلد ۲، صفحه ۱۳۳۱)

''وہ قرآن رب تعالی کی کتاب مکنون اور اسکا خطاب مصون ہے جو ما کان و ما یکون کی خبر دیتا ہے''

کیوں جی معترض جی۔۔۔!

اب تو ہوش ٹکانے آ گئی ہوگی؟ صاحب عرائس البیان نے تو اسی آیت کے تحت قرآن مجید کو صراحۃ ما کان و ما یکون کا مخبر لکھ دیا ہے۔ اب اسکے بعد تو کسی مزید حوالہ کی ضرورت نہ ہوگی۔

۵) تفسیر عزیزی میں سراج الہند الشاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ 'فیھا کتب قیمۃ'' کے تحت ارشاد فرماتے ہیں

''بلکہ خلاصہ جمیع علوم اولین و آخرین در آں صریحا یا اشارۃ مذکور و لہذا از ابتدائے نزول ایں کلام شریف تا ایں وقت کہ زیادہ بر یک ہزار و دوصد گزشتہ است حذاق علما از فنون مختلفہ در عبارات معنی آں توغل مینمایند و دقائق مخفیہ را بقدر حوصلہ و استعداد خود ازاں استخراج می کنند و نعم ما قیل۔

وکل العلم فی القرآن ولکن تقاصر عنہ افہام الرجال

(تفسیر عزیزی حصہ سوم ۲۶۳، پارہ عم، جلد ۲)

بلکہ قرآن مجید میں تمام علوم اولین و آخرین کا خلاصہ صراحۃ یا اشارۃ مذکور ہے اسی لئے اس کلام شریف کے نزول کی ابتداء سے لیکر اس وقت تک کہ بارہ صدیوں سے زائد عرصہ گزر چکا ہے مختلف فنون کے ماہر علماء اسکے معنی کی عبارت میں منہمک ہیں اور اپنی استعداد و حوصلہ کے مطابق اس کے دقائق مخفیہ کا اس سے استخراج کر رہے ہیں اور کیا ہی خوب کہا گیا ہے

'ہر ایک علم قرآن کریم کے اندر موجود ہے لیکن لوگوں کی عقلیں اسکے ادراک سے قاصر ہیں'

ثالثا:

اسلئے کہ معترض نے تو کہا تھا، کہ سارے مفسرین نے کل شئی سے 'ما یحتاج الیہ فی الدین'

مراد لیا ہے جبکہ ہم واضح کر چکے کہ سارے مفسرین تخصیص کے قائل نہیں ہیں بہت
سارے مفسرین نے اسے ظاہر پر محمول کرتے ہوئے استغراق حقیقی مراد لیا ہے اور ج
تخصیص کی طرف گئے ہیں ان سب نے بھی تخصیص کا دائرہ اتنا تنگ نہیں کیا جتن
معترض تنگ کر رہا ہے۔

کہ اس کے نزدیک تو صرف ''دین وشریعت میں جن مسائل کی ضرورت تھی ان ک
تفصیلات مہیا فرمائی گئی ہیں'' ص ا۔

حالانکہ تخصیص کے قائلین میں سے بھی بہت سارے مفسرین نے ''ما یحتاج الیہ فی
الدین'' کے ساتھ ''ما یحتاج الیہ فی الدنیا والمعاش والمعاد وجمیع الاحول وغیرھا'' کا
اضافہ فرمایا ہے۔

چنانچہ ملاحظہ ہو

ا: تفسیر انوار القرآن واسرار الفرقان میں مشہور محدث ملا علی بن سلطان القاری المتوفی
۱۰۱۴ھ سورۃ یوسف کی اسی آیت ''وتفصیل کل شئی'' کے تحت فرماتے ہیں

"وتفصیل کل شئی یحتاج الیه فی الامور الدینیة والدنیویة اذ ما من
قضیة الا و لها مستند معتمد من الآیات القرآنیه من غیر واسطة
اوبواسطة بیان الاحادیث المصطفویة اواستنباط العلماء التفسریه
ولذا قال ابن عباس

جمیع العلم فی القرآن لکن   تقاصر عنه افهام الرجال"

(تفسر انوار القرآن و اسرار الفرقان جلد ۲ .صفحه ۵۲۶)

اور قرآن ہر اس شئی کا مفصل بیان ہے جسکی طرف دینی اور دنیاوی امور میں احتیاج
ہوتی ہے کیونکہ کوئی قضیہ ایسا نہیں مگر یہ کہ آیات قرآنیہ سے اسکے لئے مستند ومعتمد ہے، بلا
واسطہ ہو یا احادیث مصطفویہ کے بیان کے واسطے سے ہو یا علماء تفسیر کے استنباط کے

واسطہ سے ہو، اور اسی لیے حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے جمیع اشیاء کا علم قرآن مجید میں ہے لیکن لوگوں کی عقلیں اس کے ادراک سے قاصر ہیں۔

۲) تفسیر حسینی میں ملا معین الدین الوعظ الکاشفی المتوفی ۹۰۶ھ فرماتے ہیں

وتفصیل کل شئی و بیان ہمہ چیز ہا کہ محتاج الیہ باشد در دین و دنیا (تفسیر حسینی صفحہ ۵۳۱)

اور ہر شئی کی تفصیل یعنی ہر اس چیز کا قرآن مجید میں بیان ہے جسکی طرف دین و دنیا میں احتیاجی ہوتی ہے۔

۳) تفسیر حسینی میں ہی ہے

"ونزلنا وفرستادیم علیک الکتاب برتو قرآن را تبیانا لکل شئی بیانے روشن برائے ہمہ چیز از امور دین و دنیا بہ تفصیل و اجمال (تفسیر حسینی صفحہ ۵۹۵)

ونزلنا اور ہم نے بھیجا علیک الکتاب آپ پر قرآن کو تبیانا لکل شئی ہر چیز کیلئے روشن بیان خواہ وہ امور دنیا سے ہو یا امور دین سے تفصیل کے ساتھ بھی اور اجمال کے ساتھ بھی۔

مذکورہ عبارت میں تو ملا معین الدین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے کل شئی کو عموم پر ہی رکھا ہے تخصیص ہی نہیں کی صرف اتنی وضاحت کر دی ہے کہ کل اشیاء میں بعض کا بیان تفصیلی ہے اور بعض کا اجمالی۔

۴) تفسیر خازن میں علامہ علاء الدین علی بن محمد البغدادی المتوفی ۷۶۵ھ وتفصیل کل شئی کے تحت فرماتے ہیں

"یعنی ان فی هذا القرآن المنزل علیک یا محمد تفصیل لکل شئی تحتاج الیه من الحلال و الحرام والحدود والاحکام و القصص و المواعظ والامثال وغیر ذالک مما یحتاج الیه العباد فی امر دینهم و دنیاهم" (تفسیر خازن جلد ۳، صفحه ۵۱)

''یعنی اس قرآن میں جو اے محمد ﷺ آپ پر اتارا گیا ہے ہر اس شئ کا تفصلی بیان
جسکی طرف آپ کو احتیاجی ہو گی یعنی حلال و حرام، حدود و احکام، قصص و مواعظ ا
امثال وغیرہ ایسے امور جنکی طرف لوگ اپنے دینی اور دنیاوی معاملات میں محتاج ہو
ہیں ان سب کا تفصیلی بیان ہے''۔

۵) اسی تفسیر خازن میں ہی ''ما فرطنا فی الکتاب من شئی'' کی تفسیر میں ہے
''اِن القرآن مشتمل علی جمیع الاحوال'' (تفسیر خازن جل
۲، صفحہ ۱۵)

''بیشک قرآن کریم تمام حالات پر مشتمل ہے''۔
مذکورہ عبارت بھی عموم کی طرف مشعر ہے۔

رابعا:

اگر معترض اپنے تخصیص والے دعوی کے اثبات میں ان بعض مفسرین کے اقوال سے ہی استناد کرتا ہے جو تخصیص کی طرف گئے ہیں تو ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ کیا تمہارے نزدیک مفسرین کے تفسیری اقوال حجت ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں تو ان سے استناد کا تمہیں کیا حق ہے؟ اور کس منہ سے تم ان کی کلام کو بطور سند پیش کرتے ہو؟ اور اگر معترض قرآنی آیات کے معانی سمجھنے کیلئے مفسرین کے اقوال کو حجت مانتا ہے تو یہی مفسرین کرام حضور ﷺ کے لئے علم غیب عطائی کے قائل ہیں اور بہت سارے مفسرین کرام نے آپ ﷺ کیلئے ما کان و ما یکون کے علم کی صراحت فرمائی ہے اور بعض نے قرآن کریم کے ذریعہ سے ہی آپ کا یہ علم ما کان و ما یکون تسلیم کیا ہے۔ آخر معترض مفسرین کے ان اقوال کو کیوں نہیں مانتا؟ ان کی ان عبارات کو مانتے ہوئے آخر اسے کیوں پھانسی لگتی ہے؟

ہم اس بارے میں مفسرین کرام کی کافی ساری عبارات نقل کر چکے ہیں اور اب کچھ ایسی

عبارات نقل کرتے ہیں جن میں صراحتاً انہوں نے حضور ﷺ کے لئے علم ما کان و ما یکون تسلیم کیا ہے۔

معترض صاحب۔۔۔!

ذرا آنکھوں سے پٹیاں اتار کر اور سینے پہ ہاتھ رکھ کر مفسرین کرام کی ان عبارات کو پڑھو تمہاری ہوش ٹھکانے آجائے گی۔

۱: امام محی السنۃ البغوی المتوفی ۵۱۶ھ سورۃ الرحمٰن کی ابتدائی آیات کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی تفسیر معالم التنزیل میں فرماتے ہیں

"وقال ابن کیسان خلق الانسان یعنی محمدا ﷺ علمه البیان یعنی بیان ماکان و مایکون لانه کان ینبئی عن الاولین و الآخرین و عن یوم الدین" (تفسیر معالم التنزیل جلد ۴، صفحہ ۲٦٧)

اور ابن کیسان نے فرمایا کہ "انسان کو پیدا کیا" یعنی محمد ﷺ کو "انہیں بیان سیکھایا" یعنی ما کان و ما یکون کا بیان سکھایا کیونکہ آپ ﷺ اولین وآخرین اور قیامت کے دن کی خبریں دیتے ہیں۔

۲) مشہور محدث امام عبدالرحمٰن ابن جوزی متوفی ۵۹۷ھ مذکورہ آیات کی تفسیر کرتے ہوئے اپنی تفسیر زادالمسیر میں فرماتے ہیں

"خلق الانسان انه محمد ﷺ علمه البیان علمه بیان کل شئی ماکان و ما یکون قاله ابن کیسان" (تفسیر زاد المسیر جلد ۴، صفحہ ۲۰٦)

"انسان یعنی محمد ﷺ کو پیدا فرمایا اور "انہیں بیان سیکھایا"، یعنی ما کان و ما یکون میں سے ہر شئی کا انہیں بیان سیکھایا یہ ابن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے"۔

۳: امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ٦٦٨ھ انہیں آیات کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں

"الانسان ھھنا یراد به محمد ﷺ والبیان الحلال من الحرام والھدی من الضلال و قیل ما کان و ما یکون

(الجامع لاحکام القرآن جلد۱۷ ،صفحه ۱۵۲)

"انسان سے یہاں مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اور بیان سے مراد حلال کو حرام سے اور ہدایت کو گمراہی سے جدا کرنے والا بیان ہے اور ایک قول یہ ہے، کہ اس سے مراد ما کان و ما یکون کا بیان ہے"۔

۴: امام علی بن محمد الخازن متوفی ۷۲۵ھ ان آیات کے تحت لکھتے ہیں

وقیل اراد بالانسان محمدا ﷺ و علمه البیان یعنی بیان ما کان و ما یکون لانه ینبئی عن خبر الاولین و الآخرین

(لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف تفسیر خازن جلد ۴، صفحه ۲۲۳)

"اور کہا گیا ہے انسان سے مراد محمد ﷺ ہیں، اور انہیں بیان سکھایا یعنی ما کان و ما یکون کا بیان سکھایا کیونکہ آپ ﷺ تمام اولین و آخرین کے بارے میں بتاتے ہیں"۔

۵: امام نظام الدین الحسن بن محمد نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ تفسیر غرائب القرآن میں مذکورہ آیات کے تحت فرماتے ہیں۔

وقد نقل عن ابن عباس رضی الله عنھما ان الانسان آدم علمه الاسماء کلھا او محمد ﷺ والبیان القرآن فیه بیان ما کا ن و ما سیکون الی یوم القیمة

(تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان جلد ۲ ،صفحه ۲۲۸)

"حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ انسان سے مراد حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور انہیں تمام اسماء کا بیان سکھایا یا انسان سے مراد محمد ﷺ ہیں اور

بیان سے مراد قرآن کریم ہے اور قرآن کریم میں ما کان و ما یکون الی یوم القیامۃ کا بیان ہے"

۶) امام محمد بن احمد الخطیب شربنی متوفی ۹۷۷ھ تفسیر السراج المنیر میں مذکورہ آیات کے تحت فرماتے ہیں

"وعن ابن عباس ایضا وابن کیسان المراد بالانسان ھھنا محمد ﷺ والمراد من البیان الحلام والحرام والھدی من الضلال و قیل ماکان و ما یکون لانه ﷺ یبین عن الاولین والآخرین وعن یوم الدین".

(السراج المنیر فی الاعانة علی معرفة بعض معانی کلام ربنا الحکیم الخبیر)

"اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت ابن کیسان سے روایت ہے اس مقام پر انسان سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اور بیان سے مراد حلال وحرام کا بیان، اور ہدایت کو گمراہی سے جدا کرنے والا بیان ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بیان سے مراد "ما کان و ما یکون" کا بیان ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ تمام اولین وآخرین کے بارے میں اور قیامت کے دن کے بارے میں بتاتے ہیں"۔

۷: بیہقی وقت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ الرحمۃ تفسیر مظہری میں مذکورہ آیات کے تحت فرماتے ہیں

"خلق الانسان یعنی محمدا ﷺ علمه البیان یعنی القرآن فیه بیان ماکان و ما یکون من الازل الی الابد مطابقا لبیان ما مضی من الرسل ھدایة للنا س وآیة علی نبوته کذا قال ابن کیسان"

(تفسیر مظھری، ص ۱۴۵)

"انسان یعنی محمد ﷺ کو پیدا فرمایا اور انہیں بیان یعنی قرآن کی تعلیم دی اور قرآن کریم

میں ازل سے لیکر ابد تک جمیع ما کان و ما یکون کا بیان ہے، جو اس کے مطابق ہے، جو کچھ رسولوں سے گزر چکا ہے یہ لوگوں کیلئے ھدایت ہے اور حضور ﷺ کی نبوت پر دلیل ہے جیسا کہ امام ابن کیسان نے فرمایا ہے"۔

۸: امام احمد بن محمد الصاوی المالکی متوفی ۱۲۴۱ھ مذکورہ آیات مبارکہ 'خلق الانسان علمہ البیان' کے تحت تفسیر الصاوی علی الجلالین میں فرماتے ہیں

"قیل هو محمد ﷺ لانه الانسان الکامل و المراد بالبیان علم ما کان و ما یکون و ما هو کائن"

(الصاوی علی الجلالین الجزء الرابع، صفحه ۱۴۵)

"کہا گیا ہے کہ وہ (انسان) محمد ﷺ ہیں کیونکہ آپ ﷺ انسان کامل ہیں اور "بیان" سے مراد "ما کان و ما یکون و ما ھو کائن" (جو کچھ ہو چکا، جو ہوتا ہے اور جو ہونیوالا ہے) کا علم ہے۔

۹: علامہ سلیمان الجمل رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۲۰۴ھ تفسیر الفتوحات الالھیہ بتوضیح تفسیر الجلالین لدقائق الخفیہ میں "خلق الانسان علمہ البیان" کے تحت فرماتے ہیں

"و قیل اراد بالانسان محمدا ﷺ علمه البیان یعنی بیان ما کان و ما یکون لانه ﷺ ینبئی عن خبر الاولین و الآخرین و عن یوم الدین"

(تفسیر الفتوحات الالهیه ، المعروف حاشیة الجمل علی الجلالین جلد ۴ صفحه253)

اور کہا گیا ہے کہ انسان سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں اور انہیں بیان سکھایا یعنی ما کان و ما یکون کا بیان تعلیم فرمایا کیونکہ آپ ﷺ تمام اولین و آخرین اور یوم آخرت کے بارے میں بتاتے ہیں۔

۱۰: رئیس المفسرین امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اس آیت مقدسہ "و علمک

ما لم تکن تعلم ،و کان فضل الله علیک عظیما'' (سورۃ نساء، آیت ۱۱۳)
''اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے' کے تحت (اسی تفسیر جامع البیان میں جس کا معترض نے حضور اکرم ﷺ کے علم ما کان و ما یکون کی نفی ثابت کرنے کیلئے حوالہ دیا تھا) فرماتے ہیں'' وعلمک ما لم تکن تعلم من خبر الاولین و الآخرین و ما کان و ما هو کائن" (تفسیر جامع البیان جلد ۴، صفحہ ۳۳۹)

''اور آپ کو سکھا دیا جو آپ نہ جانتے تھے یعنی اولین و آخرین کی خبر اور ما کان و ما ھو کائن سکھا دیا۔

۱۱ : ملا معین الدین الواعظ کاشفی متوفی ۹۰۶ اسی مذکورہ آیت کے تحت تفسیر بحر الحقائق کے حوالے سے تفسیر حسینی میں ارشاد فرماتے ہیں'

''و در بحر الحقائق می فرمانید کہ آں علم ما کان و ما سیکون است کہ حق سبحانہ تعالی در شب اسری بداں حضرت عطا' فرمودہ چنانچہ در احادیث معراجیہ آمدہ است کہ در زیر عرش بودم قطرۂ در حلق من ریختند فعلمت بها ما کان و ما سیکون (تفسیر حسینی ۲۰۵)

اور تفسیر بحر الحقائق میں فرماتے ہیں کہ وہ ما کان و ما یکون کا علم ہے جو حق سبحانہ وتعالی نے معراج کی رات حضور اکرم ﷺ کو عطاء فرمایا جیسا کہ احادیث معراجیہ میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں عرش کے نیچے تھا کہ میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکایا گیا تو اس سے میں نے ''ما کان و ما یکون'' کو جان لیا۔

۱۲ : علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ متوفی ۱۱۳۷ تفسیر روح البیان میں آیت مقدسہ ''انا ارسلنک شاهدا و مبشرا و نذیرا لتئومنو بالله و رسوله و تعزروه و توقروه وتسبحوه بکرة و اصیلا'' کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

''ارسله تعالی شاهدا فانه لما کان اول مخلوق خلقه الله کان شاهدا

بوحدانية الحق ،و ربوبيته و شاهدا بما اخرج من العدم الى الوجود ،من الاروح و النفوس والاجرام و الاركان والاجسام والاجساد والمعادن والنبات والحيوان والملک و الجن و الشيطان و الانسان و غيرذالک لئلا يشذ عنه ما يمكن للمخلوق دركه من الاسرار(فی نسخة اسزار افعاله) و عجائب صنع و غرائب قدرته بحيث لا يشاركه فيه غيره ولهذا قال عليه السلام ﷺ علمت ما كان و ما سيكون لانه شاهد الكل الخ"(تفسیر روح البیان جلد ۹ ،صفحه ۲۳)

"اللہ تعالی نے حضور اکرم ﷺ کو شاہد بنا کر بھیجا چونکہ آپ ﷺ اول الخلق ہیں، جنہیں اللہ نے پیدا فرمایا اسلئے آپ ﷺ اللہ تعالی کی وحدانیت اور اسکی ربوبیت کے شاہد ہیں. اور جو کچھ بھی عدم سے وجود میں آیا ہے ان سب کا مشاہدہ فرمانے والے ہیں یعنی تمام ارواح ،تمام نفوس، تمام اجسام، تمام اجرام، تمام ارکان، تمام اجساد، تمام معادن، تمام نباتات ،تمام حیوانات ،تمام فرشتے ،تمام جن ،تمام شیطان ،تمام انسان اور ان کے علاوہ تمام مخلوق کا آپ مشاہدہ فرمانے والے ہیں تا کہ اللہ تعالی کے افعال کے اسرار اور اسکی صنع کی عجائب اور اسکی قدرت کے غرائب سے مخلوق کیلئے جس امر کا ادراک ممکن ہے اسمیں سے کوئی ذرہ آپ ﷺ سے پوشیدہ نہ رہ جائے ،اور آپ ﷺ کو رب تعالی نے یہ علم اس انداز سے عطا فرمایا ہے، کہ اسمیں آپ ﷺ کا مخلوق میں سے کوئی بھی شریک نہیں اسی لئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے "ما کان و ما یکون" کو جان لیا ،کیونکہ آپ ﷺ ہر شئی کا مشاہدہ فرمانے والے ہیں"

معترض صاحب!

ذرا آنکھیں کھول کر دیکھیں یہ وہی تفسیر روح البیان ہے جسکا تم نے حضور اکرم ﷺ کے علم "ما کان و ما یکون" کی نفی ثابت کرنے کیلئے حوالہ دیا تھا۔تم کس منہ سے اس تفسیر کا

نام لیتے ہو؟ صاحب تفسیر کی ذرا عبارت تو پڑھیں، وہ تو پوری کائنات کے ذرے ذرے کا گن گن کر سرکار دو عالم ﷺ کیلئے اللہ تعالی کی عطا سے علم ثابت کر رہے ہیں۔ اور آپ ﷺ کے ''عالم ما کان و ما یکون'' ہونے پر آپ ﷺ ہی کے فرمان سے نص کر رہے ہیں تمہارے دھرم میں تو وہ پکے مشرک اور ابدی جہنمی ہوئے جاتے ہیں، تم پھر بھی انکی کلام سے استناد کر رہے ہو، کیا تمہارے مذہب میں قرآن کریم کی تفسیر کے معاملہ میں اور قرآن کریم کے عمومات کی تخصیص کرنے کیلئے ایک مشرک اور ابدی جہنمی کی کلام حجت ہوتی ہے؟ اگر وہاں حجت ہوتی ہے تو یہاں لسے حجت مانتے ہوئے تمہیں کیوں سانپ سونگھ گیا ہے؟

کچھ تو شرم کرو، مفسرین کرام کو مشرک و جہنمی بھی کہتے ہو اور انکی کلام سے استناد بھی کرتے ہو۔

معترض صاحب!

تم تو حضور اکرم ﷺ کے حق میں ''علم ما کان و ما یکون'' کی عطا کے قول پر اتنے پھڑک رہے ہو، اور اسکی نفی پر مفسرین کرام کی کلام سے استناد کرنا چاہتے ہو، جبکہ یہی مفسرین کرام حضرت آدم علیہ السلام کے حق میں ''علم ما کان و ما یکون'' عطا کیے جانے کا قول کر رہے ہیں۔

رب تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق ارشاد فرمایا

''وعلم آدم الاسماء کلها'' (پارہ ۱، سورۃ البقرۃ ۳۱)

''اور اللہ تعالی نے حضرت آدم (علیہ السلام) کو تمام (اشیاء کے) نام سکھائے''۔

۱: اسی آیۃ مقدسہ کی تفسیر میں علامہ امام حسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ حضرت سیدنا عبداللہ ابن عباس، امام مجاہد و قتادہ رضی اللہ عنہم کا ارشاد نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''قال ابن عباس و مجاهد و قتادة :علمه اسم كل شئى القصعة و

القصیعة و قیل اسم ماکان و مایکون الی یوم القیامة" (تفسیر معالم التنزیل المعروف تفسیر بغوی جلد ا ،ص ۶۱ الجزء الاول)

"حضرت عبداللہ بن عباس ،امام مجاہد اور امام قتادہ رضی اللہ عنہم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو ہر ایک شئ کا نام سکھا دیا حتی کہ پیالے اور پیالی کا بھی اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ کو جمیع "ماکان و مایکون الی یوم القیامۃ" کے نام سیکھا دیئے ہیں۔

۲: شیخ امام محمد بن احمد الخطیب شربینی متوفی ۹۷۷ھ اسی آیۃ مقدسہ کے تحت تفسیر السراج المنیر میں فرماتے ہیں "وعلم آدم الاسماء ای اسماء المسمیات کلھا حتی القصعة والمغرفة و قیل علمه اسم ماکان و ما یکون الی یوم القیامة"

(تفسیر السراج المنیر ج ا ،ص ۵۵)

"اور آدم علیہ السلام کو تمام اسماء سکھائے یعنی تمام مسمیات کے اسماء کا علم دیا حتی کہ پیالے اور چمچے کا بھی علم عطا فرمایا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ "ماکان و ما یکون الی یوم القیامۃ" (جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ قیامت تک کے لئے ہو گا سب) کے اسماء کا علم عطا فرما دیا۔

۳: بیہقی وقت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تفسیر مظہری میں اسی آیۃ مقدسہ کے تحت فرماتے ہیں

"قال اهل التفسیر المراد اسماء الخلائق قال البغوی قال ابن عباس و مجاهد و قتادةعلمه اسم کل شئی حتی القصعة و القصیعة و قیل اسم ماکان و ما یکون الی یوم القیامة"

(تفسیر مظهری ج ا ،ص ۵۰)

اہل تفسیر فرماتے ہیں کہ (علم آدم الاسماء کلھا میں) اسماء سے مراد تمام مخلوق کے اسماء ہیں

۔امام بغوی فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس، امام مجاہد اور امام قتادہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو ہر شئی کے اسماء کا علم عطا فرمایا حتی کہ پیالے، پیالی کا نام بھی سکھا دیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کو ما کان و ما یکون الی یوم القیامۃ کے اسماء سکھا دیئے گئے ہیں۔

۴: قاضی امام ابوسعود محمد بن محمد عمادی حنفی متوفی ۹۸۲ھ اسی آیت کے تحت ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم المعروف تفسیر ابی سعود میں ارشاد فرماتے ہیں

''و قیل اسماء ما کان و ما سیکون الی یوم القیامۃ'' (ارشاد العقل السلیم الی مزایاالکتاب الکریم المعروف تفسیر ابی سعود ج ۱، ص ۱۱۳)

اور ایک قول یہ ہے کہ (علم آدم الاسماء کلھا میں اسماء سے مراد) ما کان و ما یکون الی یوم القیامۃ کے اسماء مراد ہیں اور ان کا علم دیا گیا۔

۵: علامہ سید محمود آلوسی بغدادی رحمہ اللہ تعالی تفسیر روح المعانی میں اسی مذکورہ آیہ مقدسہ کے تحت فرماتے ہیں

''وقیل المراد بھا اسماء ماکان و ما یکون الی یوم القیامۃ و عزی الی ابن عباس رضی اللہ عنھما''

(تفسیر روح المعانی الجزء الاول، جلد ۱، ص ۲۲۴)

''اور کہا گیا ہے کہ (علم آدم الاسماء کلھا میں تعلیم اسماء سے مراد یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو) تمام ''ما کان و ما یکون الی یوم القیامۃ'' (جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ تا قیامت ہوگا اس سب) کا علم عطا فرما دیا گیا اور اس قول کی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی طرف نسبت کی گئی ہے'

معترض صاحب!

اب تو تمہارا شرک دوبالا ہو گیا ہو گا کہ مفسرین کرام رحمہم اللہ تعالی نے تو قرآن کریم سے ہی حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کیلئے بھی 'ما کان وما یکون'' کا علم ثابت کر دیا۔ اب شاید تم اپنی بلادت کے باعث یہ کہو گے کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو تو ما کان وما یکون کے اسماء ہی بتائے ہیں انکا علم تو نہیں دیا۔ ارے بے وقوف اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے ما کان وما یکون کا ذرہ ذرہ کر کے ان تمام مسمیات کے علم کے ساتھ ساتھ ان میں سے ہر ایک کے نام کا بھی علم عطا فرمایا ہے اور کچھ نہیں تو وہی تفسیر جلالین جس کا تم نے تخصیص کی خاطر حوالہ دیا تھا اس تفسیر پر الفتوحات الالہیہ المعروف حاشیہ الجمل علی الجلالین ہی کا مطالعہ کر لو اسی میں لکھا ہوا ہے

''و عرض علیه المسمیات ایضا کما عرضها علی الملائکة فعلم المسمیات مشترک بینه و بینهم و اختصاصه عنهم انما هو بالاسماء فکان یعرف ان هذا الجرم یسمیٰ بکذا و هم یعرفون الجرم ولا یعرفون اسمه''

(الفتوحات الالهیه بتوضیح تفیسیر جلالین لدقائق الخفیه المعروف. بحاشیة الجمل علی جلالین جلد ۱، ص ۴۹)

اور اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام پر تمام مسمیات (یعنی ما کان وما یکون کی ہر ہر چیز اور ہر ہر ذرہ) بھی پیش کیا جیسا کہ اسے فرشتوں پر پیش کیا تھا، پس تمام مسمیات کا علم حضرت آدم علیہ السلام اور فرشتوں کے درمیان مشترک ہے (یعنی فرشتے بھی تمام مسمیات ما کان وما یکون کو جانتے تھے اور حضرت آدم علیہ السلام بھی) اور حضرت آدم علیہ السلام ان میں سے تمام مسمیات کے اسماء جاننے کے ساتھ اختصاص رکھتے تھے۔ (یعنی فرشتوں کو تو صرف مسمیات کا علم تھا اور حضرت آدم علیہ السلام کو رب تعالی نے مسمیات کے ساتھ ساتھ تمام مسمیات کے اسماء بھی تعلیم فرما دیئے تھے) پس

حضرت آدم علیہ السلام جانتے تھے کہ اس جرم کا نام یہ اور اس کا یہ، جبکہ فرشتے صرف اجرام (اشیاء) کو جانتے تھے اور ان کا نام نہیں جانتے تھے"

معترض صاحب!

اب پتہ چلا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو رب تعالی نے کتنا علم عطا فرما دیا تھا؟ یہ جمیع ما کان و ما یکون کا علم تو مفسرین کرام نے قرآن کریم سے حضرت آدم علیہ السلام کیلئے ہی ثابت کر دیا، خود حضور اکرم ﷺ کے علوم کی وسعتوں کا کیا حال ہوگا۔ انہیں تو بالاتفاق اللہ تعالی نے تمام اولین و آخرین کا علم عطا فرمایا ہے اور ان اولین و آخرین میں حضرت آدم علیہ السلام بھی ہیں تو لازمی بات ہے جو علم حضرت آدم علیہ السلام کو عطا فرمایا گیا ہے وہ سارا علم بھی اور اس سے بڑھ کر کئی گنا زیادہ بھی رب تعالی نے اپنے محبوب کریم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمایا ہے، بلکہ مفسرین کرام اور آئمہ دین تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ جو علم رب تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو عطا فرمایا ہے وہ بالاصالت رب تعالی نے اپنے محبوب کریم ﷺ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمایا ہے، اور آپ ﷺ کے واسطے سے حضرت آدم علیہ السلام کو ملا ہے، بلکہ جو کمال بھی کسی کو ملا ہے وہ بالاصالت آپ ﷺ کو ملا ہے اور اوروں کو آپ ﷺ کے واسطے سے ملا ہے، تفسیر الصاوی علی الجلالین میں اسی آیہ مقدسہ "وعلم آدم الاسماء کلھا" کے تحت الشیخ العلامۃ الامام احمد الصاوی المالکی المتوفی ۱۲۱۴ھ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

"فعلم آدم ماخوذ من نبینا لان رسول اللہ ﷺ اعطی اصل العلوم بل واصل کل کمال ،و یشھد لذلک قول ابن مشیش و تنزلت علوم آدم ای صلی علی من منہ تنزلت علوم آدم فعلوم آدم کائنۃ منہ فاعجز بھا الملائکۃ خاصۃ واما علوم رسول اللہ ﷺ فاعجز بھا الخلائق جمیعا ،ھذا ھو الحق "(تفسیر الصاوی علی الجلالین جلد ۱،ص ۲۰)

پس حضرت آدم علیہ السلام کا علم (یعنی علم ما کان و ما یکون) ہمارے نبی کریم جناب محمد رسول اللہ ﷺ سے ماخوذ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ کو تمام علوم بالاصالت عطا کیے گئے بلکہ ہر کمال کی اصل آپ ﷺ ہی کو عطا کی گئی، اس بات پر امام ابن مشیش کا یہ قول "و تنزلت علوم آدم" شاہد ہے، یعنی (امام ابن مشیش رحمہ اللہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ) درود بھیج اس ذات پر کہ جن کی طرف سے حضرت آدم علیہ السلام پر انکے علوم اترے، پس حضرت آدم علیہ السلام کے علوم حضور اکرم ﷺ کی طرف سے ہیں (یعنی آپ ﷺ کے وسیلہ سے حضرت آدم علیہ السلام کو رب تعالی نے تمام علوم عطا فرمائے ہیں) پس بالخصوص فرشتے تو حضرت آدم علیہ السلام کے علوم کے آگے عاجز آ گئے اور حضور اکرم ﷺ کے علوم کے سامنے تو پوری کائنات عاجز ہے اور یہ ہی حق ہے"

معترض صاحب!

اگر حضور اکرم ﷺ کے کمالات کو دیکھ کر تمہارا قلب وضمیر اور دل و دماغ حسد و بغض کی آگ میں جل کر راکھ نہیں ہو گیا اور تمہاری بصیرت کے ساتھ بصارت بھی زائل نہیں ہو گئی تو حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس اور حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم سے لیکر حضرت علامہ امام احمد الصاوی المالکی رحمہ اللہ تعالی تک ہر دور کے ان جلیل القدر آئمہ دین اور علمائے ربانیین اور مفسرین امت کی حضور اکرم ﷺ کے "علم ما کان و ما یکون" پر مذکورہ صریح نصوص اور واضح عبارات کا آنکھیں کھول کر مطالعہ کریں اور دیکھیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لیکر ہر دور کے آئمہ مفسرین نے قرآن کریم سے ہی حضور اکرم ﷺ کیلئے علوم اولین وآخرین اور علم "ما کان وما یکون" کا کس انداز سے اثبات کیا ہے اور حضور اکرم ﷺ کو رب تعالی نے جو کمالات عطا فرمائے ہیں جن میں آپ ﷺ کو علم ما کان و ما یکون عطا فرمایا جانا بھی ہے انہیں وہ کیسے سینہ کھول کر مانتے اور اپنی اپنی تفاسیر اور دیگر کتابوں میں بیان کرتے چلے آ رہے ہیں اور ساتھ ساتھ اپنی

تحریر کردہ واہیات بھی ملاحظہ کرتے جاؤ، تمہارے نزدیک حضور اکرم ﷺ کیلئے اللہ تعالی کی عطا سے بھی ما کان و ما یکون کا علم ماننے والا شریعت کی تمام حدود وقیود کو توڑنے والا ہے جیسا کہ تم نے اپنی تحریر کے ص ا پر لکھا ہے اور تم نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ عقیدہ نصوص قرآنیہ کے خلاف، اور غلط ہے (ص ا) یہ نہ صحابہ کا عقیدہ ہے نہ تابعین کا نہ اتباع التابعین کا نہ آئمہ دین کا خصوصا آئمہ حدیث کا، یہ اپنا بنایا ہوا عقیدہ ہے (صفحہ ا) حضور اکرم ﷺ کیلئے علم ما کان و ما یکون ثابت کرنا شرک ہے (صفحہ ۳) یہ عقیدہ خلاف اسلام ہے (صفحہ ۵) یہ عقیدہ محدثہ ہے (صفحہ ۹) عالم ما کان و ما یکون کا عقیدہ صرف چندلوگوں کا ہے کیونکہ ساری دنیا کے مسلمانوں سے ملکر پوچھ لیں کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے یہ صرف علمائے بدایوں کا عقیدہ ہے (صفحہ ۱۰) یہ عقیدہ شرکیہ ہے، یہ عقیدہ رکھتے ہوئے اگر کوئی آدمی فوت ہو گیا تو اس کی بخشش ہرگز نہ ہوگی (صفحہ ۱۱) وغیرها من الافتراء ات والخرافات والواهيات والعياذ بالله تعالى

شرم ودیانت کا خون کرنے والے! ذرا اپنی مذکورہ خرافات کو سامنے رکھو اور پھر بتاؤ کیا یہ امت محمدیہ علی صاحبہا افضل الصلوٰت واکمل التحیات کے عظیم مفسرین اور آئمہ دین جن میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لیکر ہر دور کے آئمہ ھدی شامل ہیں یعنی (۱) حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس (۲) حضرت عبد اللہ بن مسعود کہ دونوں جلیل القدر صحابی ہیں اور (۳) حضرت امام مجاہد (۴) حضرت امام کیسان (۵) حضرت امام ابن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ صاحب تفسیر جامع البیان المعروف تفسیر طبری (۶) الشیخ الاکبر محی الدین ابن العربی (۷) حضرت امام جلال الدین السیوطی (صاحب تفسیر جلالین و در منثور و غیرہما من الکتب) (۸) عارف باللہ حضرت امام مرسی رحمہ اللہ تعالی (۹) شیخ امام صدر الدین روز بہان بقلی متوفی ۶۰۶ھ (صاحب تفسیر عرائس البیان) (۱۰) مشہور محدث حضرت ملا علی قاری الہروی ثم المکی المتوفی ۱۰۱۴ھ (صاحب تفسیر انوار القرآن واسرار

الفرقان والمرقاۃ فی شرح المشکوۃ وشرح الشفاء وغیرہا)(۱۱) سراج الہند الشاہ عبد العزیز محدث دہلوی (صاحب تفسیر عزیزی) (۱۲) شیخ امام علی بن محمد البغدادی المتوفی ۷۶۵ھ (صاحب تفسیر خازن) (۱۳) شیخ امام محی السنۃ البغوی المتوفی ۵۱۶ صاحب تفسیر معالم التنزیل (۱۴) امام ابو الفرج عبد الرحمٰن ابن جوزی المتوفی ۵۹۷ھ (صاحب تفسیر زاد المسیر) (۱۵) شیخ امام محمد بن احمد مالکی القرطبی المتوفی ۶۶۸ھ (صاحب تفسیر الجامع لاحکام القرآن المعروف تفسیر قرطبی) (۱۶) شیخ امام نظام الدین نیشاپوری متوفی ۷۳۸ھ (صاحب تفسیر غرائب القرآن) (۱۷) شیخ امام محمد بن احمد الخطیب شربینی متوفی ۹۷۷ھ (صاحب تفسیر السراج المنیر) (۱۸) قاضی امام ابو سعود محمد بن عمادی متوفی ۹۸۶ھ (صاحب تفسیر ارشاد العقل السلیم) (۱۹) علامہ سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ (صاحب تفسیر روح المعانی) (۲۰) عارف باللہ علامہ اسماعیل حقی بروسوی متوفی ۱۱۳۷ھ (صاحب تفسیر روح البیان) (۲۱) بیہقی وقت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی متوفی ۱۲۲۵ھ (صاحب تفسیر مظہری) (۲۲) علامہ شیخ سلیمان الجمل متوفی ۱۲۰۴ھ (صاحب تفسیر الفتوحات الالٰہیہ المعروف تفسیر جمل) (۲۳) اور شیخ امام احمد بن محمد الصاوی المالکی متوفی ۱۲۴۱ھ (صاحب تفسیر الصاوی علی الجلالین) رحمہم اللہ تعالی رحمۃً واسعۃً کہ جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کیلئے تمام اولین وآخرین کے علوم تسلیم کیے اور اکثر نے آپ ﷺ کیلئے علم ما کان وما یکون پر نص کی ہے جنکی عبارات ہم پیچھے نقل کر چکے ہیں کیا یہ سب کے سب مشرک ہیں؟ کیا انہوں نے حضور اکرم ﷺ کیلئے ما کان وما یکون کا علم مان کر شرک کا ارتکاب کیا ہے؟ کیا انہوں نے جو کچھ لکھا قرآن وحدیث کے خلاف لکھا؟ کیا یہ معاذ اللہ شریعت کی حدود و قیود کو توڑنے والے ہیں؟ کیا یہ خلاف اسلام من گھڑت عقائد کو ایجاد کرنے والے ہیں؟ کیا حضرت عبد اللہ بن عباس اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم صحابی رسول نہیں ہیں اور انکا یہ عقیدہ نہیں ہے؟ کیا امام مجاہد و

غیرہ تابعی نہیں ہیں؟ کیا یہ سب آئمہ دین نہیں ہیں؟ کیا یہ معاذ اللہ سبھی قرآن وحدیث سے جاہل تھے؟ کیا ان میں سے کسی شخص کی بخشش نہ ہوگی؟ کیا یہ سب ہمیشہ جہنم میں رہیں گے؟ (معاذ اللہ)

پھر ان میں سے کچھ وہ ہیں کہ جنکی کلام سے تم نے استناد بھی کیا ہے اور یہ تمہاری عجیب حیا داری ہے کہ انہیں مشرک و جہنمی بھی کہے جا رہے ہو اور ساتھ ان کی کلام سے استناد بھی کرتے ہو، پھر کذب و افتراء کی حد یہ کہ تم نے لکھا تھا ''ساری دنیا کے مسلمانوں سے مل کر پوچھ لیں یہ کسی کا بھی عقیدہ نہیں، یہ صرف علمائے بدایوں کا عقیدہ ہے''. آخر بتاؤ تو سہی کہ یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لیکر ہر دور کے آئمہ ھدیٰ، مفسرین محدثین کیا یہ ساری دنیا کے مسلمانوں میں داخل نہیں ہیں؟ کیا یہ کسی اور عالم میں رہتے ہیں؟ ہاں حقیقت یہ ہے کہ تم ان آئمہ ھدیٰ کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے تمہارے نزدیک معاذ اللہ یہ سب کافر اور ابدی جہنمی ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی اپنی کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ما کان و ما یکون کا عالم لکھا ہے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے اس عقیدہ کی روایت کی ہے اسلئے تم انہیں اور چودہ صدیوں سے ان کے تمام پیروکاروں اور ان کے عقیدہ کے حاملین تمام عالم اسلام کے مسلمانوں کو کافر مشرک اور ابدی جہنمی سمجھتے ہو تم اپنے سوا کسی دوسرے کو مسلمان سمجھتے ہی نہیں تمہارے نزدیک ساری دنیا کے مسلمان اور اسلام کے ٹھیکیدار بس تمہی ہو اسلئے ان آئمہ ھدیٰ کو ساری دنیا کے مسلمانوں سے خارج کرنے میں تم حق بجانب ہو۔ پھر یہ کہنا کہ یہ (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی کی عطا سے ما کان و ما یکون کا عالم ماننا) صرف علماء بدایوں کا عقیدہ ہے'' تمہاری اور تمہارے مذہب کی صداقت کا شاہکار ہے تمہاری اس بات سے تو دینا بھر کا کذب وافتراء بھی شرم سے پانی پانی ہوا جاتا ہے۔

حیا دار! ذرا بتا تو سہی کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے لیکر امام احمد الصاوی

مالکی رحمہ اللہ تک ہر دور کے جتنے مفسرین و آئمہ دین کی ہم نے عبارات پیش کی ہیں جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کیلئے تمام اولین و آخرین کے علوم عطا کیا جانا تسلیم کیا اور جنہوں نے صراحۃً واضح الفاظ میں حضور اکرم ﷺ کو ''ما کان و ما یکون'' کا عالم کہا ان میں بدیوانی علماء میں سے کون ہے؟ ہمارے ذکر کردہ تمام آئمہ ھدی مفسرین و محدثین میں سے صرف دو بزرگوں یعنی الشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور بیہقی وقت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہا اللہ کا تعلق ہندوستان سے ہے ان کے علاوہ مذکورہ تمام آئمہ ھدی میں سے کوئی برصغیر کا رہنے والا ہی نہیں تو پھر وہ بدایونی علماء میں سے کیسے ہوئے؟

ہاں بدایونی علماء مثلاً حضرت شاہ فضل رسول بدایونی، حضرت شاہ عبدالقادر بدایونی وغیرہ کا بھی وہی عقیدہ تھا، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لیکر امام احمد الصاوی مالکی رحمہ اللہ تک ہر دور کے آئمہ ھدی کا عقیدہ ہم نے نقل کیا ہے کہ وہ سبھی حضور اکرم ﷺ کو ما کان و ما یکون کا عالم مانتے ہیں اس لیے ان تمام آئمہ ھدی کا عقیدہ بدایونی علماء کا ہی عقیدہ ہوا اس لئے معترض اسے بدایونی علماء کا عقیدہ قرار دینے میں البتہ حق بجانب ہے کیونکہ بدایونی علماء اور حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے لیکر امام احمد الصاوی رحمہ اللہ تک مذکورہ تمام آئمہ ھدی کا ایک ہی عقیدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ اللہ تعالی کی عطا سے ما کان و ما یکون کے عالم ہیں، اور معترض کے نزدیک (معاذ اللہ) یہ سب کافر مشرک اور ابدی ناری ہیں کہ جن کی کبھی بخشش نہ ہوگی، والعیاذ باللہ معترض کے نزدیک اسلام صرف اس کی اپنی چاردیواری میں بند ہے اور اسی کے نظریے کے اڑھائی ٹوٹرو مسلمان، باقی چودہ صدیوں سے پورا عالم اسلام (معاذ اللہ) مشرک و بے ایمان۔

؎ بے حیا باش و ہر چہ خواہی کن۔

خلاصہ کلام یہ کہ اگر معترض ان آیات مبارکہ ''نزلنا علیک الکتاب تبیانا لکل شئی'' (نحل ۸۹) ما کان حدیثا یفتری لکن تصدیق الذی بین یدیہ

وتفصیل کل شئی "(سورۃ یوسف ۱۱۱) ما فرطنا فی الکتاب من شئی (الانعام ۳۸) میں 'کل' کو اسکے حقیقی معنی یعنی عموم واستغراق حقیقی سے پھیر کر اس میں تاویل و تخصیص کر کے اسے استغراق اضافی پر محمول کرنے کیلئے اس مقام پر تخصیص کی طرف جانے والے بعض مفسرین کی تفسیری عبارات سے استدلال کرنا چاہتا ہے تو اسے اس کا کچھ فائدہ نہیں، کیونکہ یہی مفسرین کرام دوسرے مقامات پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علوم اولین وآخرین عطا فرمائے جانے اور علم ما کان وما یکون عطا فرمائے جانے کی واضح تصریحات فرما رہے ہیں اگر یہاں انکی بات حجت ہے تو وہاں بھی حجت ماننا پڑے گی، اور اگر وہاں حجت نہیں مانتا بلکہ اس عقیدہ کو شرکیہ کہتا ہے اور اسکے قائلین مفسرین کرام کو معاذ اللہ مشرک وابدی ناری کہتا ہے تو پھر یہاں تخصیص کے مقام میں بھی انکی کلام حجت نہیں ہوسکتی لہذا معترض کے ہاں مفسرین کرام کی کلام کہیں بھی حجت ثابت نہ ہوئی تو اس وقت اس پر لازم ہے کہ مذکورہ آیات مبارکہ میں 'کل' کو اسکے حقیقی معنی یعنی عموم واستغراق حقیقی سے پھیرنے اور اسمیں تاویل و تخصیص کرنے کیلئے قرآن وحدیث کی ایسی نصوص پیش کرے جسمیں اس بات کی صراحت ہو کہ مذکورہ آیات میں 'کل' اپنے حقیقی معنی یعنی عموم واستغراق حقیقی پر محمول نہیں بلکہ یہاں استغراق اضافی مراد ہے، اور ان شاء اللہ تا قیامت معترض نہ کوئی ایسی آیت پیش کرسکتا ہے، اور نہ ہی کوئی حدیث متواتر یا مشہور، اور نہ ہی کوئی صحیح الاسناد خبر واحد اگرچہ آئمہ احناف کے نزدیک کتاب اللہ کے عام غیر مخصوص البعض کی خبر واحد سے تخصیص کی ہی نہیں جاسکتی اگرچہ صحیح الاسناد بھی کیوں نہ ہو، کیونکہ کتاب اللہ کا عام غیر مخصوص البعض قطعی ہوتا ہے، اور خبر واحد دلیل ظنی ہے، تو پھر معترض کا مذکورہ آیات مبارکہ میں واقع کلمہ "کل" میں تخصیص وتاویل کرنا اور اسے عموم واستغراق حقیقی پر محمول کرنے کی بجائے استغراق اضافی پر محمول کرنا ہر لحاظ سے بلا دلیل ثابت ہوا جس کا بدیہی البطلان ہونا خود معترض کو بھی تسلیم

ہے اس نے خود ہی تو لکھا ہے کہ 'اگر آپ ان ظاہری نصوص کی تاویل کریں گے تو میں عرض کروں گا بدیہی چیزوں کی تاویل کی ضرورت ہی نہیں ہوتی ، یاد رکھنا اگر بدیہی باتوں کی تاویل کی جائے تو پھر گالی بھی گالی نہیں رہے گی تاویل سے وہ گالی ختم ہو جائے گی ، پھر بدیہی باتوں کی تاویل اور وہ بھی بلا دلیل خود بدیہی البطلان ہے (ص ۱۲) پھر معترض کی یہی تاویل و تخصیص جب نہ قرآن سے ثابت اور نہ حدیث سے تو ایسی تاویل و تخصیص کا مردود ہونا بھی خود معترض کو تسلیم ہے، وہ خود ہی لکھتا ہے" یہی دو چیزیں (کتاب وسنت) دین ہیں ان میں اگر کسی چیز کا اضافہ کیا جائے گا تو بحکم حدیث وہ مردود ہے (ص ۱۲) پس جب معترض کے خود اپنے نزدیک بھی مذکورہ آیات قرآنیہ میں واقع کلمہ 'کل' میں تاویل و تخصیص کر کے اسے عموم و استغراق حقیقی پر محمول کرنے کی بجائے استغراق اضافی پر محمول کرنا اور اس سے مراد فقط "مایحتاج الیہ فی الدین" مراد لینا اور باقی تمام علوم کی نفی کرنا بحکم حدیث مردود اور بدیہی البطلان ثابت ہو رہا ہے ، تو پھر اسے بحکم حدیث ایک مردود کام کرتے ہوئے اور ایک بدیہی البطلان امر کا ارتکاب کرتے ہوئے کیوں شرم نہیں آتی ؟ وہ کیوں اللہ تعالی سے نہیں ڈرتا ؟ اپنی ضد ترک کر کے توبہ کیوں نہیں کر لیتا ؟ کیا اسے بروز قیامت ہر چیز کا حساب دینے کا خوف نہیں ہے؟ دوسروں کو ان باتوں کی نصیحت کرنے والا خود انہیں ترک کر کے ارشاد باری تعالی "لِمَ تقولون ما لا تفعلون " کی وعید کے تحت کیوں نہیں آتا ہے؟

معترض کے استدلالات فاسدہ کا رد:

معترض نے صرف یہی نہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو رب تعالی نے علم ما کان و ما یکون عطا فرمایا ہے اس بات کا انکار کیا ہے، بلکہ اس نے حضور اکرم ﷺ کو مطلقا علم غیب عطا کیے جانے یعنی "ہر قسم کا علم غیب" عطا کیے جانے کا انکار کر دیا ہے، حالانکہ حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالی نے کثیر و افر غیوب کا علم عطا فرمایا ہے، یہ مسئلہ ضروریات دین سے ہے جو

قرآن وسنت کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہے جس کا انکار کرنے والا کافر و مرتد ہے
، چنانچہ معترض لکھتا ہے۔

''آپ کا دعوی ''عالم ما کان و ما یکون'' نصوص قرآن کے خلاف ہوالہذا آپ کا دعوی غلط ہوا اس کو غلط ثابت کرنے کیلئے پہلے میں قرآن مجید کی آیات پیش کروں گا۔۔۔۔

آیت نمبر ۱: قل من یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ (النمل ٦٥)

''تم فرماؤ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ''۔

یہاں مطلق علم یعنی ہر طرح کے علم کی نفی ہو رہی ہے، اس میں ما کان و ما یکون کے علم کی بھی نفی ہو گئی یعنی اللہ تعالی کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا۔ صرف اللہ پاک ہی جانتے ہیں تو ثابت ہوا ''عالم ما کان و ما یکون'' اللہ پاک کی ذات عالی ہے، ان کے علاوہ کوئی نہیں (ص۱)

معترض کی مذکورہ بالا تحریر سے صاف ظاہر ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک ذرے کا علم غیب عطا کیا جانا بھی قطعا ماننے کیلئے تیار نہیں کیونکہ وہ اس آیت سے ''مطلق علم یعنی ہر طرح کے علم'' کی نفی ثابت کر رہا ہے، اور اسے ''ہر طرح کے علم کی نفی'' پر محمول کر کے اس سے یہ استدلال کر رہا ہے کہ ''اس میں ما کان و ما یکون کے علم کی بھی نفی ہو گئی ہے'' حالانکہ اس آیہ مقدسہ میں ''من فی السمٰوٰت والارض'' سے ذاتی اور استقلالی علم غیب کی نفی ہے، نہ کہ عطائی کی، مگر معترض نے چونکہ یہ آیت مقدسہ ہمارے ''دعوے کو غلط ثابت کرنے'' اور اسکا رد کرنے کیلئے نقل کی ہے اور ہمارا دعوی عطائی علم غیب کا ہے نہ کہ ذاتی کا تو لازمی امر ہے کہ معترض اس آیہ مقدسہ کو عطائی علم غیب کی نفی پر محمول کر رہا ہے کیونکہ ذاتی علم غیب کی نفی پر محمول کرنا معترض کے مقصود کے خلاف ہے، کیونکہ اس کا مقصود تو اس آیت کے ذکر سے ہمارے دعوے کا رد ہے اور ہمارا دعوی ذاتی

علم غیب کا ہے ہی نہیں بلکہ عطائی کا ہے، لہذا معترض کے نزدیک اس آیہ مقدسہ میں ''من فی السمٰوٰت والارض'' سے عطائی علم غیب کی نفی کی گئی ہے اور آیہ مقدسہ میں چونکہ اداۃ حصر موجود ہیں اس لئے جس علم کی من فی السمٰوٰت والارض سے نفی کی گئی ہے اسی علم کا اس آیہ مقدسہ میں ذات باری تعالی کے ساتھ اختصاص ثابت کیا گیا ہے اور معترض کے نزدیک چونکہ ''من فی السمٰوٰت والارض'' سے عطائی علم غیب کی نفی کی گئی ہے لہذا اس کے عقیدے کے مطابق عطائی علم غیب کا ہی رب تعالی کے ساتھ اختصاص لازم آیا جس کا واضح مطلب یہ ہے کہ عطائی علم غیب صرف اللہ تعالی ہی کو ہے کسی اور کو نہیں اور اللہ تعالی کیلئے علم غیب عطائی ماننا شرک سے بڑھ کر کفر ہے کیونکہ مشرک تو اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرا کر اس کے برابر ہی کسی کو (معاذ اللہ) مانتا ہے، مگر اللہ تعالی کی صفت کو عطائی ماننے والا کسی اور کو اللہ تعالی سے بلند مرتبہ مانتا ہے جس نے (معاذ اللہ) اللہ تعالی کو وہ صفت عطا کی ہے تو معترض ایسا عقیدہ اختیار کر کے مشرکین سے بھی کفر میں کئی درجے آگے نکل گیا ہے والعیاذ باللہ من سوء الاعتقاد۔

پھر اس کے ساتھ ساتھ حضور اکرم ﷺ سے ''مطلق یعنی ہر قسم کے علم غیب'' کی عطا کی نفی کر کے صدہا آیات واحادیث کے انکار کے باعث ضروریات دین کا منکر ہونیکی وجہ سے کفر کی ایسی دلدل میں پھنس چکا ہے کہ جس سے اس باطل، مردود اور کفریہ عقیدے سے توبہ کیے بغیر نکلنا محال وممتنع ہے۔

معترض کو اس کفر کی دلدل میں اسکی من گھرٹ کفریہ تفسیر نے پھنسایا ہے جو اسنے اسی آیہ مقدسہ کے تحت اپنے ان الفاظ ''یہاں مطلق یعنی ہر طرح کے علم کی نفی ہو رہی ہے الخ'' سے کی ہے جو در حقیقت قرآن مقدس میں تحریف معنوی ہے اگر وہ اس آیہ مقدسہ کی وہی صحیح تفسیر اختیار کرتا جو مفسرین امت نے کی ہے کہ اس آیہ مقدسہ میں ''من فی السمٰوٰت والارض'' سے ذاتی واستقلالی علم غیب کی نفی ہے اور اسی ذاتی واستقلالی علم غیب

کا ذات باری تعالی کے ساتھ اختصاص ہے اور اسکی ذات کیلئے حصر ہے، تو نہ رب تعالی کیلئے کسی عطائی صفت کا اثبات لازم آتا اور نہ ہی حضور اکرم ﷺ سے عطائی علم غیب کی نفی لازم آتی اور معترض ہر قسم کے کفر کی دلدل میں پھنسنے سے محفوظ رہتا مگر حضور اکرم ﷺ کے حق میں علم عطائی کی نفی کے جنون نے اسے کفر در کفر کی ہلاکت گاہ میں چھلانگ لگانے پر مجبور کیا۔

اگر معترض یہ کہے کہ میں نے تو لکھا ہے ''یہاں مطلق علم یعنی ہر طرح کے علم کی نفی ہو رہی ہے'' جس میں ذاتی و عطائی دونوں داخل ہیں اور اسی کا رب تعالی کے اختصاص ہے تو پھر محض عطائی کا رب تعالی کے ساتھ کیسے اختصاص لازم آیا؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ اس صورت میں بھی وہی کفر لازم آیا کہ جب رب تعالی کیلئے ذاتی علم کے ساتھ عطائی بھی مان لیا تو اللہ تعالی سے (معاذ اللہ) کسی کو بلند مرتبہ مان لیا جس نے اللہ تعالی کو (معاذ اللہ) یہ صفت عطا کی اور اللہ تعالی کی صفات و کمالات میں سے کوئی ذرہ برابر بھی اگر عطائی مانا گیا تو اس سے شرک سے بڑھ کر کفر لازم آئے گا اور اگر معترض یہ کہے کہ میں یہ مانتا ہی نہیں کہ علم غیب عطائی بھی ہوتا ہے، بلکہ علم غیب کسی کو عطا نہیں کیا جا سکتا ،لہذا اس آیہ مقدسہ میں ''من فی السمٰوٰت والارض'' سے ذاتی علم غیب کی ہی نفی ہے اور ذاتی کا ہی رب تعالی کے ساتھ اختصاص ہے اور علم غیب عطائی کا وجود ہی نہیں ،تو اسکا جواب یہ ہے کہ یہ بھی بے شمار آیات و احادیث کا انکار ہونے کی وجہ سے خالص کفر ہے، کیونکہ صدہا آیات و احادیث متواترہ المعنی سے یہ ثابت ہے کہ رب تعالی نے اپنے پیاروں کو یہ وصف عطا فرمایا ہے، تو علم غیب یقیناً ان صفات میں سے ہے کہ غیر خدا کو بعطائے خدا مل سکتا ہے تو ذاتی اور عطائی کی طرف اس کا انقسام یقینی۔ یونہی محیط و غیر محیط کی طرف اسکی تقسیم بدیہی، اسمیں اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہونے کے قابل صرف ہر تقسیم کی قسم اول ہے یعنی علم ذاتی و علم محیط حقیقی۔

عطائی علم کا خدا تعالی کے ساتھ خاص ہونا تو در کنار خدا کے لئے محال قطعی ہے کہ دوسرے کے دیئے سے اسے علم حاصل ہو، پھر خدا تعالی کیلئے علم غیر محیط بھی محال قطعی ہے کہ جس میں بعض معلومات مجہول رہیں، پس علم غیب کے متعلق یہ کہنا کہ یہ وصف فقط ذاتی ہی ہوتا ہے رب تعالی کسی کو یہ علم عطا فرما ہی نہیں سکتا محض باطل ہے، اور قدرت خداوندی کا بھی انکار ہے۔

تو جب اس وصف کا عطائی ہونا بھی ثابت ہو گیا تو وہ عطائی علم مخلوق کے ساتھ ہی مختص ہوگا، واجب تعالی کے ساتھ کسی عطائی وصف کا اختصاص تو در کنار محض ثبوت بھی باطل و محال ہے۔

اور یہی مطلب ان تمام آیات و احادیث حصر کا ہے، کہ جن میں سے بعض مثلاً ''و عندہ مفاتیح الغیب لا یعلمها الا هو '' الآیۃ'ان الله عنده علم الساعة'' الآیۃ''لا تعلمهم نحن نعلمهم '' الآیۃ۔ معترض نے اپنے دعوی باطلہ کو ثابت کرنے کیلئے نقل کی ہیں کہ ان میں ذاتی و استقلالی علم غیب کا ذات باری تعالی کے ساتھ اختصاص ہے اور اسی کی دوسروں سے نفی کی گئی ہے، نہ عطائی علم کا واجب تعالی کے ساتھ اختصاص ہے اور نہ ہی دوسروں سے اسکی نفی، بلکہ عطائی علم کا واجب تعالی کے لیے ثبوت ہی باطل و محال ہے۔

پس نصوص حصر یعنی جن آیات و احادیث میں ارشاد ہوا ہے کہ علم غیب خاصۂ خدا ہے ،مولی عزوجل کے سوا کوئی نہیں جانتا، قطعا حق اور بحمد اللہ مسلمان کا ان پر ایمان ہے مگر منکر متکبر کا اپنے دعوی باطلہ پر ان سے استدلال کرنا اور اسکی بناء پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم ما کان و ما یکون بمعنی مذکور ماننے والے پر حکم شرک جڑنا، نص جنون اور خام خیال ہے بلکہ خود شرک سے کئی گناہ زائد مستلزم و کفر و ضلال ہے، خلاصہ یہ ہے کہ علم غیب باعتبار منشا دو قسم ہے

۱) ذاتی: کہ اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو
۲) عطائی: کہ اللہ عزوجل کا عطیہ ہو، اور باعتبار متعلق بھی دو قسم ہے
۱) علم مطلق یعنی محیط حقیقی، تفصیلی فعلی فراوانی کہ جمیع معلومات الہیہ عزوجل کو جن میں غیر متناہی معلومات کے سلاسل، وہ بھی غیر متناہیہ، اور وہ بھی غیر متناہی بار داخل اور خود کنہ ذات الہی واحاطۂ تام صفات الہیہ نامتناہی، سب کو شامل، فرداً فرداً تفصیلا مستغرق ہو۔
۲) مطلق علم یعنی جاننا، اگر محیط باحاطۂ حقیقیہ نہ ہو۔
ان تقسیمات میں پہلی پہلی قسم یعنی علم ذاتی وعلم مطلق یعنی بمعنی مذکور، بلا شبہ اللہ عزوجل کے لئے خاص ہے اور ہرگز کسی غیر خدا کے لئے ان کے حصول کا کوئی بھی قائل نہیں ہے

-

علم ما کان و ما یکون بمعنی المسطور فی التحریر السابق کیسا ہی تفصیلی بروجہ اتم واکمل ہو علوم محمدیہ کی وسعت عظیمہ کو نہیں پہنچتا۔
پھر علوم الہیہ تو علوم الہیہ ہیں، اور مطلق علم بمعنی مذکور ہرگز حضرت حق جل وعلا کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ اسکی قسم عطائی تو مخلوق ہی کے ساتھ خاص ہے، اللہ عزوجل کا علم، عطائی ہونے سے پاک ہے، تو نصوص حصر میں وہی قسم اول ہی مراد ہوسکتی ہے نہ کہ قسم اخیر، اور بداہۃ ظاہر کے علم تفصیلی جملہ ذارت ما کان و ما یکون بمعنی مزبور بلکہ اس سے ہزار در ہزار ازیدوافزوں علم بھی کہ بعطائے الہی مانا جائے، اسی قسم اخیر سے ہوگا۔
تو نصوص حصر کو معترض کے دعوی سے اصلا مس نہیں، بلکہ وہ اس کی صریح جہالت پر نص ہیں، کذا قالہ امام اہل السنۃ فی فتاوٰہ وللہ الحمد۔
اور یہ معنی یعنی علم کی مذکورہ تقسیم باوجود اسکے کہ خود بدیہی وواضح ہے، آئمہ دین بالخصوص آئمہ حدیث نے اسکی تصریح فرمائی ہے۔
عظیم محدث امام اجل ابوزکریا نووی رحمہ اللہ متوفی ۶۷۶ھ (صاحب شرح صحیح مسلم و

ریاض الصالحین، والاربعین والفتاوی وغیرہا) اپنے فتاوی میں ارشاد فرماتے ہیں
"مسئلة :ما معنی قوله تعالی: قل لا یعلم من فی السمٰوٰت و الارض الغیب الا الله (النمل ٦٥) و قول النبی علیه السلام: "لا یعلم ما فی غدالا الله" واشباه هذا من القرآن والحدیث مع انه قد وقع علم ما فی غد فی معجزات الانبیاء صلوات الله علیهم وسلامه و فی کرامات الاولیاء رضی الله عنهم اجمعین ؟الجواب:معناه لا یعلم ذلک استقلالا و علم احاطة بکل المعلومات الا الله و اما المعجزات و الکراما ت فحصلت باعلام الله تعالی للانبیاء والاولیاء
(فتاوی الامام النووی ص ٢٥٠ ،باب فی التفسیر)

سوال: رب تعالی کے اس ارشاد "تم فرماؤ غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ" (النمل ٦٥) اور حضور ﷺ کے اس ارشاد "کل کیا ہوگا اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا" اور اس قسم کی (اللہ تعالی کے ساتھ علم غیب کے ساتھ اختصاص پر دلالت کرنے والی) آیات قرانیہ اور احادیث نبویہ علی صاحبہا افضل الصلوات واکمل التحیات کا کیا معنی ہے؟ حالانکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات اور اولیاء کرام کی کرامات میں کل کیا ہوگا اس بات کا علم واقع ہے۔ جواب: مذکورہ آیات واحادیث میں غیر خدا سے علم غیب کی نفی کا یہ معنی ہے کہ استقلالاً علم غیب یعنی اپنی ذات سے کسی اور کے بتائے بغیر غیب کا علم اور ایسا علم کہ جمیع معلومات الہیہ (جو کہ غیر متناہی بالفعل ہیں) کو محیط ہو جائے ،اللہ تعالی کے سوا کسی کو نہیں ہے۔

رہا انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات میں غیب کا علم اور اولیاء کرام کی کرامات میں غیب کا علم،تو یہ غیب کا علم تو اللہ تعالی نے ان کو دیا ہے اور اس کی عطاء سے انہیں حاصل ہوا ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے مذکورہ سوال کے جواب میں کیسے واضح انداز میں اس امر کی صراحت فرمائی ہے کہ علم غیب دو قسم ہے ذاتی و استقلالی ،عطائی کہ اللہ تعالی کی عطا اور اعلام سے ہو، یہ تقسیم منشاء علم کے اعتبار سے ہے،اور دوسری متعلق کے اعتبار سے تقسیم فرمائی، جسمیں بھی علم کی دو ۲ قسمیں ہوئیں ،۱) وہ علم جو جمیع معلومات الہیہ کو محیط ہو اور معلومات الہیہ غیر متناہی بالفعل ہیں

۲) وہ علم جو جمیع معلومات الہیہ کو محیط نہ ہو۔اور امام نووی رحمہ اللہ نے صراحت فرمادی کہ تمام آیات حصر میں اور یونہی تمام احادیث حصر میں کہ جن میں رب تعالی کے ساتھ علم غیب کا اختصاص بیان ہوا ہے اور غیر خدا سے علم غیب کی نفی کی گئی ہے، علم غیب کی دونوں تقسیموں میں سے پہلی پہلی قسم یعنی علم غیب ذاتی و استقلالی اور محیط حقیقی غیر متناہی بالفعل اللہ تعالی کے ساتھ خاص ہے اور علم عطائی و غیر محیط جو جمیع معلومات الہیہ کے غیر متناہی ہیں کو محیط نہ ہو، مخلوق کیلئے ہے، کہ اللہ تعالی اپنے پیاروں میں سے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے، اور علم ما کان و ما یکون کہ جس کے حضور ﷺ کو عطا فرمائے جانے کے اہل حق قائل ہیں، بھی اسی دوسری قسم یعنی علم عطائی اور غیر محیط یعنی علم متناہی ہی سے ہے کہ ما کان و ما یکون خود دو حدیں ہیں اور جو حدود کے اندر محدود ہو وہ متناہی ہوتا ہے جب کہ رب تعالی کا علم ذاتی ہے اور غیر متناہی ہے وہ کسی حد کے اندر بند نہیں ہے۔

اسی طرح خاتمۃ المحدثین شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر الھیتمی المکی المتوفی ۹۷۴ھ اپنے فتاوی ''الفتاوی الحدیثیہ'' میں ارشاد فرماتے ہیں

''ثم اعلام الله تعالى للانبياء والاولياء ببعض الغيوب ممكن لا يستلزم محالا بوجه فانكار وقوعه عناد و من البداهة انه لا يودى الى مشاركتهم له تعالى فيما تفرد به من العلم الذى تمدح به واتصف به فى الازل و ما لا يزال و ما ذكرناه فى الاية(قل لا يعلم من فى

السموٰت و الارض الغیب الا الله. النمل ٦٥)صرح به النووی رحمه الله تعالی فی فتاویه فقال معناها لا یعلم ذالک استقلالاو علم احاطة بکل المعلومات الا الله، و اما المعجزات و الکرامات وفباعلام الله لهم علمت و کذا ما علم اجراء العادة انتهی کلامه

(الفتاوی الحدیثیه ،مطلب فی حکم ما اذا قال قائل فلان یعلم الغیب، صفحه ۴۱۱،۴۱۲)

پھر اللہ تعالیٰ کا انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کو بعض غیوب کا علم عطا فرمانا ممکن ہے اور یہ کسی وجہ سے محال کو مستلزم نہیں اور اسکے وقوع کا انکار محض عناد ہے اور یہ بات تو بدیہیات میں سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے انبیاء و اولیاء کیلئے علم غیب کا وقوع ماننا، انہیں اللہ تعالیٰ کی صفت علم غیب کہ جس کے ساتھ وہ متفرد ہے اور جس کے ساتھ اس نے اپنی مدح کی ہے اور وہ ازل سے ابد تک جس کے ساتھ متصف ہے، میں شریک ٹھہرانے کو مستلزم نہیں اور اس آیہ مقدسہ (فرمادو جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں غیب نہیں جانتے مگر اللہ) کے متعلق جو وضاحت ہم نے ذکر کی ہے اور اسکا جو معنی ہم نے بیان کیا ہے اسکی صراحت امام نووی رحمہ اللہ نے اپنے فتاوی میں فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ اس آیہ مقدسہ (قل لا یعلم من فی السموٰت والارض الغیب الا الله .النمل ٦٥) میں غیر خدا سے علم غیب کی نفی کا معنی یہ ہے کہ استقلالا یعنی کسی کے بتائے بغیر خود بخود غیب جاننا اور ایسا علم کہ جمیع معلومات الہیہ کو محیط ہو جائے ، یہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں ہے رہا انبیاء کرام علیہم السلام کے معجزات اور اولیاء کرام کی کرامات میں غیب کا علم تو یہ اللہ تعالیٰ کی عطا اور اس کے بتانے سے انہیں حاصل ہوا ہے اور یہی حال ان امور کا ہے کہ اجرائے عادت کے ساتھ جن کا علم ہوتا ہے"

یہی امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ فتاوی حدیثیہ ہی میں ارشاد فرماتے ہیں

"ولا ینافی ما تقرر من اطلاع الاولیاء علی بعض الغیوب ،الآیتان المذکورتان

(الفتاوی الحدیثیه ص ۱۱۴) اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالی کو بعض غیوب کا علم عطا فرمایا جانا جو کہ اپنی جگہ ثابت و متقرر ہے اسکے یہ دونوں آیتیں (قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا الله اور آیہ مقدسہ "عالم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا) منافی نہیں ہیں۔

اسکے بعد ان دونوں آیات کے مذکورہ عطائی علم غیب کے منافی نہ ہونے کی وجہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں

"و وجه عدم المنافاة ان علم الانبیاء و الاولیاء انما هو باعلام الله لهم ،وعلمنا بذالک انما هو باعلامهم لنا و هذا غیر علم الله تعالی الذی تفرد به و هو صفة من صفاته القدیمة الازلیةالدائمة الابدیة المنزهة عن التغیر و سمات الحدوث و النقص و المشارکة والانقسام بل هو علم واحد علم به جمیع المعلومات کلیاتیها و جزئیاتها ما کان و مایکون، او یجوز ان یکون لیس بضروری ولا کسبی ولاحادث بخلاف علم سائر الخلق" (الفتاوی الحدیثیه ۱۱۴)

مذکورہ دونوں آیتوں کی اولیاء کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کو بعض غیوب کا علم عطا فرمائے جانے کے ساتھ منافات نہ ہونیکی وجہ یہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رحمہم اللہ کا علم غیب اللہ تعالی کے انہیں یہ علم عطا فرمانے کی وجہ سے ہوتا ہے اور ہمارا ان امور کو جاننا ان کے ہمیں بتانے کے سبب ہوتا ہے اور یہ علم غیب اللہ تعالی کا وہ علم نہیں جس کے ساتھ وہ متفرد ہے اور اسکی ان صفات میں سے ہے جو قدیمہ، ازلیہ، دائمہ، ابدیہ ہیں اور تغیر و تبدل، سمات حدوث و نقص، مشارکت اور انقسام سے منزہ و پاک ہیں بلکہ اللہ تعالی

کی صفت علم وہ ایک ہی علم ہے جس کے ساتھ جمیع معلومات کلیہ جزئیہ، جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا، اور جس کے ہونے کا امکان ہے سب کو جانتا ہے اس کا علم نہ بدیہی ہے نہ کسبی اور نہ ہی حادث ہے، برخلاف تمام مخلوق کے کہ ان کا علم ایسا نہیں ہے"۔

اگر معترض میں کوئی دم خم ہے تو ان دو جلیل القدر دین کے اماموں یعنی امام نووی اور امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالیٰ جو کہ بالخصوص آئمہ حدیث میں سے ہیں، پر شرک کا حکم لگائے، اور انہیں بھی (معاذ اللہ) مشرک کہہ دے کیونکہ اس کے نزدیک تو اس آیہ مقدسہ "قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ" میں غیر خدا سے مطلقا ہر قسم کے علم کی نفی ہے، یعنی جس طرح مخلوق میں سے کسی کو ذاتی علم نہیں ہے، عطائی بھی نہیں ہے، اور کسی کو ذرہ برابر علم غیب بھی عطا ہی نہیں کیا جا سکتا، اگر کسی نے اللہ کی عطا سے بھی کسی کیلئے ذرہ برابر بھی علم غیب عطا کیا جانا مانا تو وہ مشرک ہو گیا، جبکہ مذکورہ دونوں جلیل القدر امام علم غیب کی ذاتی اور عطائی کیطرف تقسیم کر رہے ہیں اور ذاتی علم غیب کا رب تعالی کے ساتھ اختصاص ثابت کر رہے ہیں اور علم غیب عطائی کا مخلوق کے ساتھ اختصاص بتا رہے ہیں، جبکہ معترض اسے شرک بتا رہا ہے تو معترض کے دھرم میں وہ کیونکر مسلمان رہ گئے۔

پھر یہ دونوں جلیل القدر امام صرف حضور اکرم ﷺ کیلئے ہی نہیں بلکہ جمیع انبیاء کرام علیہم السلام و اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالی کے لئے بھی علم غیب عطا کیا جانا ثابت کر رہے ہیں، اور امام ابن حجر رحمہ اللہ تعالی تو صراحۃً کہہ رہیں ہیں کہ ان سب کیلئے اللہ تعالی کی عطا سے علم غیب کا وقوع نہ ماننا عناد ہے۔ اور جو معترض اسے شرک سمجھتا ہے تو اس کا یہ جواب دے رہے ہیں کہ اسے شرک سمجھنا بداھۃً باطل ہے، اور واضح الفاظ میں فرما رہے ہیں کہ (آیات حصر اور احادیث حصر میں) جس علم غیب کا ذات باری تعالی کے ساتھ اختصاص بیان کیا گیا ہے اور دوسروں سے اسکی نفی کی گئی ہے وہ علم ذاتی، قدیم، ازلی

،ابدی اور غیر متناہی ہے، جبکہ مخلوق کا علم ہرگز ایسا نہیں ہے بلکہ وہ رب تعالی کے علم کے برعکس عطائی، حادث اور متناہی ہے، پس انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء عظام رحمہم اللہ کیلئے ایسے علم کا وقوع ماننے میں شرک تو درکنار شرک کا شائبہ بھی نہیں ہوسکتا، بلکہ ان کے لئے مذکورہ علم غیب عطا کیے جانے کا انکار کرنا عناد کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

اسی لیے امام اہل السنۃ اعلی حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

''افسوس کہ ان شرک فروش اندھوں کو اتنا نہیں سوجھتا کہ علم الہی ذاتی ہے، اور علم خلق عطائی، وہ واجب یہ ممکن، وہ قدیم یہ حادث، وہ نامخلوق یہ مخلوق، وہ نامقدور یہ مقدور، وہ ضروری البقاء یہ جائز الفناء، وہ ممتنع التغیر یہ ممکن التبدل ان عظیم تفرقوں کے بعد احتمال شرک نہ ہوگا مگر کسی مجنون کو۔

بصیرت کے اندھے اس علم ما کان و ما یکون بمعنی مذکور ثابت جاننے کو معاذ اللہ علم الہی سے مساوات مان لینا سمجھتے ہیں، حالانکہ العظمۃ للہ علم الہی تو علم الہی جس میں غیر متناہی علوم تفصیلی فراوانی کے غیر متناہی، سلسلے غیر متناہی، یا وہ جسے گویا حساب کے طور پر غیر متناہی کا مکعب کہئے، بالفعل و بالدوام ازلاً ابداً موجود ہیں۔ یہ شرق تا غرب سماوات و ارض وعرش تا فرش و ما کان و ما یکون من اول یوم الی آخر الایام سب کے ذرے ذرے کا حال تفصیلا جاننا و بالجملۃ جملہ مکتوبات لوح ومکنونات قلم کو تفصیلاً محیط ہونا علوم محمد رسول اللہ ﷺ سے ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہے، یہ تو ان کے طفیل سے ان کے بھائیوں حضرات مرسلین کرام علیہ وعلیہم السلام بلکہ انکی عطا سے ان کے غلاموں، بعض اولیاء عظام قدست اسرارہم کو ملا، اور ملتا ہے ہنوز علوم محمدی میں وہ بحار ذخارنا پیدا کنار ہیں جن پر انکی افضلیت کلیہ اور افضلیت مطلقہ کی بناء ہے، اللہ تعالی کی بے شمار رحمتیں امام اجل محمد بوصیری شرف الحق والدین رحمہ اللہ تعالیٰ پر، کہ قصیدہ بردہ شریف میں فرماتے ہیں۔

فان من جودک الدنیا و ضرتها　　ومن علومک علم اللوح و القلم

یعنی یارسول اللہ! دنیاوآخرت دونوں حضور اکرم ﷺ کے خوان جودوکرم سے ایک ٹکڑا ہیں اورلوح وقلم کا تمام علم جن میں ما کان وما یکون مندرج ہے حضور اکرم ﷺ کے علوم سے ایک حصہ ہے۔

صلی اللہ علیک وسلم وعلی آلک وصحبک وبارک وسلم

ملاعلی القاری علیہ رحمۃ الباری ''زبدۃ شرح بردہ'' میں فرماتے ہیں

''توضیحه ان المراد بعلم اللوح ما اثبت فیه من النقوش القدسیة و الصور الغیبیة و بعلم القلم ما اثبت فیه کما شاء والاضافة لادنی ملا بسة و کون علمهما من علومه ﷺ ان علومه تتنوع الی الکلیات والجزئیات و حقائق ومعارف و عوارف تتعلق بالذات و الصفات و علمهما انما یکون سطرا من سطورعلمه ونهرا من بحور علمه ثم مع هذا هو من برکة وجوده ﷺ ''(الزبدة العمدةفی شرح البردة، ص: ۱۱۷)

یعنی امام بوصیری رحمہ اللہ تعالی کے مذکورہ ارشاد کی توضیح یہ ہے کہ علم لوح سے مراد وہ نقوش قدسیہ اورصورغیبیہ ہیں جواسکے اندرثبت ہیں اورعلم قلم سے مراد وہ امور ہیں کہ اللہ تعالی نے جیسے چاہاانہیں قلم میں ثبت فرمایاہے،ان دونوں کی طرف علم کی اضافت ادنی ملابست کیوجہ سے ہے اوران دونوں میں جوعلوم ثبت ہیں ان کا علوم محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰت واکمل التحیات سے ایک پارہ ہونا اس لئے ہے کہ حضور ﷺ کے علوم ان متعددانواع کی طرف منقسم ہیں یعنی علوم کلیات وعلوم جزئیات وعلوم حقائق اشیاءواسرارخفیہ اوروہ علوم اورمعرفتیں جن کا تعلق ذات وصفات حق جل وعلا سے ہے ،اورلوح قلم کے جملہ علوم ،علوم محمدیہ کی سطروں میں سے ایک سطر،اوران کے دریاؤں

میں سے ایک نہر ہیں پھر بایں ہمہ وہ حضور ﷺ کے وجود کی ہی برکت سے ہیں۔
منکرین کو صدمہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کیلئے روز اول سے قیامت تک کے تمام ما کان و ما یکون کا علم تفصیلی مانا جاتا ہے لیکن بحمد اللہ وہ جمیع علم ما کان و ما یکون علوم محمد رسول اللہ کے عظیم سمندروں میں سے ایک نہر، بلکہ بے پایاں موجوں میں سے ایک لہر قرار پاتا ہے (فتاوی رضویہ جلد ۲۹، صفحہ ۵۰۲)

معترض صاحب! تمہارے نزدیک تو فقط حضور اکرم ﷺ کیلئے بعطائے الہی ما کان و ما یکون کا علم ماننے والا بھی مشرک ہے، امام اجل شرف الحق والدین محمد بوصیری اور عظیم محدث و مفسر و امام ملا علی قاری رحمہما اللہ تعالی کے متعلق کیا حکم ہے، وہ تو اس سے کئی گناہ زائد علم حضور اکرم ﷺ کیلئے مان رہے ہیں، اور لوح و قلم کے تمام علوم جن میں ما کان و ما یکون کا مندرج ہونا تو خود معترض کو بھی تسلیم ہے انہیں حضور اکرم ﷺ کے علوم کی سطور میں سے ایک سطر اور آپکے علم کے سمندروں میں سے ایک نہر قرار دے رہے ہیں، تم تو کہتے تھے کہ یہ آئمہ دین بالخصوص آئمہ حدیث میں سے کسی کا عقیدہ نہیں ہے۔ کیا امام بوصیری اور ملا علی قاری آئمہ دین اور آئمہ حدیث میں سے نہیں ہیں؟ تمہارے نزدیک تو یہ صرف بدیوانی علماء کا عقیدہ ہے، کیا امام بوصیری اور ملا علی قاری بدیوانی علماء میں سے ہیں؟ معترض صرف یہی نہیں کہ قرآن و حدیث سے جاہل ہے، علم اسماء الرجال کی بھی اسے ہوا تک نہیں لگی، کہ حضور اکرم ﷺ کیلئے بعطائے الہی علم ما کان و ما یکون ماننے والے ہر دور کے تمام آئمہ دین، مفسرین و محدثین کو وہ بدیوانی علماء ہی سمجھتا ہے۔

ہنوز طفلی و از نوش و نیش بے خبری   از علم غیر چہ؟ از جہل خویش بے خبری

معترض نے اپنی کج فہمی کی بناء پر جن آیات و احادیث سے حضور اکرم ﷺ کیلئے عطائی علم غیب کی نفی ثابت کرنے کیلئے استدلالات فاسدہ کیے ہیں اگر اس کے اندر سمجھ نام کی

کوئی ذرہ برابر بھی شئ ہے تو ان آیات واحادیث کے صحیح معانی ومطالب سمجھنے کیلئے جن دو جلیل القدر اماموں یعنی امام نووی اور امام ابن حجر مکی رحمہما اللہ تعالی کے جوارشادات ہم نے نقل کر دیئے ہیں وہی کافی ووافی ہیں، مگر ہم معترض کی جہالت دور کرنے اور احقاق حق، اور ابطال باطل کیلئے اس پر دیگر آئمہ دین، مفسرین، محدثین اور علمائے ربانین کے بھی کچھ حوالہ جات پیش کرتے ہیں اس امید پر کہ شاید معترض کو قرآن وحدیث کی ان نصوص کی صحیح سمجھ آجائے، جن سے وہ بزعم خویش اپنا باطل عقیدہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا رہا، اور ان کی من گھڑت اور من مانی غلط تشریحات کرنے میں مبتلا رہا، اور شاید وہ ان آیات واحادیث کے صحیح معانی ومطالب جو آئمہ دین اور جلیل القدر مفسرین ومحدثین سمجھاتے چلے آرہے ہیں، انہیں سمجھ کر اپنے باطل عقیدہ سے توبہ کر کے راہ راست پر آجائے وما التوفیق الا باللہ۔

۱: عمدۃ المدققین علامہ سید محمود آلوسی بغدادی متوفی ۱۲۷۰ھ قدس سرہ العزیز تفسیر روح المعانی میں اس آیہ مقدسہ "قل لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب الا اللہ" النمل ۶۵) کے تحت ارشاد فرماتے ہیں

"ولعل الحق ان يقال ان علم الغيب المنفی عن غيره جل و علا هو ما كان للشخص لذاته ای بلا واسطة فی ثبوته له و هذا مما لا يعقل لاحد من اهل السمٰوٰت والارض لمكان الامكان فيهم ذاتا و صفة و هو يابى ثبوت شئى لهم بلا واسطة و لعل فی التعبير عن المستثنىٰ منه بمن فى السمٰوٰت والارض اشارة الى علة الحكم و ما وقع للخواص ليس من هذا العلم المنفی فی شئى ضرورة انه من الواجب عزوجل افاضه عليهم بوجه من وجوه الافاضة فلا يقال انهم علموا الغيب بذالک المعنی ومن قاله كفر قطعا ،وانما يقال اظهروا او اطلعو بالبناء للمفعول

على الغيب او نحو ذالک مما يفهم الواسطة فی ثبوت العلم لهم

(تفسير روح المعانی جزء ٢٠، ص ١١، ج ١١)

حق بات امید ہے کہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کے غیر سے جس علم غیب کی نفی کی گئی ہے، یہ وہ علم ہے، جو کسی شخص کیلئے ذاتی ہو یعنی اس شخص کیلئے اس علم کے ثبوت میں کوئی واسطہ نہ ہو اور یہ علم یعنی ذاتی اور بلا واسطہ تمام زمین والوں اور آسمانوں والوں میں سے کسی کیلئے بھی ممکن نہیں کیونکہ وہ سب کے سب ذاتا اور صفۃ ممکنات ہیں لہذا ان کیلئے کسی شئی کا ثبوت بھی بالذات اور بلا واسطہ نہیں ہو سکتا اور شاید مستثنی منہ کو ''من فی السمٰوٰت والارض'' کیساتھ تعبیر کرنے میں اسی علت حکم کی طرف اشارہ ہے اور وہ علم غیب جو خواص کو حاصل ہوتا ہے، یہ قطعا وہ علم نہیں جس کی غیر خدا سے نفی کی گئی ہے، کیونکہ وہ علم غیب تو انہیں اللہ تعالی کی عطا سے حاصل ہوا ہے، جسے اللہ تعالی نے افاضہ کے طرق میں سے کسی طریقہ سے ان پر فیضان فرمایا ہے، لہذا یہ نہیں کہا جائیگا کہ انہیں بالذات اور بلا واسطہ علم غیب ہے جو ایسا کہے گا قطعا کافر ہو جائے گا، بلکہ یوں کہا جائے گا کہ ان پر غیب ظاہر کیا گیا اور انہیں غیب کا علم عطا کیا گیا یعنی اسے مبنی للمفعول کے صیغوں کے ساتھ تعبیر کیا جائے گا یا ایسی عبارت کے ساتھ تعبیر کیا جائے گا جس سے یہ سمجھ آئے کہ ان کیلئے غیب کے علم کا ثبوت بالواسطہ ہے اور اللہ تعالی کی عطا سے ہے۔

٢) الشیخ الامام احمد بن عمر بن محمد نجم الدین الکبری المتوفی ٦١٨ھ قدس سرہ العزیز اپنی مایہ ناز تفسیر ''التاویلات النجمیہ'' میں اسی آیہ مقدسہ کے تحت فرماتے ہیں

''يشير الى ان للغيب مراتب غيب هو غيب اهل الارض فی الارض و السماء و للانسان امكان تحصيل علمه هو نوعان احدهما ما غاب عنک فی ارض الصورة وسمائها ففی الارض مثل غيبة شخص عنک او غيبة امر من الامور و لک امكان احضار الشخص والاطلاع على

الامر الغائب وفی السماء مثل علم النجوم والهیئة ولک امکان تحصیله بالتعلم و انکان غائباً عنک و ثاینهما ما غاب عنک فی ارض المعنیٰ وهی ارض النفس فان فیها مخبئات من الاوصاف والاخلاق مما هو غائب عنک کیفیة و کمیة ولک امکان الوقوف علیها بطریق المجاهدة والریاضة والذکر والفکروسماء المعنی وهو سماء القلب فان فیها مخبئات من العلوم والحکم والمعانی مما هو غائب عنک و لک امکان الوصول الیه بالسیر عن مقاما ت النفس والسلوک فی مقامات القلب ،وغیب ،هو غیب اهل الارض فی الارض والسماء ایضاً ولیس للانسان امکان الوصول الیه الا بارادة الحق تعالی کما قال تعالیٰ'سنریهم آیاتنافی الآفاق و فی انفسهم حتیٰ یتبین لهم انه الحق "(فصلت: ۵۳)وغیب هوغیب اهل السماء فی السماء والارض لیس لهم امکان الوصول الیه الا بتعلیم الحق تعالی مثل الاسماء کما قال تعالی 'انبئونی باسماء هؤلاء ان کنتم صٰدقین قالو سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا" (البقره ۳۱،۳۲) و من ههنا تبین لک ان الله تعالی قد کرم آدم بکرامة لم یکرم بها الملئکة و هو اطلاعه علی المغیبات لم یطلع علیها الملئکة و ذالک بتعلیمه علم الاسماء کلها و غیب هو مخصوص با لحضرة ولا سبیل لاهل السمٰوٰات والارض الی علمه الا لمن ارتضی له کما قال "فلا یظهر علی غیه احداً الا من ارتضی من رسول" (الجن ۲۶. ۲۷) و بهذا یستدل علی فضیلة الرسل علی الملئکة لان الله استخصهم باظهارهم علی غیبه دون الملئکة وبهذا اسجد هم لآدم لانه کان مخصوصا باظهار الله ایاه علی غیبه

ولذالک قال رسول الله ﷺ ان الله خلق آدم فتجلی فیه و غیب استأثر الله بعلمه" (التاویلات النجمیه جلد ۴، صفحه ۳۴۲،۳۴۳)

اس آیہ مقدسہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ غیب کے کچھ مراتب ہیں وہ غیب جو اہل زمین کیلئے زمین وآسمان میں غیب ہے، اور انسان کیلئے اس کا علم حاصل کر لینا ممکن ہے وہ دو قسمیں ہیں ان میں سے پہلی قسم وہ غیب ہے جو تجھ سے صورت کی زمین وآسمان میں پوشیدہ ہے، پس زمین میں پوشیدگی کی مثال یہ ہے کہ جیسے کوئی شخص تجھ سے پوشیدہ ہو جائے، یا امور میں سے کوئی امر پوشیدہ ہو جائے اور تیرے لئے اس شخص کا حاضر کرنا بھی ممکن ہے اور اس امر غائب پر مطلع ہونا بھی ممکن ہے۔ اور آسمان صوری میں غیب کے علم کی مثال جیسے علم نجوم اور علم ھئیت، اگر چہ یہ امور تجھ سے غائب ہیں مگر تیرے لئے تعلم کے ذریعے سے انکا علم حاصل کرنا ممکن ہے، اور دوسری قسم وہ ہے جو ارض معنی یعنی ارض نفس میں غائب ہے، کیونکہ نفس کے اندر کچھ امور پوشیدہ ہیں، یعنی اس کے وہ اخلاق واوصاف جو تجھ سے کیفیت وکمیت کے اعتبار سے غائب ہیں اور تیرے لئے مجاہدہ ریاضت اور ذکر وفکر کے طریق سے ان پر واقفیت پالینا ممکن ہے اور کچھ وہ امور غیبیہ ہیں جو سماء معنی میں پوشیدہ ہیں جو کہ سماء قلب ہے کیونکہ اس کے اندر بھی کچھ امور پو شیدہ ہیں یعنی وہ علوم، حکم اور معانی جو تجھ سے غائب ہیں اور تیرے لئے مقامات نفس کی سیر اور مقامات قلب میں سلوک کے ذریعے ان تک پہنچنا ممکن ہے۔ ۲) وہ غیب جو اہل زمین کیلئے زمین وآسمان میں ہی غائب ہے مگر حق تعالی کے اس تک پہنچائے بغیر انسان کا اس تک حصول ناممکن ہے، جیسا کہ رب تعالی ارشاد فرماتا ہے "ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں یہانتک کہ ان پر کھل جائے گا کہ بے شک وہ حق ہے" (حم السجدة ۵۳)

۳) وہ غیب جو آسمان والوں کیلئے زمین وآسمان میں غیب ہے اور ان کیلئے حق تعالی کی

تعلیم کے بغیر اس تک وصول ناممکن ہے، جیسے اسماء ہیں کہ رب تعالی نے فرشتوں سے ارشاد فرمایا "سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ وہ بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا (البقرہ ۳۲)" اور یہاں سے تیرے لئے یہ بات خوب ظاہر ہوگئی کہ اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو ایسی کرامت کے ساتھ مکرم فرمایا جس سے فرشتوں کو مکرم نہیں فرمایا، اور وہ اللہ تعالی کا حضرت آدم علیہ السلام کو ان غیوب کا علم عطا فرمانا ہے، جن پر فرشتوں کو مطلع نہیں فرمایا اور وہ اللہ تعالی کا حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اسماء کا علم سکھانا ہے۔

۴، وہ غیب جو حضرت الہیہ کے ساتھ مخصوص ہے، آسمان والوں اور زمین والوں میں سے کسی کو اس غیب کے علم کیطرف کوئی راہ نہیں سوائے انکے جنہیں اللہ تعالی نے اس کے لئے چن لیا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے "وہ اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے (سورۃ جن ۲۷،۲۶)" اور یہیں سے رسولوں کی فرشتوں پر فضلیت پر استدلال کیا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالی نے فرشتوں کے علاوہ رسولوں کو اپنے غیب پر مسلط کرنے کے ساتھ مختص فرمایا ہے اسی لئے اللہ تعالی نے فرشتوں سے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کروایا کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام اس بات کے ساتھ مختص تھے کہ اللہ تعالی نے انہیں اپنے غیب پر مسلط فرمادیا تھا، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "بے شک اللہ تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور ان کے اندر تجلی فرمائی۔

۵: وہ غیب جو ذات باری تعالی کے ساتھ مختص ہے'

یعنی وہ علم غیب جو مخلوق میں سے کسی کو حاصل نہیں ہوسکتا یہ ذات باری تعالی کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ علم غیب ذاتی غیر متناہی بالفعل تفصیلی ہے جیسا کہ ہم پہلے اسکی وضاحت کرچکے ہیں۔

صاحب تاویلات نجمیہ شیخ نجم الدین کبریٰ رحمہ اللہ تعالی نے مذکورہ آیہ مقدسہ کی کیسی نفیس تفسیر فرمائی اور علم غیب کے مراتب کیسے خوب کھول کر بیان فرمائے اور آیہ مقدسہ میں جس علم غیب کی غیر خدا سے نفی کی گئی ہے اور خدا تعالی کے ساتھ اسکا اختصاص بیان فرمایا گیا ہے اور جس علم غیب کی غیر خدا سے نفی نہیں اور اللہ تعالی کی عطا سے اسے حاصل ہوتا ہے ،ان کے درمیان ایسا خوب فرق واضح فرمایا کہ اگر اب بھی معترض کو اس آیہ مقدسہ کا صحیح معنی سمجھ نہ آئے ،اور وہ اسے عطائی علم غیب کی نفی پر دلیل بناتا پھرے تو پھر اسکی جہالت و بدعقیدگی اور کج فہمی کا علاج بہت مشکل ہے۔

مذکوہ آیہ مقدسہ کے تحت یہی تفسیر علامہ اسماعیل حقی رحمہ اللہ تعالی نے تفسیر روح البیان میں تاویلات نجمیہ کے حوالہ سے نقل فرمائی ہے ملاحظہ ہو تفسیر روح البیان جلد ٦ ،صفحہ ٣٦٧ ،مطبوعہ بیروت۔

یادرہے یہ وہی تفسیر روح البیان ہے جس کا معترض نے اپنی سابقہ تحریر میں حوالہ دیا ہے اور اسکے تفسیری قول سے استدلال کیا ہے۔

پس اگر معترض کے نزدیک یہ تفسیر معتبر ہے تو پھر مذکورہ آیہ مقدسہ کی تفسیر میں صاحب روح البیان نے تاویلات نجمیہ کے حوالہ سے جو کچھ نقل فرمایا ہے اسے بے چون و چرا تسلیم کر لے اور اپنے باطل عقیدے سے توبہ کر کے راہ راست پر آجائے اور اگر اسکے نزدیک یہ تفسیر معتبر نہیں تو پھر اسکی سابقہ تحریر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے علم غیب عطائی کی نفی کرنے کیلئے اس سے استدلال بھی باطل ہے،آخر جب یہ تفسیر معترض کے نزدیک معتبر ہی نہیں تو کس منہ سے اس سے استدلال کرتا ہے؟

۳: بیہقی دوراں علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ اسی آیہ مقدسہ کے تحت تفسیر مظہری میں ارشاد فرماتے ہیں۔

"قل یا محمد فی جوابھم لا یعلم من فی السمٰوٰت من الملئکۃ و من

فی الارض من الجن والانس و الانبیاء علیهم السلام من موصول او موصوف الغیب یعنی ما غاب عن مشاعرهم و لم یقم علیه دلیل عقلیٌ الا الله لکن الله یعلم ما غاب عنهم و غیره تعالی لا یعلم الا باعلامه(تفسیر مظهری جلد ۷،صفحه ۱۲۸)

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان مشرکین کے جواب میں ارشاد فرما دیں، کہ جو آسمانوں میں ہیں یعنی فرشتے اور جو زمین میں ہیں یعنی جن، انسان اور انبیاء کرام علیہم السلام اللہ کے علاوہ غیب یعنی جو کچھ ان کے مشاعر سے پوشیدہ ہے اور اس پر کوئی عقلی دلیل بھی قائم نہیں نہیں جانتے لیکن جو کچھ ان سے غیب ہے اللہ تعالی اسے جانتا ہے اور غیر خدا ان غیوب کو اللہ تعالی کے اسے ان غیوب کا علم عطا فرمانے سے ہی جانتا ہے اور ''من فی السمٰوٰت ''میں ''من '' موصولہ ہے یا موصوفہ ہے۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالی مذکورہ آیہ مقدسہ کے تحت تفسیر مظہری میں ارشاد فرماتے ہیں ''قلت و یمکن ان یکون التقدیر لا یعلم من فی السمٰوٰت والارض الغیب بشئی الا بالله ای بتعلیمه (تفسیر مظهری جلد ۷،صفحه ۱۲۸)

میں کہتا ہوں کہ ممکن ہے کہ تقدیری عبارت یوں ہو یعنی جو کوئی آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہے اللہ تعالی کے اسے علم غیب عطا فرمائے بغیر کسی قسم کا کوئی غیب از خود نہیں جانتا'۔

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالی سورۃ نحل کی آیہ مقدسہ ''و لله غیب السمٰوٰت والارض '' (آسمانوں اور زمین کا غیب اللہ ہی کیلئے ہے) کے تحت ارشاد فرماتے ہیں

''یعنی لا یعلم الغیب غیره تعالی الا بتعلیمه

(تفسیر مظہری جلد ۵، صفحہ ۳۵۹)

یعنی غیر خدا آسمانوں اور زمین کے غیب کو اللہ تعالی کے اسے اس کا علم عطا فرمائے بغیر نہیں جانتا۔

یہقی زمان علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالی رحمۃ واسعۃ نے مذکورہ آیات مبارکہ کی جو تفسیری عبارات ذکر فرمائی ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالی نے غیر خدا سے ذاتی علم غیب کی نفی فرمائی ہے، عطائی علم غیب کی نفی نہیں فرمائی بلکہ عطائی علم غیب کا ان آیات مبارکہ میں غیر خدا کیلئے اثبات ہے، اور ذاتی کی نفی ہے ، اور ذاتی علم غیب کا رب تعالی کے لئے اثبات ہے، اور عطائی کی اس سے نفی ہے۔

معترض نے حضور اکرم ﷺ سے عطائی علم غیب کی نفی کرنے کیلئے اور اپنے باطل نظریہ کو ثابت کرنے کیلئے سورۃ لقمان کی درج ذیل آیہ مقدسہ سے بھی فاسد استدلال کیا ہے

رب تعالی ارشاد فرماتا ہے

''ان اللہ عندہ علم الساعۃ و ینزل الغیث و یعلم ما فی الارحام و ما تدری نفس ما ذاتکسب غدا و ما تدری نفس بای ارض تموت ان اللہ علیم خبیر (سورۃ لقمان ۳۴)''

بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم، اور اتارتا ہے مینہ (بارش) اور جانتا ہے جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی، اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی بے شک اللہ جاننے والا بتانے والا ہے''

معترض کا مذکورہ بالا آیت مقدسہ سے حضور اکرم ﷺ کیلئے عطائی علم غیب کی نفی پر استدلال کرنا اسکی پرلے درجے کی جہالت ہے کیونکہ مذکورہ آیہ مقدسہ میں مذکور اشیاء کے ذاتی علم کی غیر خدا سے نفی ہے نہ کہ عطائی علم کی، اور اسی ذاتی علم کا رب تعالی کیلئے اثبات واختصاص ہے نہ کہ عطائی علم کا۔

مفسر شہیر علامہ شیخ امام احمد بن محمد الصاوی المالکی المتوفی ۱۲۴۱ھ تفسیر صاوی میں مذکورہ بالا آیہ مقدسہ کے تحت ارشاد فرماتے ہیں

قوله و ما تدرى نفس ما ذا تكسب غدا . اى من حيث ذاتها واما باعلام الله للغبدفلا مانع منه كالانبياء و بعض الأولياء قال ثعالى ولا يحيطون بشئى من علمه الا بما شاء وقال تعالى عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول.قال العلماء وكذا ولى فلا مانع من كون الله يطلع بعض عباده الصالحين على بعض هذه المغيبات فتكون معجزة للنبى كرامة للولى ولذالك قال العلماء الحق انه لم يخرج نبينا من الدنيا حتى اطلعه على تلك الخمس ولكنه امر بكتمها

(التفسير الصاوى على الجلالين جلد ٣،صفحه ٢٤٤ مطبوعه بيروت)

اور رب تعالیٰ کے اس ارشاد کہ ''کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی'' کا مطلب یہ ہے کہ کوئی ذاتی طور پر اس بات کو نہیں جانتی، رہا اللہ تعالیٰ کا بندے کو اس بات کا علم عطا فرما دینا تو اس سے کوئی شئی مانع نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام اور بعض اولیاء کرام کو اس بات کا علم عطا فرمایا ہے، رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے مگر جتنا وہ چاہے'' اور مزید فرماتا ہے ''غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے'' علماء فرماتے ہیں کہ ولی کا بھی یہی حکم ہے، پس اس بات سے کوئی شئی مانع نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بعض نیک بندوں کو اپنے بعض غیوب کا علم عطاء فرما دے، پس یہ نبی کیلئے معجزہ اور ولی کے لئے کرامت ہوگی، اسی لئے علماء نے فرمایا ہے کہ حق بات یہ ہے کہ ہمارے پیارے نبی

ﷺ اس وقت تک دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ رب تعالی نے انہیں ان پانچوں اشیاء کا علم (۱: قیامت کے وقت کا علم ۔۲: بارش کے نازل ہونے کا علم یعنی اس کے نازل ہونے کے وقت کا علم ۔۳: ماؤں کے پیٹ میں کیا ہے اسکا علم ۔۴: کوئی جان کل کیا کرے گی اس بات کا علم ۔۵: کوئی جان کس زمین میں مرے گی اسکا علم) عطا نہیں فرما دیا مگر رب تعالی نے آپ ﷺ کو انہیں پوشیدہ رکھنے کا حکم ارشاد فرما دیا تھا۔

علامہ ابراھیم بیجوری شرح قصیدہ بردہ شریف میں ارشاد فرماتے ہیں

''ولم یخرج ﷺ من الدنیا الا بعد ان اعلمه الله تعالی بهذہ الامور الخمسة''

(شرح قصیدہ بردہ از علامہ بیجوری صفحہ ۷۴)

حضور اکرم ﷺ اس وقت تک دنیا سے تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ اللہ تعالی نے ان پانچ اشیاء (مذکورہ سابقا) کا علم عطا نہیں فرما دیا۔

شیخ امام عارف باللہ صدر الدین روز بہان بقلی متوفی ۶۰۶ھ تفسیر عرائس البیان میں اسی مذکورہ آیہ مقدسہ کے تحت ارشاد فرماتے ہیں۔

''واما قوله سبحانه و ینزل الغیث :لا یعلم احد فی ای لحظة ینزل ولکن کثیرا ما سمعت من الاولیاء یقول یمطر السماء غدا اولیلاً فیمطر کماقال کما سمعنا ان یحیی بن معاذ کان علی راس قبر ولی وقت دفنه و قال لعامة من حضروا ان هذا الرجل من الاولیاء الله تعالی الهی ان کنت صادقا فانزل علینا المطر قال الراوی فنظرت الی السماء وما رأیت فیها راحة سحاب فانشاء الله سبحانه سحابة مثل تُرس فمطرت فرجعنا مبتلین و قوله تعالی ویعلم ما فی الارحام و سمعت ایضا من بعض اولیاء الله انه اخبر مافی الرحم من ذکر او انثی

ورأيت بعينى ما اخبر ولكن الله سبحانه يطلع على ما فى الرحم بل ماء الرجل والمرء ةاى شى يخلق حين نزل ولا يعلمه غيره و ربما سمعت حديث واقعة الغد منهم قبل المجئى و بما قالوا انى اموت بموضع كذا و منهم ابوالغريب الاصفهانى قد س الله روحه مرض فى شيراز فى زمان الشيخ ابى عبد الله بن حنيف قد س الله روحه وقال اذا مت فى شيراز فلا تدفنونى الا فى مقابراليهود فانى سألت الله ان اموت فى طرطوس ، فبرئ و مضٰى الى طرطوس ومات بها رحمه الله عليه

(تفسير عرائس البيان ،جلد ٣،صفحه ١٢٦)

اوررب تعالی کے اس ارشاد' اوراتارتا ہے بارش' کا مطلب یہ ہے کہ کسی کواس بات کا (ازخود) علم نہیں ہے، کہ کس لمحہ بارش نازل ہوگی ،لیکن میں نے بار ہامرتبہ اولیاءکرام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کل صبح بارش ہوگی یا کہا کہ رات کو بارش ہوگی ،پس اسی وقت بارش ہوئی ،جس وقت بارش ہونے کی انہوں نے خبر دی تھی ،جیسا کہ ہم نے یحیٰی بن معاذ رحمہ اللہ تعالی کے متعلق سنا۔وہ ایک ولی کے دفن کے وقت انکی قبر پرموجود تھے،تو انہوں نے وہاں موجود تمام لوگوں سے فرمایا کہ یہ شخص اولیاء اللہ میں سے ہے،اور دعا فرمائی کہ اے اللہ میں اس بات میں سچا ہوں تو ہم پر بارش نازل فرما،راوی فرماتے ہیں کہ میں نے اس وقت آسمان کی طرف دیکھا تو مجھے اس میں ہتھیلی کی مقدار بھی بادل نظر نہ آیا،پس اللہ تعالی نے ڈھال کی مانند بادل جمع فرمادیا جس سے بارش ہوئی ،اور ہم بھیگتے ہوئے واپس لوٹے ،اور رب تعالی کے اس ارشاد کہ' جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اسے جانتا ہے' (کے تحت ارشادفرماتے ہیں)اور میں نے بعض اولیاءکرام سے یہ بات بھی سنی ہے کہ انہوں نے ماں کے پیٹ میں بچہ ہے یا بچی ہے اس بارے میں خبر دی ،اور میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بچے یا بچی میں سے جس کے بارے میں خبر

دی تھی وہی پیدا ہوا لیکن اللہ تعالی جو کچھ ماؤں کے پیٹ میں ہے اسے (ذاتی طور پر)
جانتا ہے بلکہ مرد اور عورت کی منی کے نزول کے وقت یہ بھی جانتا ہے کہ اس سے کون
کون سا عضو پیدا ہوگا، اور غیر خدا (ذاتی طور پر) اسے نہیں جانتا۔ اور یونہی کئی بار میں
نے اولیاء کرام سے آئندہ کل آنے سے قبل کل جو کچھ ہوگا اس بارے میں بات سنی، اور
یہ بات بھی ان سے سنی کہ انہوں نے فرمایا کہ میں فلاں جگہ پر انتقال کروں گا، انہی میں
سے حضرت ابوغریب اصفہانی قدس اللہ روحہ بھی ہیں کہ حضرت شیخ ابی عبداللہ بن حنیف
رحمہ اللہ تعالی کے زمانے میں شیراز کے اندر بیمار پڑ گئے تو اس وقت فرمایا کہ اگر میں شیراز
کے اندر فوت ہوا تو مجھے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دینا کیونکہ میں نے اللہ تعالی
سے یہ دعا کی ہے کہ میرا دنیا سے انتقال شہر طرطوس میں ہو۔ (یعنی میں نے رب تعالی
سے شہر طرطوس میں انتقال کرنے کی دعا کی ہے اور رب تعالی نے میری دعا قبول فرمائی
ہے اس لئے میں پہلے ہی خبر دے رہا ہوں کہ میرا انتقال طرطوس میں ہوگا، اسلئے اگر میرا
انتقال شیراز میں ہو جائے تو بے شک مجھے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔ اور یہ
جملہ اس بات کی تاکید کیلئے فرمایا تھا، کہ میں مرنے سے پہلے جو اپنے انتقال کی جگہ کی خبر
دے رہا ہوں تو یہ خبر بالکل سچی ہے، اس لئے ان شاء اللہ اس کے خلاف رونما نہیں ہوگا
، اور واقعۃً ایسا ہی ہوا کہ) پھر آپ تندرست ہو گئے اور طرطوس تشریف لے گئے اور
وہیں آپ کا انتقال ہوا" رحمۃ اللہ علیہ۔

یونہی معترض نے حضور اکرم ﷺ کے علم غیب عطائی کی نفی ثابت کرنے کیلئے اپنی جہالت
کا ثبوت دیتے ہوئے یہ آیہ مقدسہ بھی پیش کی کہ رب تعالی فرماتا ہے "وعندہ مفاتح
الغیب لا یعلمھا الا ھو و یعلم ما فی البر و البحر و ما تسقط من ورقۃ
الا یعلمھا و لا حبۃ فی ظلمات الارض و لا رطب و لا یابس الا فی
کتاب مبین"

(سورة انعام آیة ۵۹)

اور اسکے پاس ہیں کنجیاں غیب کی انہیں وہی جانتا ہے، اور جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری میں ہے، اور جو پتہ گرتا ہے وہ اسے جانتا ہے، اور کوئی دانہ نہیں زمین کی اندھیریوں میں اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو"

حالانکہ اس آیہ مقدسہ میں بھی ذاتی علم غیب کی ہی غیر خدا سے نفی ہے نہ کہ عطائی کی اور ذاتی علم غیب ہی ذات باری تعالی کے ساتھ مختص ہے، جو کہ غیر متناہی بالفعل، محیط تفصیلی فراوانی ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے، عطائی علم غیب کا ذات باری تعالی کے ساتھ اختصاص تو در کنار ثبوت بھی محال ہے، اور اس کا قائل مشرک سے بڑھ کر کافر ہے، کہ غیر خدا کو خدا تعالی کے ساتھ محض شریک ہی نہیں ٹھہراتا بلکہ اسے خدا تعالی سے بلند و بالا مرتبہ سمجھتا ہے کہ اس نے (معاذ اللہ) اللہ تعالی کو علم غیب عطا کیا ہے۔ نعوذ باللہ من سوء الاعتقاد۔

پس جب آیہ مقدسہ میں غیر خدا سے ذاتی علم غیب کی نفی ہے، عطائی علم کی نفی نہیں، تو پھر معترض کا اسے اپنے عقیدہ باطلہ کے اثبات کیلئے پیش کرنا، پرلے درجے کی جہالت اور تحریف معنوی نہیں تو اور کیا ہے؟

عارف باللہ علامہ ابو محمد صدر الدین روزبہان بقلی شیرازی مصری متوفی ۶۰۶ھ اپنی تفسیر عرائس البیان میں اسی آیہ مقدسہ کے تحت لکھتے ہیں

"قوله لا يعلمها الا هو :اى لا يعلم الاولون والآخرون قبل اظهاره تعالى ذالک لهم ولا يعلم حقائق اقدارها الا هو لانه تعالى عرف قدره با لحقيقة لا غير و ايضا لا يعرّف طريق وجدانها والوسيلة اليها الا هو ،هو بذاته عرف طرقها لاهلها قال تعالى "عالم الغيب فلا يظهر على غيبه احدا الا من ارتضى من رسول (الجن ،۲۶ ،۲۷) (تفسير عرائس

البیان جلد ۱، صفحہ ۳٦۸)

(اور اسی کے پاس ہیں غیب کی چابیاں) اور انہیں وہی جانتا ہے، یعنی اولین و آخرین میں سے کوئی بھی اللہ تعالی کے ان مفاتیح غیب کو ان پر ظاہر کرنے سے پہلے انہیں (از خود) نہیں جانتا اور نہ ہی انکے حقائق کی اقدار کو اسکے علاوہ کوئی از خود جانتا ہے، کیونکہ حقیقۃ ان کی قدر اللہ تعالی ہی جانتا ہے غیر خدا (از خود) نہیں جانتا اور یونہی ان مفاتیح غیب کو پانے کی راہ اور ان تک پہنچنے کے وسیلے کا علم بھی اللہ تعالی ہی عطا فرماتا ہے، اور جو ان مفاتیح غیب کے علم کے اہل ہیں انہیں ان کے علم کی راہ کی معرفت بھی اللہ تعالی بذات خود عطا فرماتا ہے، وہ خود ارشاد فرماتا ہے ''غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے''

اسی میں ہے

''قال الجریری لا یعلمها الا هو و من یطلعه علیها من صفی و خلیل و حبیب و ولی

(تفسیر عرائس البیان جلد ۱، صفحہ ۳٦۹)

امام جریری رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ (رب تعالی کے اس ارشاد: ''اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں اور انہیں وہی جانتا ہے کا معنی یہ ہے'' کہ) انہیں وہی جانتا ہے اور جن کو اللہ تعالی نے ان مفاتیح غیب کا علم عطا فرمایا ہے یعنی صفی اللہ (حضرت آدم علیہ السلام) اور خلیل اللہ (حضرت ابراھیم علیہ السلام) اور حبیب اللہ (حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم) اور ولی (یعنی انبیاء اور اولیاء میں سے جسے رب تعالی چاہے وہ) بھی اسکی عطا سے انہیں جانتے ہیں۔

اسی میں ہی مذکورہ آیہ مقدسہ کے تحت مزید فرماتے ہیں:

وقال ابو سعید الخرّاز فی هذه الآیة :ابدیٰ ذالک لنبیه وحبیبه ،فتح

عليه اولاً اسباب التأديب ادّبه بالامر و النهى ثم فتح عليه اسباب التهذيب و هو المشيئة والقدرة ،ثم اسباب التذويب و هو قوله "ليس لک من الامر شئ "ثم اسباب التغييب وهو قوله " و تبتل اليه تبتيلا "فهذه مفاتح الغيب التى فتحها لنبيه صلى الله عليه وسلم

(تفسير عرائس البيان جلد ١ صفحه ٣٦٩ ،مطبوعة بيروت)

شیخ ابوسعید خراز رحمہ اللہ تعالی اس آیہ مقدسہ (" عنده مفاتحُ الغيب لا يعلمها الا هو "اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی انہیں وہی جانتا ہے) کے تحت ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالی نے مفاتح غیب (غیب کی کنجیاں) اپنے نبی اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ظاہر فرمادی ہیں، پہلے رب تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسباب تادیب مفتوح فرمائے ،اور آپ کی امر و نہی کے ساتھ تادیب فرمائی ، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اسباب تہذیب جو کہ مشئیت و قدرت ہے وا فرمادیئے ، پھر اسباب تذویب ظاہر فرمادیئے اور وہ اسکا فرمان "ليس لک من الامر شئی " ہے پھر اسباب تغییب کو ظاہر فرما دیا ،اور وہ اسکا فرمان "اور سب سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہو" ہے پس یہ مفاتح الغیب ہیں جنہیں اللہ تعالی نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے کھول دیا ہے اور انکا علم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما دیا ہے۔

معترض نے مذکورہ آیہ مقدسہ میں مفاتح الغیب سے مراد مغیبات خمسہ لیے ہیں اور لکھا ہے کہ "جن پانچ چیزوں کا اوپر ذکر ہوا ہے انکو مفاتیح الغیب (غیب کی کنجیاں) کہا جاتا ہے ،اسی بارے میں فرمایا ہے عنده مفاتح الغيب" (ص۲) اور ان پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالی نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو عطا فرمایا ہے اسکی نفی کا دعویٰ کر کے آیہ مقدسہ میں تحریف معنوی کا ارتکاب کیا ہے، کیونکہ آیہ مقدسہ میں غیر خدا سے ذاتی علم کی نفی ہے ،عطائی علم کی نفی نہیں کیونکہ آیہ مقدسہ میں انہی چیزوں کے علم کا رب تعالی کے ساتھ اختصاص بیان ہوا ہے ،اور رب تعالی کا علم ذاتی ہے عطائی علم کا تو اللہ تعالی کے لئے

اثبات بھی بدترین کفر ہے، جیسا کہ واضح ہو چکا ہے، چہ جائیکہ اختصاص۔
اور مذکورہ پانچ چیزوں کو حضور ﷺ اللہ تعالی کی عطا سے جانتے ہیں، اور آپ ﷺ کے دنیا سے تشریف لیجانے سے قبل اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو ان پانچوں اشیاء کا علم عطا فرمادیا تھا، اس پر ہم پہلے تفسیر صاوی اور دیگر کتابوں کے ٹھوس حوالہ جات پیش کر چکے ہیں طالب حق کیلئے اتنا ہی کافی ہے۔
معترض کی عجیب خر دماغی ہے کہ اس نے حضور ﷺ سے ما کان و ما یکون کا علم عطا فرمائے جانے کی نفی کرنے کیلئے اس آیہ مقدسہ کو بھی نقل کیا ہے کہ رب تعالی ارشاد فرماتا ہے

"وممن حولکم من الاعراب منافقون و من اهل المدینة مردوا علی النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم (سورۃ توبۃ ۱۰۱)

اور تمہارے آس پاس کچھ گنوار منافق ہیں اور کچھ مدینے والے، انکی خو ہوگئی ہے نفاق، تم انھیں نہیں جانتے، ہم انھیں جانتے ہیں"

حالانکہ ہم اس اعتراض کا جواب پہلے ہی دے چکے تھے، اور ہم نے واشگاف الفاظ میں لکھا تھا کہ "جبکہ یہ علم (ما کان و ما یکون آپ ﷺ کو) قرآن مجید کے تبیانا لکل شئی (ہر چیز کا روشن بیان) ہونے نے دیا ہے اور پر ظاہر کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے، نہ ہر آیت یا سورت کا، تو نزول جمیع قرآن سے پہلے اگر بعض انبیاء کرام علیہم السلام کی نسبت ارشاد ہوا ہے "لم نقصص علیک" یا منافقین کے باب میں فرمایا جائے "لا تعلمهم" ہرگز ان آیات کا منافی اور علم مصطفیٰ کا نافی نہیں ہے"

ہمارے مذکورہ بیان سے یہ بات بالکل واضح تھی کہ رب تعالی نے منافقین کے باب میں جو آپ ﷺ سے "لا تعلمهم" (آپ انہیں نہیں جانتے) فرمایا ہے تو اس میں آپ ﷺ سے ان منافقین کو از خود اور ذاتی طور پر جاننے اور رب تعالی کے آپ ﷺ کو منافقین کا

علم عطا فرمانے سے پہلے جاننے کی نفی فرمائی ہے۔اور یہ ہمارا ایمان ہے،اس سے ہمارے عقیدے پر کیا اعتراض ہے؟ ہم نے کب یہ دعوی کیا ہے کہ آپ ﷺ کو ابتداء ہی سے ماکان و ما یکون کا علم حاصل ہے؟ ہم نے تو واضح الفاظ میں لکھا تھا کہ "قرآن عظیم نے ۲۳ برس میں بتدریج نزول اجلال فرما کر اپنے حبیب ﷺ کو جمیع ماکان و ما یکون یعنی روز اول سے روز آخر تک کی ہر شئی، ہر بات کا علم عطا فرمایا۔ص ۳۱"

ہمارا دعوی یہ ہے کہ قرآن مجید کا نزول مکمل ہونے تک آپ ﷺ کا علم ماکان و ما یکون مکمل ہوا، لہذا اگر نزول قرآن کی تکمیل سے قبل آپ ﷺ سے کسی بات کے علم کی نفی کی گئی ہے تو اس سے ہمارے عقیدے پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا، کہ اس چیز کا بعد میں آپ ﷺ کو علم عطا فرما دیا گیا ہے۔

پس ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ اس آیہ مقدسہ میں "لا تعلمہم" فرمانے کے بعد رب تعالی نے حضور ﷺ کو منافقین کا علم عطا فرما دیا تھا اور آپ ﷺ انہیں پہچانتے تھے یا نہیں؟ اگر کہے کہ آپ ﷺ کو اس کے بعد انکا علم عطا فرما دیا گیا تھا اور آپ ﷺ انہیں پہچانتے تھے، تو یہی ہمارا عقیدہ ہے، پھر ہم پر اعتراض کیسا؟ اور اگر کہے کہ رب تعالی نے بعد میں بھی آپ ﷺ کو انکا علم عطا نہیں فرمایا اور قرآن کریم کا نزول مکمل ہونے اور آپ ﷺ کے دنیا سے تشریف لیجانے تک آپ ﷺ کو منافقین کا پتہ نہیں چلا تو یہ بات بالکل غلط ہے قرآن وحدیث کی نصوص کے صریح خلاف ہے، رب تعالی ارشاد فرماتا ہے

"ام حسب الذین فی قلوبھم مرض ان لن یخرج اللہ اضغانھم و لو نشاء لارینکھم فلعرفتھم بسیمھم و لتعرفنھم فی لحن القول (سورۃ محمد آیت ۲۹، ۳۰)

کیا جن کے دلوں میں بیماری ہے، اس گھمنڈ میں ہیں کہ اللہ انکی چھپی دشمنی ظاہر نہ

فرمائے گا اور اگر ہم چاہیں تو تمہیں ان کو دکھا دیں کہ تم انکی صورت سے پہچان لو، اور ضرور تم انہیں بات کے اسلوب میں پہچان لو گے''

اس آیہ مقدسہ کی تفسیر میں امام ابو محمد حسین بن مسعود الفراء بغوی المتوفی ۵۱۶ھ تفسیر معالم التنزیل المعروف ''تفسیر بغوی'' میں ارشاد فرماتے ہیں

"ام حسب الذین فی قلوبھم مرض یعنی المنافقین ان لن یخرج اللہ اضغانھم ان لن یظھر احقادھم علی المومنین فیبدیھا حتی یعرفوا نفاقھم و لو نشاء لارینا کھم ای لاعلمنا کھم و عرفنا کھم فلعرتھم بسیمٰھم بعلامتھم قال الزجاج المعنی لو نشاء لجعلنا علی المنافقین علامۃ تعرفھم بھا قال انس رضی اللہ عنہ ما خفی علی رسول اللہ ﷺ بعد نزول ھذہ الآیۃ شئ من المنافقین کان یعرفھم بسیماھم و لتعرفنھم فی لحن القول (تفسیر بغوی جلد ۴، صفحہ ۱۶۷)

''کیا جن دلوں میں بیماری ہے یعنی منافقین اس گھمنڈ میں ہیں کہ اللہ انکی چھپی دشمنی ظاہر نہ فرمائے گا، یعنی مومنین پر ان کا حسد و کینہ ظاہر نہیں فرمائے گا (نہیں بلکہ) اللہ تعالی اسے ظاہر فرمائے گا حتی کہ مومنین منافقوں کے نفاق کو پہچان لیں گے۔ اور اگر ہم چاہیں تو تمہیں ان کو دکھا دیں یعنی ہم آپ کو منافقین کی پہچان کروا دیں اور آپ کو انکا علم عطا فرما دیں پس آپ ضرور ان کو انکی صورت سے پہچان لیں گے، یعنی انکی علامت سے پہچان لو گے، امام زجاج فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اگر ہم چاہیں تو منافقین پر ایسی علامت رکھ دیں کہ آپ اس سے انہیں پہچان لیں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیہ مقدسہ کے نزول کے بعد منافقوں کی کوئی شئے حضور اکرم ﷺ سے مخفی نہ رہی حضور اکرم ﷺ انہیں انکی صورتوں سے ہی پہچان لیتے تھے، اور آپ ضرور

انہیں بات کے اسلوب میں پہچان لیں گے۔

امام ابی عبداللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی الجامع لاحکام القرآن المعروف تفسیر قرطبی میں اسی آیہ مقدسہ کے تحت فرماتے ہیں

"قال الکلبی فلم یتکم بعد نزولها عند النبی ﷺ منافق الا عرفه

(تفسیر قرطبی جلد ۱۶، صفحه ۲۱۵)

امام کلبی فرماتے ہیں کہ اس آیہ مقدسہ کے نزول کے بعد جو منافق بھی حضور اکرم ﷺ کے حضور گفتگو کرتا آپ ﷺ اسے پہچان لیتے۔

اسی تفسیر قرطبی میں ہی ہے "قال انس رضی الله عنه فلم یخف منافق بعد هذهِ الآیة علی عهد رسول الله ﷺ عرفه الله ذالک بوحی او علامة عرفها بتعریف الله ایاه

(الجامع للاحکام القرآن المعروف تفسیر قرطبی جلد۱۶، صفحه ۲۱۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیہ مقدسہ کے نزول کے بعد حضور اکرم ﷺ پر کوئی منافق پوشیدہ نہیں رہا، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ہر منافق کی پہچان کروادی وحی کے ذریعے یا ایسی علامت کے ذریعے جسے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے آپ کو پہچان کروانے سے پہچان لیا۔

تفسیر صاوی میں امام احمد الصاوی المالکی المتوفی ۱۲۴۱ھ اسی آیہ مقدسہ کے تحت یہ روایت نقل کرتے ہیں '

'ورد عن ابن مسعود قال"خطبنا رسول الله ﷺ فحمد الله و اثنیٰ علیه ثم قال ان منکم منافقین فمن سمیته فلیقم ثم قال قم یا فلان قم یا فلان حتیٰ سمیٰ ستة و ثلاثین

(تفسیر الصاوی علی الجلالین جلد ۴، صفحہ ۸۷)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا پس آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک تمہارے اندر منافقین ہیں، پس جس کا میں نام لوں وہ کھڑا ہو جائے، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے فلاں کھڑا ہو جا، اے فلاں کھڑا ہو جا، حتیٰ کہ آپ ﷺ نے چھتیس منافقین کا نام لیا"

حتیٰ کہ حافظ ابو الفداء ابن کثیر جسے معترض امام تفسیر سمجھتا ہے، نے بھی اسی آیہ مقدسہ کے تحت یہ روایت نقل کی ہے

"قال الامام احمد حدثنا وکیع حدثنا سفیان عن سلمة عن عیاض بن عیاض عن ابیه ابی مسعود عقبة بن عمرو رضی الله عنه قال خطبنا رسول الله ﷺ خطبة فحمد الله واثنی علیه ثم قال ان منکم منافقین فمن سمیت فلیقم، ثم قال قم یا فلان، قم یا فلان، قم یا فلان حتی سمی ستة و ثلاثین رجلا، ثم قال ان فیکم او منکم منافقین فاتقوا الله قال فمر عمر رضی الله عنه برجل ممن سمی مقنع قد کان یعرفه فقال ما لک ؟فحدثه بما قال رسول الله ﷺ فقال بعدالک سائر الیوم

(تفسیر ابن کثیر جلد ۴، صفحہ ۱۸۰)

امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اپنی سند سے حضرت عقبہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت نقل فرمائی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا پس آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا فرمائی پھر فرمایا، بیشک تمہارے اندر منافقین ہیں پس جس کا میں نام لوں وہ کھڑا ہو جائے، پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اے فلاں کھڑا ہو جا، اے فلاں کھڑا ہو جا، اے فلاں کھڑا ہو جا حتیٰ کہ آپ ﷺ نے چھتیس مردوں کا نام

لیا، پھر فرمایا تم میں یا تمہارے اندر منافقین ہیں پس تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ راوی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان لوگوں میں سے ایک شخص کے پاس سے گزرے جن کے نام آپ ﷺ نے لیے تھے اس نے چادر سے اپنا سر منہ ڈھانپا ہوا تھا، اور آپ اسے پہچانتے تھے، آپ نے اس سے فرمایا کہ کیا بات ہے؟ تو اس نے جو کچھ نبی پاک ﷺ نے فرمایا تھا وہ سب کچھ بیان کیا، تو آپ نے فرمایا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دور ہو جاؤ، یا ہلاک ہو جاؤ''۔

امام احمد الصاوی مالکی رحمہ اللہ تعالیٰ اسی آیہ مقدسہ ''لا تعلمهم نحن نعلمهم'' کے تحت فرماتے ہیں '

'قوله لا تعلمهم :ان قلت كيف نفى علمه بحال المنافقين هنا و اثبته فى قوله و لتعرفنهم فى لحن القول فالجواب ان آية النفى نزلت قبل آية الاثبات'(تفسير الصاوى على الجلالين جلد ٢ ،صفحه ١٥٤)''

رب تعالیٰ کا ارشاد ہے محبوب آپ انکو نہیں جانتے ہم انکو جانتے ہیں، اگر آپ یہ سوال کریں کہ اس آیہ مقدسہ میں رب تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کے منافقین کے بارے میں علم کی کیونکر نفی فرمائی ہے؟ جبکہ دوسری آیہ مقدسہ ''محبوب تم ضرور انہیں بات کے اسلوب میں پہچان لو گے' میں منافقین کے بارے میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے علم کا اثبات فرمایا ہے تو اسکا جواب یہ ہے کہ جس آیہ مقدسہ میں حضور اکرم ﷺ سے منافقین کے علم کی نفی کی گئی ہے، وہ پہلے نازل ہوئی ہے، اور جس آیہ مقدسہ میں آپ ﷺ کیلئے منافقین کا جان لینا ثابت کیا گیا، وہ بعد میں نازل ہوئی۔

معترض نے لکھا تھا ''اس آیت میں صاف الفاظ ہیں ''ولا تعلمهم'' آپ ان منافقین کو نہیں جانتے صرف ہم جانتے ہیں ان کلمات کو بار بار پڑھیں (صفحہ ۲)''

ہم معترض سے کہتے ہیں کہ یہودیوں کی یہ روش "أفتومنون ببعض الكتاب و

تکفرون ببعض (البقرة ۸۵)" (کیا تم کتاب اللہ کے بعض حصہ پر ایمان لاتے ہو اور بعض حصہ سے کفر کرتے ہو) چھوڑ دے اور جہاں یہ آیت "لا تعلمهم نحن نعلمهم "پڑھتا ہے وہاں اسکے بعد یہ آیت بھی پڑھ "فلعرفتهم بسیمٰهم ولتعرفنهم فی لحن القول "(تم انکی صورت سے انہیں پہچان لو گے، اور ضرور تم انہیں بات کے اسلوب میں پہچان لو گے) جب تم ساتھ یہ آیت بھی پڑھو گے تو خود ہی تمہاری ہوش ٹھکانے آجائے گی، اور آئندہ کبھی بھی "لا تعلمهم" کو حضور اکرم ﷺ کو علم غیب عطا کیے جانے کی نفی پر دلیل بنانے کی جرأت نہیں کرو گے۔

معترض نے حق کو باطل اور باطل کو حق ثابت کرنے، اور ایمان کو کفر و شرک اور کفر کو ایمان ظاہر کرنے، اور اہل حق اور اہل ایمان کو مشرک بنانے کیلئے عجیب شیطانی طرز فکر اختیار کر رکھی ہے، کہ جتنی نصوص غیر خدا سے ذاتی علم کی نفی اور اسی علم کے ذات باری تعالی کے ساتھ اختصاص کو بیان کرنے کیلئے وارد ہوئی ہیں، کمال ڈھٹائی سے انہیں حضور اکرم ﷺ سے عطائی علم غیب کی نفی کرنے کیلئے دلیلیں بنانے کی فضول کوشش کر رہا ہے، اسی سلسلہ میں اس نے قرآن مجید کی اس آیہ مقدسہ کو بھی اپنے دعویٰ فاسدہ پر دلیل قائم کرنے کیلئے نقل کیا ہے کہ رب تعالی ارشاد فرماتا ہے "قل لا املک لنفسی نفعا و لا ضراً الا ما شاء الله (الاعراف ۱۸۸) تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں مگر جو اللہ چاہیے"

"ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء (سورة اعراف آیت ۱۸۸) اور اگر میں (ازخود) غیب کو جانتا تو میں (ازخود) خیر کثیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچتی" حالانکہ اس آیہ مقدسہ کا معترض کے دعویٰ باطلہ کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں، کیونکہ اس میں بھی ذاتی علم غیب کی غیر خدا سے نفی ہے، نہ کہ عطائی کی، بلکہ عطائی کا تو اثبات ہے، چنانچہ

۱: بیہقی دوراں علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ تفسیر مظہری شریف میں اسی آیہ مقدسہ کے تحت فرماتے ہیں

"قل لا املک لنفسی نفعا و لا ضرا ای جلب منفعة ولا رفع مضرة دينية ولا دنيوية وهو اظهار للعبودية والتبرى عن دعوى العلم بالغيب الا ما شاء الله من ذالک فيعلمنى به وحيا جليا او خفيا و يعطينى قدرة على جلب النفع او دفع الضرر(تفسير مظهرى جلد ۳،صفحه ۴۴۱)

تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خودمختار نہیں یعنی نفع کمانے اور نقصان کو دور کرنے کا ازخود اختیار نہیں رکھتا خواہ دینی ہو یا دنیاوی، اور وہ عبودیت کا اظہار ہے، اور علم غیب کے دعویٰ سے برأت کا اظہار ہے، مگر اسمیں سے جو کچھ اللہ چاہتا ہے، اسکا وحی جلی یا وحی خفی کے ذریعے مجھے علم عطا فرما دیتا ہے، اور جلب نفع اور دفع ضرر پر مجھے قدرت عطا فرما دیتا ہے۔

مذکورہ بالا تفسیر سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ رب تعالیٰ نے اس آیہ مقدسہ میں اپنے محبوب کریم ﷺ سے عبودیت کا اظہار کرواتے ہوئے ذاتی طور پر اپنے نفع ونقصان کا مالک ہونے اور ذاتی طور پر غیب جاننے کا دعویٰ کرنے کی نفی کروائی ہے، عطائی کی نفی نہیں فرمائی، بلکہ الا ما شاء اللہ فرما کر آپ ﷺ کو علم غیب عطا فرمانے اور نفع ونقصان پر قدرت عطا فرمانے کا اثبات کروایا ہے۔

۲: محدث زمان علامہ علی بن سلطان الھروی المکی المعروف ملا علی القاری المتوفی ۱۰۱۴ھ اپنی تفسیر "انوار القرآن واسرار الفرقان" میں اسی آیہ مقدسہ کے تحت ارشاد فرماتے ہیں

'هو اظهار للعبودية و تبرء عن ادعاء علم الغيب الخاص بالمرتبة

الربوبية :الا ماشاء الله: بان يلهمنى ايا ه'(انوار القرآن و اسرار الفرقان جلد ۲ ،صفحه ۲۱٦)

یہ عبودیت کا اظہار ہے،اور ایسے علم غیب کا دعویٰ کرنے سے برأت کا اظہار ہے جو علم غیب مرتبہ ربوبیت کے ساتھ مختص ہے،مگر وہ جو اللہ تعالی چاہے،بایں طور کہ مجھے اسکا الہام فرمادے"

ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالی کے اس ارشاد سے تو آیہ مقدسہ کا معنی بالکل واضح ہوگیا،کہ حضور اکرم ﷺ سے عبودیت کا اظہار کروانے کیلئے جس علم غیب کا دعوی کرنے کی نفی کروائی گئی ہے،یہ وہ علم غیب ہے،جو مرتبہ الوھیت کے ساتھ مختص ہے،اور خاصۂ خداوندی ہے اور جو علم رب تعالی کے ساتھ مختص ہے وہ ذاتی غیر متناہی بالفعل تفصیلی فراوانی محیط قدیم ہے،اسی کا دعویٰ کرنے کی اس آیہ مقدسہ میں حضور اکرم ﷺ سے نفی کروائی گئی ہے،کہ یہ مخلوق میں سے کسی کیلئے ہو ہی نہیں سکتا۔

اور علم غیب عطائی متناہی حادث،کو رب تعالی کے ساتھ مختص ماننا تو درکنار محض ثابت کرنا بھی شرک سے بڑھ کر کفر ہے اس علم کی ہرگز آپ ﷺ سے نفی نہیں کروائی گئی،بلکہ اس کا علم حضور اکرم ﷺ کے لئے اسی آیہ مقدسہ میں 'الا ماشاء اللہ' فرما کر اثبات فرمایا گیا ہے،کیونکہ یہ علم مخلوق ہی کے ساتھ خاص ہے کہ خالق کا علم،عطائی،متناہی اور حادث ہونے سے پاک ومبرہ ہے۔

۳: عارف باللہ علامہ امام احمد بن محمد الصاوی المالکی المتوفی ۱۲۴۱ھ مذکورہ آیہ مقدسہ سے پہلی آیت یعنی "يسئلونك عن الساعة الآية" کے تحت تفسیر صاوی میں ارشاد فرماتے ہیں

"والذى يجب الايمان به ان رسول الله ﷺ لم ينتقل من الدنيا حتى اعلمه الله بجميع المغيبات اللتى تحصل فى الدنيا والآخرة فهو

یعلمها کما هی عین یقین لما ورد "رفعت لی الدنیا فانا انظر فیها کما انظر الی کفی هذه"وورد انه اطلع علی الجنة وما فیها والنار و ما فیها و غیر ذالک مما تواترت به الاخبار ولکن امر بکتمان البعض

(الحاشیه للصاوی علی الجلالین جلد ۳،صفحه ۱۰۴)

وہ بات جس پر ایمان لانا واجب ہے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ دنیا سے اس وقت تک تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ ان تمام مغیبات جو دنیا و آخرت میں حاصل ہوں گے کا علم رب تعالی نے آپ کو عطا نہیں فرما دیا۔ آپ ﷺ ان تمام غیوب کو اس طرح یقین کی آنکھ سے جانتے ہیں جیسا کہ وہ ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے (کہ آپ ﷺ نے فرمایا) میرے لئے تمام دنیا کو اٹھا لیا گیا اور میں اس کو اس طرح دیکھتا ہوں جس طرح اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں، اسی طرح متواتر احادیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے جنت ، دوزخ اور جو کچھ ان کے اندر ہے سب کا سب دیکھا، مگر آپ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ بعض اشیاء کو آپ مخفی رکھیں۔

پھر اس کے بعد مذکورہ آیہ مقدسہ کے تحت لکھتے ہیں

"قوله ولو کنت اعلم الغیب الخ:ان قلت ان هذا یشکل علی ما تقدم لنا انه اطلع علی جمیع مغیبات الدنیا والآخرة والجواب انه قال ذالک تواضعاً

(الحاشیة للصاوی علی الجلالین ،جلد ۳،صفحه ۱۰۴)

"رب تعالی کا ارشاد ولو کنت اعلم الغیب الخ: اگر تم یہ کہو کہ جو کچھ ہم نے پہلے تحریر کیا ہے یعنی رب تعالی نے حضور اکرم ﷺ کو دنیا و آخرت کے تمام غیوب کا علم عطا فرمایا ہے، پر اس آیہ مقدسہ سے اشکال وارد ہو گا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آپ ﷺ نے تواضعاً ارشاد فرمایا ہے"

اگر معترض میں شرم و دیانت کی کوئی رمق باقی ہے تو وہ مفسرین امت کی ان تصریحات کے بعد کبھی بھی ان آیات کو آپ ﷺ کے علم غیب عطائی کی نفی کیلئے پیش کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔

یونہی بعض جہلاء اس آیہ مقدسہ سے بھی حضور اکرم ﷺ کے علم غیب عطائی کی نفی پر فاسد استدلال کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

"قل لا اقول لکم عند ی خزائن الله و لا اعلم الغیب و لا اقول لکم انی ملک ان اتبع الا ما یوحی الی قل هل یستوی الاعمی و البصیر افلا تتفکرون (سورۃ الانعام ۵۰)

"تم فرماؤ میں تم سے نہیں کہتا میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ یہ کہوں کہ میں آپ غیب جان لیتا ہوں، اور نہ تم سے یہ کہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو اسی کا تابع ہوں جو مجھے وحی آتی ہے، تم فرماؤ کیا برابر ہو جائیں گے اندھے اور انکھیارے تو کیا تم غور نہیں کرتے"

حالانکہ مفسرین کرام نے اسی آیہ مقدسہ کے تحت لکھا ہے، کہ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو "ما کان و ما یکون" کا علم عطا فرمایا ہے، اور اس آیہ مقدسہ میں آپ ﷺ کے علم غیب عطائی کی نفی قطعاً نہیں بلکہ کفار کے سامنے اس بات کا دعوی کرنے اور ایسا کہنے کی نفی ہے، یا ذاتی و استقلالی علم غیب کی نفی ہے، معترض کے ہی مستدل تفسیر روح البیان میں علامہ اسماعیل حقی بروسوی المتوفی ۱۱۳۷ھ اس آیہ مقدسہ کے تحت فرماتے ہیں

"قل یا محمد للکفرۃ الذین یقترحون علیک تارۃً تنزیل الآیات واخری غیر ذالک لا اقول لکم عندی خزائن الله ای لا ادعی ان خزائن مقدوراته تعالی مفوضة الی اتصرف فیها کیف اشاء استقلالا واستدعاء حتی تقترحوا علی تنزیل الآیات او انزال العذاب او قلب

الجبال او غیر ذالک مما لا یلیق بشأنی ....ولا اعلم الغیب عطف علی محل عند ی خزائن اللہ ولا مزیدۃ مذکرۃ للنفی ای لا ادعی ایضاً انی اعلم الغیب من افعالہ تعالی الخ(تفسیر روح البیان جلد ۳ ،صفحہ ۴۵)"

"اے محمد ﷺ ان کافروں سے فرمادیں، جو کبھی آپ سے تنزیل آیات کا مطالبہ کرتے ہیں اور کبھی کسی اور چیز کا کہ "میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں "یعنی میں اس بات کا دعویٰ نہیں کرتا کہ تمام مقدورات باری تعالی میری طرف سپرد کر دیئے گئے ہیں (جو کہ غیر متناہی ہیں) اور میں ان میں جیسا چاہتا ہوں استقلالا استدعاء تصرف کرتا ہوں ،حتی کہ تم مجھ سے تنزیل آیات اور انزال عذاب اور پہاڑوں کو سونا بنانے اور اس طرح کے دیگر امور جو میری شان کے لائق ہی نہیں ،انکا مطالبہ شروع کردو۔اور 'ولا اعلم الغیب' کا عطف 'عندی خزائن الارض' کے محل پر ہے اور 'لا' زائدہ تذکیر نفی کے لئے ہے یعنی اس بات کا بھی دعویٰ نہیں کرتا کہ میں اللہ تعالی کے افعال کے بارے میں غیب جانتا ہوں"

تو نفی دعوی کی ہوئی نہ کہ عطا کی ،یعنی رب تعالی نے آپ ﷺ کو خزانے بھی عطا فرمائے ہیں اور غیوب کا علم بھی عطا فرمایا ہے اسکی عطا کی نفی نہیں ہے ،نفی تو دعوی کرنے کی ہے ،اسی لئے تفسیر روح البیان میں ہی اس بات کی مزید وضاحت کرنے کیلئے اسی مذکورہ آیت کے تحت ہی مزید ارشاد فرماتے ہیں "والاشارۃ ان اللہ تعالی امر نبیہ ﷺ ان یکلم الکفار علی قدر عقولھم فقال قل لا اقول لکم عندی خزائن اللہ علی انھا عندی ،ولکن لا اقول لکم وھی علم حقائق الاشیاء وما ھیا تھا وقد کان عندہ فی ارا ء ۃ "سنریھم آیا تنافی الآفاق وفی انفسھم (فصلت ۵۳)"وفی اجابۃ قولہ ﷺ "ارنا الاشیاء کما ھی

"وفی قوله "اوتیت جوامع الکلم" وما امره الله تعالی الا قل لیس عندی خزائن الله تعالی
(تفسیر روح البیان جلد ۳، صفحہ ۴۷)"

"اس آیہ مقدسہ میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم ﷺ کو کفار کی عقلوں کے مطابق بات کرنے کا حکم ارشاد فرمایا ہے پس فرمایا کہ "تم فرمادو میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں" حالانکہ خزانے اللہ تعالیٰ کے (اسکی عطا سے) میرے پاس ہیں لیکن میں تمہیں کہتا نہیں ہوں، (کہ میرے پاس ہیں) اور یہ "خزائن اللہ" اشیاء کے حقائق اور انکی ماہیات کا علم ہے اور یہ علم رب تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اس "اراءۃ" کے اندر عطا فرمایا ہے جس کا ذکر اس آیہ مقدسہ میں ہے، ابھی ہم انہیں دکھائیں گے اپنی آیتیں دنیا بھر میں اور خود ان کے آپے میں" اور آپ ﷺ کی اس دعا کی اجابت میں عطا فرمایا کہ (آپ ﷺ نے یہ دعا کی) "اے اللہ ہمیں تمام اشیاء اس طرح دکھا دے جس طرح کہ وہ نفس الامر میں ہیں" اور آپ ﷺ کے اس ارشاد میں بھی کہ آپ ﷺ نے فرمایا "میں جوامع الکلم عطا فرمایا گیا ہوں" اور جو رب تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ کو اس آیہ مقدسہ میں حکم دیا گیا ہے وہ صرف 'لیس عندی خزائن اللہ' کہنے کا حکم ہے"

اور تفسیر روح البیان میں ہی اسکے بعد منکرین اور معترضین کا منہ توڑتے ہوئے مزید ارشاد فرماتے ہیں

"ولا اعلم الغیب فانه ﷺ کان یخبر عما مضیٰ و عما سیکون باعلام الحق وقد قال علیه السلام لیلة المعراج "قطرت فی حلقی قطرة علمت ما کا ن و ما سیکون" فمن قال ان نبی الله لا یعلم الغیب فقد اخطأفیما اصاب ولا اقول لکم انی ملک، وان کنت قد عبرت عن

مقام الملک حین قلت لجبرائیل تقدم فقال ''لو دنوت انملة لاحرقت'' کما قال السعدی قدس سره

شبی برنشست از فلک برگذشت — بتمکین و جاه از ملک درگذشت
چنان گرم در تیه قربت براند — که در سدره جبریل ازو باز ماند

''ان اتبع الا ما یوحی الی یعنی لا اخبرکم عن مقاماتی واحوالی مما لی مع اللہ وقد لا یسعنی فیه ملک مقرب ولا نبی مرسل الا عما یوحی الی ان اخبرکم وکیف اخبرکم عما اعمی اللہ بصائرکم عنه وانا به بصیر فلا یستوی الاعمی والبصیر (تفسیر روح البیان جلد ۳، صفحه ۴۷)

''اور میں دعوی نہیں کرتا کہ میں غیب جانتا ہوں، (حالانکہ مجھے غیب کا علم رب تعالی نے عطا فرمایا ہے) کیونکہ حضور اکرم ﷺ اللہ تعالی کے اعلام اور اسکی عطا سے 'ما کان و ما یکون' کے بارے میں بتاتے تھے، اور آپ ﷺ نے خود فرمایا ہے معراج کی رات میرے حلق میں ایک قطرہ ٹپکایا گیا تو مجھے ''ما کان وما یکون'' کا علم حاصل ہو گیا۔

پس جو یہ کہتا ہے کہ حضور ﷺ کو (اللہ تعالی کی عطا سے بھی) علم غیب نہیں ہے، تو اس نے صواب کے پہنچنے میں خطا کی ہے۔ (اور آپ فرما دیں) اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں حالانکہ میں فرشتوں کے مقام سے بھی آگے عبور کر گیا ہوں جبکہ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے کہا تھا کہ آگے چلیں تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ اگر میں انگلی کے پورے برابر بھی آگے ہوا تو جل جاؤں گا۔ جیسا کہ شیخ سعدی شیرازی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں 'ایک رات آپ ﷺ (براق پر) سوار ہوئے اور آسمانوں سے آگے تشریف لے گئے اور مرتبے اور مقام میں فرشتوں سے بھی آگے نکل گئے، قرب خداوندی کے مقام میں ایسے تیز رفتاری کے ساتھ چلے اور ایسے گرم رفتار ہوئے کہ

(فرشتوں کے سردار) جبرائیل امین علیہ السلام بھی سدرۃ المنتہیٰ کے مقام پر ان سے پیچھے رہ گئے' (اور فرمادیں کہ) اور میں اسی کی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف وحی آتی ہے، یعنی میں اپنے مقامات اور اپنے وہ احوال جو میرے رب تعالی کے ساتھ ہیں جن میں میرے ساتھ کسی نبی مرسل، اور مقرب فرشتے کی گنجائش بھی نہیں، ان کے بارے میں میں تمہیں اتنا ہی بتاتا ہوں جتنے کا مجھے وحیاً حکم دیا جاتا ہے (اس سے زیادہ نہیں بتاتا) اور میں تمہیں ایسے امور کے متعلق کیسے بتاؤں جن سے تمہارے بصائر کو رب تعالی نے اندھا کر دیا ہے، اور میں ان امور کو دیکھتا ہوں، پس اندھا اور انکھیارا (دیکھنے والا) کبھی برابر نہیں ہو سکتے''

معترض کو اگر اب بھی حضور اکرم ﷺ کو علم ما کان و ما یکون عطا فرمائے جانے والا عقیدہ آئمہ امت میں سے کسی کا نظر نہیں آتا اور اس پر کوئی دلیل نظر نہیں آتی تو اسے اپنے اندھے پن کی کوئی دوا کروانی چاہیے اور ایسے عقیدے کے حاملین کو مشرک کہنے کی بجائے اپنے اندھے پن کا رونا، رونا چاہیے اور اسے ملامت کرنی چاہیے۔

یونہی بعض جہلاء اس آیہ مقدسہ

"یسئلک الناس عن الساعۃ قل انما علمها عند الله (سورۃ احزاب ٦٣)'' لوگ تم سے قیامت کا پوچھتے ہیں تو تم فرماؤ اسکا علم اللہ ہی کے پاس ہے'' کو بھی حضور اکرم ﷺ کے علم غیب کی نفی پر دلیل بنانے کی ناکام کوشش کرتے ہیں، حالانکہ اسی آیہ مقدسہ کے تحت امام احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ١٢٤١ھ رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا ہے

"قوله قل انما علمها عند الله ای لم یطلع علیها احد وهذا انما هو وقت السئوال والا فلم یخرج نبینا ﷺ من الدنیا حتی اطلعه الله علی جمیع المغیبات ومن جملتها الساعة لکن امر بکتم ذالک

(تفسیر صاوی علی الجلالین جلد ٣، صفحه ٢٧٠)

رب تعالیٰ کے اس ارشاد ''تم فرماؤ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے'' سے مراد ہے کہ قیامت کا علم کسی اور کو نہیں اور یہ صرف سوال کے وقت کی بات ہے، ورنہ حضور اکرم ﷺ دنیا سے اس وقت تک تشریف نہیں لے گئے، جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام غیوب کا علم عطا نہیں فرمادیا اور ان جملہ غیوب (جن کا رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو علم عطا فرمایا) میں سے قیامت بھی ہے لیکن حضور اکرم ﷺ کو اس کے پوشیدہ رکھنے کا حکم تھا'' اور یہی مسئلہ ہم پہلے قرآن وسنت سے ثابت کر چکے ہیں، کہ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کو آپ کے دنیا سے تشریف لیجانے سے قبل جمیع ما کان و ما یکون کا علم عطا فرمادیا تھا، اور آپ ﷺ کا یہ علم قرآن کریم کا نزول مکمل ہونے تک پایہ تکمیل تک پہنچ گیا تھا۔

احادیث مبارکہ سے معترض کے استدلالات فاسدہ کارد:

معترض نے حضور اکرم ﷺ کو علم ما کان و ما یکون عطا فرمائے جانے کی نفی کرنے کیلئے جس قدر احادیث مبارکہ سے استدلالات فاسدہ کیے ہیں، یہ سبھی اسکی جہالت اور خر دماغی کا نتیجہ ہے، کیونکہ ہم اس طرح کے تمام استدلالات فاسدہ کا پہلے ہی رد بلیغ کر چکے تھے تو دوبارہ پھر انہیں پیش کرنا پرلے درجے کی حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟ ہم نے واضح طور پر تحریر کیا تھا کہ ''الحمد للہ جس قدر قصص وروایات واخبار وحکایات، علم عظیم محمد رسول اللہ ﷺ کے گھٹانے کو آیات قطعیہ قرآنیہ کے مقابلے میں پیش کی جاتی ہیں ان سب کا جواب انہی دو فقروں میں ہو گیا ہے، کہ وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو ان قصص سے تاریخ معلوم ہوگی یا نہیں، اگر نہیں تو ان سے استدلال درست نہیں، کہ جب تاریخ مجہول تو ان کا تمامی نزول قرآن سے پہلے ہونا صاف معقول، اور اگر ہاں تو دو حال سے خالی نہیں یا وہ تاریخ تمامی نزول قرآن سے پہلے کی ہوگی یا بعد کی، پہلی صورت میں استدلال کرنا درست نہیں، برتقدیر ثانی اگر مدعائے مخالف میں نص صریح نہ ہو تو استناد محض خرط القتاد (صفحہ ۲) اور یہ بھی لکھا تھا کہ 'قرآن کریم نے ۲۳ برس میں بتدریج نزول

اجلال فرما کر اپنے حبیب ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون یعنی روز اول سے روز آخر تک کی ہر شئی ہر بات کا علم عطا فرمایا اور اصول میں مبرھن ہو چکا ہے، کہ آیات قطعیہ کے خلاف کوئی حدیث احاد بھی مسلم نہیں ہو سکتی، اگر چہ سنداً صحیح ہو، تو مخالف قرآن کریم کے خلاف پر جو دلیل پیش کرے اس پر چار باتوں کا لحاظ لازم ہے۔ اول وہ آیت قطعی الدلالۃ یا ایسی ہی حدیث متواتر ہو، دوم واقعہ تمامی نزول قرآن کے بعد کا ہوالخ (صفحہ ۳)

معترض نے حضور اکرم ﷺ کے علم مبارک کی نفی کرنے کیلئے جتنی آیات پیش کیں ہیں ان سب میں ذاتی اور استقلالی علم غیب کی نفی ہے جیسا کہ ہم متعدد مفسرین امت کے حوالہ جات سے یہ بات اظہر من الشّمس کر چکے ہیں، ان میں سے کسی آیہ مقدسہ میں عطائی علم غیب کی نفی نہیں، اگر معترض میں کوئی دم خم ہے تو ایسی کوئی آیت پیش کرے جس کی اس بات پر دلالت قطعی ہو کہ رب تعالی نے حضور اکرم ﷺ کو قرآن مجید کے نزول کی تکمیل تک بھی ما کان و ما یکون کا علم عطا ہی نہیں فرمایا، بفضلہ تعالی معترض تو کیا تا قیامت کوئی منکر بھی ایسی کوئی آیت نہیں پیش کر سکے گا۔

ایں گوئے وایں میدان۔۔۔

پھر معترض نے جتنی احادیث پیش کیں ہیں ان میں سے کونسی حدیث ہے، جو خبر متواتر ہے؟ اگر ہے تو ثابت کرے اگر تمام منکرین و معترضین قیامت تک کے لئے بھی زور لگاتے رہیں تو انشاء اللہ ہرگز کوئی ایسی حدیث متواتر پیش نہیں کر سکتے جس کی اس بات پر دلالت قطعی ہو کہ رب تعالی نے حضور اکرم ﷺ کو دنیا سے پردہ فرمانے تک بھی ما کان و ما یکون کا علم عطا نہیں فرمایا۔

پھر معترض کی پیش کردہ بعض احادیث تو وہ ہیں کہ جن میں آپ ﷺ کے علم غیب عطائی کی نفی پر دلالت کرنے والا ایک لفظ بھی موجود نہیں، اور بعض وہ ہیں کہ انہی کے اندر

آپ ﷺ کو اس واقعے کا علم عطا فرمادیئے جانے کی صراحت موجود ہے، آخر ان میں وہ کونسی حدیث ہے کہ جس میں موجود واقعہ کا علم آپ ﷺ کو آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے تک بھی عطا نہیں فرمایا گیا، مثلا معترض کی ذکر کردہ پہلی حدیث جو اس نے مشکوۃ شریف کے حوالہ سے نقل کی کہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے کہ جس میں آپ ﷺ سے سوال ہوا" ای البقاع خیر "(زمین میں سب سے بہترین ٹکڑا کونسا ہے) تو اسی کے آخر میں معترض نے لکھا" پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی اللہ پاک نے فرمایا ہے"شر البقاع اسواقها و خیر البقاع مساجدها" زمین میں بدترین جگہ بازار ہیں اور بہترین حصہ مساجد ہیں (ص ۳)۔

جب جبرائیل علیہ السلام نے سرکار دو عالم ﷺ کی بارگاہ میں یہ بات عرض بھی کردی تو اب اس واقعہ کو آپ ﷺ کے علم کی نفی پر دلیل بنانا ہذیان کے سوا کیا ہوسکتا ہے؟ اور یونہی دیگر ذکر کردہ احادیث کے اندر واقعات کا حال ہے، اور اگر معترض یہ کہے کہ اس سے پہلے علم نہیں تھا بعد میں جب بتایا گیا تو تب پتہ چلا تو اس سے ہمارے عقیدے پر کیا اعتراض ہے؟ ہم نے کب یہ دعوی کیا ہے کہ ان واقعات کا علم رب تعالی کے آپ کو بتانے سے پہلے ہی آپکو ذاتی طور پر حاصل تھا ہم تو بار بار آپ سے ذاتی واستقلالی علم کی نفی کررہے ہیں اور آپ ﷺ کیلئے اللہ تعالی کی عطا سے علم غیب مانتے ہیں اور آپ ﷺ کیلئے ماکان وما یکون کا علم عطا فرمائے جانے کی تکمیل نزول قرآن کی تکمیل کے وقت مانتے ہیں پس اگر اس سے پہلے کسی واقعہ کا علم عطا نہ فرمایا گیا ہو اور بعد میں عطا فرمادیا گیا ہو تو اس سے ہمارے عقیدہ پر قطعا کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا معترض کا ایسے واقعات پیش کرنا اور اس سے ہمارے عقیدے پر اعترض کرنے کی کوشش کرنا اسکی بد ترین جہالت ہے۔

پس معترض کا یہودی کے سوال والا واقعہ لکھ کر نیچے یہ لکھنا کہ "اگر (آپ کو) جواب نہیں

آتا تھا اور یقیناً نہیں آتا تھا تو پھر آپ کیسے عالم ما کان وما یکون تھے"
اور مسجد میں جھارو دینے والے صحابی یا صحابیہ کے انتقال کا واقعہ لکھ کر یہ لکھنا کہ "اگر جناب نبی کریم ﷺ بقول تمہارے عالم ما کان وما یکون تھے تو پھر آپ کو پہلے ہی سے معلوم ہوتا الخ صفحہ۴"
اور حضرت خولہ بنت ثعلبہ کا واقعہ تحریر کرنے کے بعد لکھنا "اگر آپ ﷺ ما کان وما یکون کے عالم تھے تو پھر آپ ﷺ کو پہلے سے معلوم ہوتا الخ صفحہ۴" اور طعمہ یا بشیر بن ابیرق منافق کے زرہ چوری کرنے والا واقعہ لکھ کر یہ لکھنا کہ "اگر آپ عالم ما کان وما یکون تھے تو آپ ﷺ نے دغابازوں کی حمایت کا ارادہ کیوں فرمایا صفحہ۵" یہ سب معترض کے قیاسات فاسدہ شیطانیہ ہیں جن سے ہمارے عقیدے پر قطعا کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا، ایسے اعتراضات کی گنجائش تو تب تھی کہ یہ تمام واقعات تمامی نزول قرآن کے بعد رونما ہوتے جبکہ ایسا ہونا قطعا ثابت نہیں ہوسکتا، اگر معترض کے پاس ان مذکورہ واقعات کے تمامی نزول قرآن کے بعد ظہور پذیر ہونے پر قرآن وسنت سے کوئی دلیل ہے، تو ہمارا کھلا چیلنج ہے کہ اسے پیش کرے۔
اور معترض کا جنات کے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر قرآن پاک سننے کا واقعہ تحریر کرکے یہ لکھنے کے بعد کہ "آپ ﷺ کو تو جنات کے آنے، قرآن پاک سننے اور پھر اپنی قوم کے پاس جا کر ان کو اللہ کا حکم سنانے کا علم رب تعالی دے رہے ہیں صفحہ۸" ساتھ یہ لکھنا کہ "جنات کے آنے کا آپ کو بالکل علم نہ تھا (ص۸)" اور اس واقعہ کو آپ ﷺ کے علم ما کان وما یکون کی نفی پر دلیل بنانا معترض کی عجب جہالت ہے اور انوکھی حماقت ہے کہ جب خود ہی پہلے تسلیم کر رہا ہے کہ رب تعالی نے آپ ﷺ کو جنات کے آنے، قرآن سننے اور پھر اپنی قوم کے پاس جا کر ان کو اللہ کا حکم سنانے کا علم عطا فرما دیا ہے تو پھر آپ ﷺ کو جنات کے آنے کا "بالکل" علم نہ ہونے کا کیا مطلب؟ یہ تو

خالصتا اجتماع نقیضین ہے کہ آپ ﷺ کو ان کے آنے کا علم ہے بھی اور نہیں بھی ،اور اجتماع نقیضین محال ہے ،اور اگر معترض یہ کہے کہ اللہ کے آپ ﷺ کو جنات کی آمد کا علم عطا فرمانے سے پہلے انکی آمد کا علم نہیں تھا تو اس سے ہمارے عقیدے پر کیا اعتراض ؟ ہم نے کب یہ دعوی کیا ہے کہ آپ ﷺ کو کسی چیز کا علم اللہ تعالی کی عطا سے قبل ذاتی طور پر ہی حاصل ہے، ہم تو بار بار اس بات کی وضاحت کرر ہے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا تمام علم نہ صرف تمام علم بلکہ جمیع کمالات سب کچھ اللہ تعالی کی عطا سے ہے ،اور ان میں سے کوئی ایک ذرہ بھی آپ ﷺ کو اللہ تعالی کی عطا کے بغیر ذاتی طور پر حاصل نہیں آپ ﷺ خود بھی اللہ تعالی کی مخلوق ہیں اور آپ ﷺ کے جمیع اوصاف و کمالات بھی اللہ تعالی کی مخلوق ہیں اور اسکی عطا ہیں۔

معترض کا حضور اکرم ﷺ کے علم ما کان و ما یکون عطا کیے جانے کی نفی کرنے کیلئے قریش کے یہود کے کہنے پر آپ ﷺ سے تین سوال کرنے والا واقعہ تحریر کرنا اور پھر ساتھ یہ لکھنا کہ ''اصحاب کہف کی ساری تفصیلات رب تعالی نے خود بیان فرمائی ہیں یہ تو نہیں فرمایا کہ آپ ﷺ کو تو پہلے ہی معلوم تھیں ،ان کو جواب کیوں نہیں دیا معلوم ہوا ،قرآن مجید نازل ہونے کے بعد تفصیلات کا علم ہوا ہے (صفحہ ۹)'' بھی معترض کا عجیب خبط ہے کہ ایک ساتھ ہی حضور اکرم ﷺ کو علم غیب عطا کیے جانے کا اثبات بھی کرتا جاتا ہے اور ساتھ ہی اسکی نفی بھی کرتا جاتا ہے۔

جب خود ہی اس بات کو تسلیم کر رہا ہے کہ اصحاب کہف کی ساری تفصیلات رب تعالی نے خود بیان فرمائی ہیں ،اور قرآن مجید نازل ہونے کے بعد آپ ﷺ کو ساری تفصیلات کا علم ہو گیا ہے ،تو پھر اس واقعہ کو آپ ﷺ کے علم کی نفی پر دلیل بنانا پرلے درجے کی حماقت نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر حماقت بالائے حماقت یہ کہ ہمیں یوں الزام دے رہا ہے کہ ''رب تعالی نے یہ تو نہیں فرمایا کہ آپ کو پہلے ہی معلوم تھیں ان کو جواب کیوں نہ دیا

(صفحہ۹)

حیادار!

ہم نے یہ دعوی کب کیا ہے کہ آپ ﷺ کو اللہ تعالی کے بتانے سے پہلے ہی تمام تفصیلات ازخود معلوم تھیں، اگر ہماری تحریر میں کوئی ایسی عبارت یا کوئی ایسا دعوی ہے تو پیش کرو۔

شرم وحیا کا خون کرتے ہوئے ایسے بیہودہ افتراءات کرتے وقت آخر تمہیں اپنے یہ اقوال کیوں بھول گئے کہ "ورنہ تو بھائیو! قیامت آنیوالی ہے، ہر چیز کا حساب دینا ہوگا (ص۳)" اور "اللہ پاک کی عدالت لگنے والی ہے اسکی فکر کرنی بہت ضروری ہے حقائق کو چھپانا بہت بڑا گناہ ہے (صفحہ۴)" اور "یادرکھنا کہ حقائق کو تسلیم کرنا ایمان کی نشانی ہے (صفحہ۱۲)"۔

معترض صاحب!

اگر آپ اپنی ایسی افتراء پردازیوں اور قرآن وسنت کی غلط تشریحات سے متعلقہ اپنی اس گھناؤنی روش کی خرابی کے بارے میں بقول اپنے ذرا "بالکل خالی ذہن ہوکر سوچیں گے تو آپ کا نفس لوامہ یعنی ضمیر ضرور آپ کو بیدار کرے گا (ص۷) بشرطیکہ آپ کا ضمیر بالکل مردہ نہ ہو چکا ہو۔

اور معترض کا ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہار کے گم ہونے والے واقعہ کو سرکار دوعالم ﷺ کے علم غیب کی نفی پر بطور دلیل پیش کرنا اور اس کے بعد یہ لکھنا کہ "اگر جناب نبی کریم ﷺ ماکان و مایکون کے عالم تھے تو پھر آپ وحی کا انتظار کیے بغیر اعلان کر دیتے کہ میری بیوی بالکل صاف ہے، سچی ہے تم جھوٹ بول رہے ہو (ص۴)" معترض کی بدترین جہالت وخیانت ہے معترض کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو اس واقعہ میں سورۃ نور کی آیات کے نزول سے قبل حضرت

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا بالکل علم نہیں تھا، اور نہ ہی آپ نے ان آیات کے نزول سے پہلے ام المومنین کی پاکدامنی کا اظہار فرمایا، حالانکہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہی مروی صحیح بخاری کی اسی حدیث مبارک جس کا معترض خود حوالہ دے رہا ہے، میں موجود ہے کہ آپ ﷺ نے ان آیات کے نزول سے قبل برسر منبر تمام صحابہ کرام کی موجودگی میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا یوں اعلان فرمادیا تھا، کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں

"فقام رسول الله ﷺ فاستعذ ريومئذمن عبد الله بن ابی ابن سلول قالت فقال رسول الله ﷺ وهو على المنبريا معشر المسلمين من يعذرنی من رجل قد بلغنی اذاه فی اهل بيتی فوالله ما علمت من اهلی الا خيرا ولقد ذكروا رجلاً ما علمت عليه الا خيرا وما كان يدخل على اهلی الا معی

(صحيح بخاری جلد ۲ كتاب التفسير صفحه ۶۹۷، صحيح بخاری كتاب المغازی جلد ۲، صفحه ۵۹۵)

"پس اسی دن رسول اللہ ﷺ (منبر پر) کھڑے ہوئے اور عبداللہ بن ابی کے معاملہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نصرت طلب فرمائی، پس آپ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا اے مسلمانوں کی جماعت! اس شخص کے معاملہ میں کون میری مدد کرے گا، جس کی طرف سے مجھے میری اہلیہ کے متعلق ایذا پہنچی ہے۔ خدا کی قسم مجھے اپنی اہلیہ کے متعلق پاکدامنی اور نیکی کا ہی علم ہے، اور انہوں نے جس شخص (حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ) کا ساتھ ذکر کیا ہے اس کے متعلق بھی پاکدامنی کے سوا کچھ نہیں جانتا، وہ میرے گھر میری عدم موجودگی میں کبھی داخل نہیں ہوئے"

یہ حدیث بخاری شریف میں متعدد مقامات پر اسی طرح موجود ہے، پس جب بخاری

شریف میں بار بار اس بات کی صراحت موجود ہے کہ آپ ﷺ نے سورۃ نور میں ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برأت سے متعلقہ آیات مبارکہ کے نزول سے قبل ہی بر سر منبر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مجمع میں یہ اعلان فرمادیا تھا کہ "واللہ ما علمت من اھلی الا خیرا" خدا کی قسم مجھے اپنی اہلیہ کے متعلق پاکدامنی ہی کا علم ہے تو پھر اور کس طرح آپ ﷺ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کی پاکدامنی کا اعلان فرمانا تھا اور کس طرح منافقوں کو جھوٹا قرار دینا تھا؟ اب بخاری شریف کی اسی حدیث کا حوالہ دیکر معترض کا ساتھ یہ لکھنا کہ (اگر آپ عالم ما کان و ما یکون تھے تو) وحی کا انتظار کیے بغیر اعلان کر دیتے، کہ میری بیوی بالکل صاف ہے، سچی ہے، تم جھوٹ بول رہے ہو (ص ۴)"

معترض کی بدترین جہالت کے ساتھ ساتھ دن دہاڑے اسکی چوری اور ساتھ سینہ زوری بھی ہے

ع: [چہ دلآور است دزدکہ بکف چراغ دارد]

پھر معترض کا اس واقعہ میں آپ ﷺ کی پریشانی کو آپ ﷺ کے عدم علم کی دلیل بناتے ہوئے یہ لکھنا کہ "اگر جناب نبی کریم ﷺ ما کان و ما یکون کے عالم تھے پھر تو آپ کو ساری حقیقت کا علم تھا تو پھر پریشان ہونے کی کیا ضرورت تھی، صفحہ ۴" بھی معترض کی انتہائی بے وقوفی ہے کیونکہ آپ ﷺ کی اس واقعہ میں پریشانی کی وجہ آپ ﷺ کی اس واقعہ کی اصل حقیقت سے کوئی لاعلمی نہیں تھی بلکہ آپ ﷺ کی پریشانی کی وجہ منافقین کی بیہودہ گوئی اور انکی یہ بدترین حرکت تھی، کہ انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی تھی، امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں ارشاد فرماتے ہیں

"فان قیل کیف جاز ان تکون امرأۃ النبی کافرۃ کامرأۃ نوح و لوط و لم یجز ان تکون فاجرۃ وایضا فلو لم یجز ذالک لکان الرسول اعرف

الناس بامتناعه و لو عرف ذالک لما ضاق قلبه و لما سأل عائشة عن کیفیة الواقعة قلنا الجواب عن الاول ان الکفر لیس من المنفرات واما کونهافاجرة فمن المنفرات ،والجواب عن الثانی انه علیه السلام کثیرا ما کان یضیق قلبه من اقوال الکفار مع علمه بفساد تلک الاقوال قال تعالی "ولقد نعلم انک یضیق صدرک بما یقولون (الحجر۹۷)"فکان هذا من هذا الباب (التفسیر الکبیر ،جلد ۸،صفحه ۳۳۷)

یعنی اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ نبی کی بیوی کافرہ تو ہوسکتی ہے جیسے حضرت نوح اور حضرت لوط علیہما السلام کی بیویاں ،مگر فاجرہ (زانیہ) نہیں ہوسکتی اور (دوسرا اعتراض یہ کہ) اگر یہ بات (کہ نبی کی بیوی زانیہ ہوسکتی ہے) ممکن نہ ہوتی تو حضور اکرم ﷺ سب سے زیادہ اس بات کو جاننے والے ہوتے کہ نبی کی بیوی کا زانیہ ہونا محال ہے،اور اگر آپ ﷺ کو اس بات کا علم تھا کہ نبی کی بیوی زانیہ ہو ہی نہیں سکتی تو آپ ﷺ اس واقعہ میں تنگ دل اور پریشان نہ ہوتے ،اور نہ ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس واقعہ کی کیفیت دریافت فرماتے ،تو پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ کفر منفرات میں سے نہیں ہے مگر بیوی کا فاجرہ (زانیہ) ہونا نفرت دلانے والی چیز ہے (لہذا نبی کی بیوی زانیہ نہیں ہوسکتی) اور دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ حضور اکرم ﷺ کافروں کی (بری) باتوں کی وجہ سے تنگ دل اور پریشان ہوجایا کرتے تھے،باوجودیکہ آپ ﷺ کو معلوم ہوتا تھا کہ کفار کی یہ باتیں بالکل فاسد ہیں اور اسکی دلیل رب تعالی کا یہ ارشاد ہے ''اور ہم جانتے ہیں کہ آپ انکی بیہودہ باتوں سے پریشان ہوجاتے ہیں (سورۃ حجر آیت ۹۷)'' اور یہ واقعہ بھی اسی قبیل سے ہے یعنی اس واقعہ میں حضور اکرم ﷺ کا پریشان ہونا محض کفار و منافقین کی بیہودہ گوئی کی وجہ سے تھا

اصل حقیقت سے لاعلمی کی وجہ سے نہیں تھا"
معترض کا اس واقعہ میں آپ علیہ وسلم کی پریشانی کی وجہ آپ علیہ وسلم کی اصل واقعہ کی حقیقت سے لاعلمی قرار دینا اسکی اپنی لاعلمی اور بدترین جہالت ہے امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالی نے اس بات پر مزید دلائل قائم فرما کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی نزول وحی سے قبل ہی معلوم تھی، صراحۃً لکھا ہے

"فلمجموع هذه القرائن كان ذالك القول معلوم الفساد قبل نزول الوحی (تفسیر کبیر جلد ۸، صفحه ۳۳۷)

"پس ان جمیع قرائن کی بنا پر ام المومنین رضی اللہ عنہا کے متعلق منافقوں کے تہمت والے قول کے فاسد و باطل ہونے کا علم نزول وحی سے قبل ہی حاصل تھا"

ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ اگر اس واقعہ میں پریشانی کی وجہ اصل حقیقت کا عدم علم تھا تو خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس واقعہ میں کیوں پریشان تھیں؟ کیا انہیں بھی معلوم نہیں تھا کہ میں پاکدامن ہوں؟ کوئی پاگل ہی کہہ سکتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بھی اپنی پاکدامنی کا علم نہیں تھا، بخاری شریف کی اسی روایت میں ہے کہ وہ تو اپنی پاکدامنی کا ان الفاظ سے اظہار فرما رہیں تھیں

"والله يعلم انی منه بريئة (صحيح بخاری جلد۲، صفحه ۵۹۶ و ۶۹۸)" "اور اللہ جانتا ہے کہ میں پاک دامن ہوں" اس کے باوجود آپ رضی اللہ عنہا اس قدر پریشان تھیں کہ آنسو تھمتے ہی نہ تھے خود ہی اسی حدیث میں ارشاد فرماتی ہیں

"وقد بكيت ليلتين ويوما لا يرقاء لی دمع ولا اكتحل بنوم حتی لاظن ان البكاء فالق كبدی (صحيح بخاری جلد ۲، صفحه ۵۹۵)" "یعنی میں دو راتوں اور ایک دن سے میں مسلسل رو رہی تھی، میرے آنسو رکتے ہی نہیں تھے، اور میں نیند کو سرمہ نہ بنا سکی، حتی کہ میں نے گمان کیا کہ روتے روتے میرا جگر پھٹ جائے گا

"

پس اگر پریشانی کی وجہ اصل واقعہ سے عدم علم تھا اور اس پریشانی کا حل اس واقعہ کی اصل حقیقت کا معلوم ہونا تھا، تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پریشان ہونے کی تو پھر کوئی وجہ ہی نہیں ہو سکتی، انہیں تو سب حقیقت معلوم تھی، اس کا تو معترض بھی انکار نہیں کر سکے گا، حالانکہ ام المومنین رضی اللہ عنہا خود سب سے زیادہ پریشان تھیں، تو ثابت ہوا کہ پریشانی کی وجہ اصل واقعہ سے لاعلمی نہیں بلکہ منافقین کی بیہودہ گوئی اور انکا طوفان بدتمیزی تھا۔

پھر معترض کا یہ کہنا کہ (اگر آپ ﷺ کو علم تھا تو) لونڈی سے کیوں پوچھا اسکی ایک اور جہالت ہے ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ کیا کسی سے کسی بات کے متعلق پوچھنا، مطلقا پوچھنے والے کی لاعلمی کی دلیل ہوتی ہے؟ اگر پوچھنا، پوچھنے والے کی لاعلمی ہی کی دلیل ہے تو رب تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام سے یہ کیوں پوچھا؟ "وما تلک بیمینک یا موسی (سورۃ طه ۱۷)" اور یہ تیرے دائیں ہاتھ میں کیا ہے اے موسیٰ۔

اور رب تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ کیوں پوچھا؟

"قال او لم تؤمن قال بلٰی (سورۃ البقرۃ ۲۶۰)" (اللہ تعالی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے) فرمایا کیا تجھے یقین نہیں؟ عرض کی یقین کیوں نہیں"

کیا رب تعالی کو علم نہیں تھا کہ موسی علیہ السلام کے ہاتھ میں عصا ہے؟ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ اللہ تعالی مردوں کو زندہ فرمائے گا؟ اس کے باوجود ان سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ ہر کہیں پوچھنا پوچھنے والے کی لاعلمی کی وجہ سے نہیں ہوتا، بلکہ کسی اور حکمت کی وجہ سے بھی ہوتا ہے، یہاں حضور اکرم ﷺ کا صحابہ کرام سے اس بارے میں پوچھنا کئی حکمتوں کے تحت تھا کہ اس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم

اجمعین کا امتحان تھا، اور منافقین پر حجت قائم کرنا مقصود تھا، اور معترض کا یہ کہنا کہ اگر پہلے سے علم تھا تو نزول وحی سے پہلے ہی منافقین کو سزا کیوں نہ دی یہ اسکی ایک اور جہالت ہے، سورۃ نور کی وہ آیات جن میں ام المومنین رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کا تذکرہ ہے، ان کے نزول سے قبل آپ ﷺ کے منافقین کو سزا نہ دینے میں متعدد حکمتیں ہیں جن میں سب سے بڑی حکمت یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس امر میں فیصلہ فرمانے میں تاخیر فرمائی جس سے ام المومنین رضی اللہ عنہا کے صبر کا مکمل امتحان ہوا، اور انہیں اس کے صلہ میں وہ امتیازی انعام ملا کہ قرآن مقدس کی اٹھارہ آیات ان کی پاکدامنی کے بیان میں اتریں، جو تا قیامت تلاوت کیجاتی رہیں گی، اور آپ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی کے مسئلہ کے ساتھ کفر اور ایمان کا تعلق قائم ہوگیا کہ اگر کوئی آپ کی پاکدامنی پر ایمان لائے گا تو مومن ہوگا، اور اگر آپ رضی اللہ عنہا کی پاکدامنی پر ایمان نہیں لائے گا تو دائرہ اسلام سے خارج ہوگا، پس اگر اس قضیے کا فیصلہ نزول قرآن سے پہلے ہو جاتا تو آپ کو یہ مقام کیسے حاصل ہوتا؟

ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ اگر آپ ﷺ کا منافقین کو فوراً سزا نہ دینا آپ ﷺ کے عدم علم کی دلیل ہے تو رب تعالی نے اس واقعہ میں فوراً وحی کیوں نازل نہیں فرمائی؟ اور بہتان تراشوں کی فوراً سزا کیوں بیان نہیں فرمائی؟ کیا رب تعالی کو بھی پہلے علم نہیں تھا اور (معاذ اللہ) مہینہ بھر کی تحقیق کے بعد پتہ چلا تو پھر حکم نازل فرمایا؟ فما جوابکم فھو جوابنا

معترض حضور اکرم ﷺ کے علم غیب عطائی کی نفی ثابت کرنے کے لئے نہ جانے کس جنون میں مبتلا ہے، کہ وہ اپنے اس عقیدہ باطلہ کو ثابت کرنے کیلئے ایسی ایسی روایات تحریر کر رہا ہے کہ جن کا اس مسئلہ کے ساتھ سرے سے تعلق ہی نہیں، اسی سلسلہ میں اس نے ایک روایت حضور اکرم ﷺ کے شہد ترک فرمانے والی بھی لکھی ہے، اور اس کے بعد

یوں اپنی جہالت کا پول کھولا ہے کہ لکھتا ہے کہ "اگر آپ ﷺ عالم ما کان و ما یکون تھے تو جب جناب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور جناب حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ پروگرام بنایا تو آپ ﷺ کے علم میں ہوتا تو پھر آپ ان کو ڈانٹتے نہ؟ آپ ﷺ فرماتے کہ مجھے پتہ ہے جو کچھ تم نے طے کیا ہے، پھر آپ ﷺ ایک حلال شئی کو حرام نہ قرار دیتے پھر اس پر حلف نہ اٹھاتے، اور نہ ہی یہ پیغام نازل ہوتا "یا ایھا النبی لم تحرم۔۔۔۔ (ص ۷)

ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ کیا حضور اکرم ﷺ کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ میں نے مغافیر نہیں کھائی اور نہ ہی مجھ سے مغافیر کی بو آرہی ہے؟ کوئی پاگل ہی یہ بات کر سکتا ہے کہ آپ ﷺ کو اس بات کا علم نہیں تھا، جب آپ ﷺ نے ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں شہد ہی نوش فرمایا ہے، نہ مغافیر کھائی ہے اور نہ ہی مغافیر کے قریب گئے ہیں اور خود فرما بھی رہے ہیں کہ 'میں نے تو صرف زینب کے ہاں شہد پیا ہے، اور کچھ بھی نہیں کھایا (ص ۷)' تو پھر آپ ﷺ کو اپنے مغافیر نہ کھانے اور آپ سے بوئے مغافیر نہ آنے کا علم کیوں نہیں ہو سکتا؟ تو جب آپ ﷺ کو اس بات کا علم ہے کہ میں نے مغافیر نہیں کھائی اور نہ ہی مجھ سے بوئے مغافیر آرہی ہے تو پھر آپ ﷺ کو یہ کیونکر معلوم نہیں تھا کہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما جو مجھ سے مغافیر کھا لینے اور مجھ سے بوئے مغافیر آنے کے متعلق کہہ رہی ہیں تو انکی یہ بات خلاف واقعہ ہے، جب اس واقعہ کا تعلق خود آپ ﷺ کی اپنی ذات مبارک اور اپنے فعل مبارک سے ہے کہ آپ نے شہد نوش فرمایا تھا مغافیر نہیں کھائی تھی، تو اصل واقعہ کا آپ کو علم نہ ہونے کا کیا مطلب؟ تو جب اصل واقعہ آپ کو معلوم ہے تو ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بات کے خلاف واقعہ ہونے کا آپ کو کیسے علم نہیں تھا؟ تو جب آپ کو انکی بات کے خلاف واقعہ ہونے کا علم ہے تو پھر آپ کے علم غیب عطائی کی نفی کیسے لازم آگئی اور اس واقعہ کا اس مسئلہ کے ساتھ تعلق ہی

کیا ہوا؟

اور اگر معترض یہ کہے کہ آپ ﷺ کو انکی بات کے خلاف واقعہ ہونے کا علم تو تھا لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ وہ کس مقصد کیلئے یہ بات کر رہی ہیں تو معترض کی یہ بات بھی غلط ہے کہ آپ ﷺ کو ان کا مقصد بھی معلوم تھا کہ وہ اس لئے یہ بات کر رہیں ہیں کہ وہ چاہتیں ہیں کہ آپ ﷺ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے ہاں شہد نہ پیئیں اور آپ ﷺ کے ان کو نہ ڈانٹنے اور شہد کو اپنے اوپر حرام کر لینے کی وجہ بھی یہی تھی کہ آپ کو ان کی دل شکنی گوارا نہ تھی بلکہ ان کی رضا مندی مطلوب تھی، یہی وجہ تھی کہ آپ ﷺ نے فرما دیا تھا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو شہد چھوڑنے کی اطلاع نہ دینا کیونکہ اس طرح انہیں ملال ہوگا اور آپ ﷺ کسی کی دل شکنی تو کرنا ہی نہیں چاہتے تھے، کیونکہ یہ بات آپ ﷺ کو گوارا ہی نہیں تھی بلکہ آپکو ان سب کی رضا جوئی مطلوب تھی، اور یہ بات قرآن مجید اور احادیث مبارکہ دونوں سے صراحۃً ثابت ہے، رب تعالی ارشاد فرماتا ہے

"یا ایھا النبی لم تحرم ما احل اللہ لک تبتغی مرضا ت ازواجک واللہ غفور رحیم (سورۃ تحریم ۱)"

" اے غیب بتانے والے نبی! تم اپنے اوپر کیوں حرام کیے لیتے ہو وہ چیز جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہے اپنی بیویوں کی مرضی چاہتے ہو اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے "۔

اور بخاری شریف کی وہی حدیث جس کا معترض حوالہ دے رہا ہے، اس کے اندر موجود ہے کہ

"قال لا ولکنی کنت اشرب عسلا عند زینب ابنۃ جحش فلن اعود لہ قد حلفت لا تخبری بذالک احدا یبتغی بذالک مرضا ت ازواجہ

(صحیح البخاری جلد ۲، کتاب التفسیر صفحہ ۷۲۹)

''آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا نہیں (یعنی میں نے مغافیر نہیں کھائی) بلکہ میں نے زینب بنت جحش (رضی اللہ عنہا) کے ہاں شہد پیا ہے، پس میں ہرگز اسے دوبارہ نہیں پیوں گا اور میں نے اس بات کی قسم کھالی ہے تم یہ بات کسی کو نہ بتانا اور آپ اس سے اپنی ازواج مطہرات کی رضا طلب فرما رہے تھے''

قرآن مقدس بھی واضح انداز میں فرما رہا ہے کہ آپ کا شہد کو اپنے اوپر حرام کر لینا اپنی ازواج مطہرات کی رضا جوئی کیلئے تھا کہ ''تبتغی مرضات ازواجک'' اس پر گواہ ہے، کسی لاعلمی کی وجہ سے نہ تھا، اور حدیث مبارک بھی یہی فرما رہی ہے کہ آپ کا یہ فعل کسی لاعلمی کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ آپ اس سے اپنی ازواج مطہرات کی رضا جوئی چاہتے تھے اور حدیث مبارک کا یہ ٹکڑا ''یبتغی بذالک مرضات ازواجه'' تو اس امر پر حجت قاہرہ اور دلیل قاطع ہے کہ آپ ﷺ کا ام المومنین حضرت زینب بنت جحش کے ہاں شہد نہ پینے کی قسم کھانا، اور شہد کو اپنے اوپر حرام قرار دینا، اور ام المومنین حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما کو اس معاملہ میں ناراض نہ ہونا اور یہ بھی فرمانا کہ میرے شہد ترک کرنے کی کسی کو خبر نہ دینا کہ حضرت زینب کو بھی اس بات کا پتہ نہ چل سکے، یہ سب امور کسی لاعلمی کی وجہ سے نہیں تھے بلکہ اپنی تمام ازواج مطہرات کی رضا جوئی کیلئے تھے کیونکہ حدیث مبارک میں ''ذالک'' کا مشار الیہ بتاویل 'مذکور' یہ سارے امور ہیں کوئی ایک امر نہیں، کیونکہ اس کے بعد ''ازواجہ'' میں اضافت استغراقی ہے اور اس سے مراد ان تمام ازواج مطہرات کی رضا جوئی ہے نہ فقط حضرت عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما کی، اور نہ فقط حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کی اور یہ معنی اسی صورت میں حاصل ہو سکتا ہے، کہ ذالک کا مشار الیہ 'مذکور' کی تاویل میں کر کے ان تمام امور کو بنایا جائے، تو جب یہ سبھی امور محض ازواج کی رضامندی کیلئے تھے تو اس آیہ مذکورہ اور حدیث مبارکہ میں کونسا جملہ ہے جو آپ ﷺ کے علم غیب عطائی کی نفی پر دلالت کرتا ہے، مگر معترض

قرآن وحدیث کی صریح مخالفت کرتے ہوئے آپ ﷺ کے شہد ترک فرمانے کی علت آپکی لاعلمی قرار دیتا ہے والعیاذ باللہ من ہذہ الجہالات الفاحشۃ القبیحۃ۔

معترض نے حضرت عاصم بن ثابت اور انکے رفقاء کی شہادت اور ستر قراء صحابہ کرام کی شہادت کے واقعہ کو حضور اکرم ﷺ کے علم غیب عطائی کی نفی پر دلیل بنانے کیلئے دوبارہ تحریر کیا ہے، حالانکہ ہم سابقہ تحریر میں اسکا جواب شافی دے چکے تھے، مگر معترض کی ڈھٹائی کا کیا علاج؟

سو ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ معترض کے پاس ان دونوں واقعات کے تمامی نزول قرآن سے بعد وقوع پذیر ہونے پر کیا دلیل ہے؟ حالانکہ صحیح بخاری میں کتاب المغازی کے اندر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارک میں ہے

"فقتلوا کلهم غیر الاعرج کان فی راس جبل فانزل الله علینا ثم کان من المنسوخ انا قد لقینا ربنا فرضی عنا و ارضانا (صحیح بخاری جلد ۲، صفحہ ۵۸۷)

"پس وہ سب شہید کر دیئے گئے سوائے اعرج کے کہ وہ پہاڑ کی چوٹی پر تھے، پس اللہ تعالی نے یہ آیہ مقدسہ نازل فرمائی پھر بعد میں (اسکی تلاوت) منسوخ ہوگئی، بیشک ہم نے اپنے رب سے ملاقات کی پس وہ ہم سے راضی ہوگیا، اور اس نے ہمیں راضی کیا"

پس جب اس واقعہ کے بعد بھی قرآن کریم نازل ہو رہا ہے، اور خود اس واقعہ کی خبر بھی قرآن مجید میں دی جا رہی ہے، اگرچہ بعد میں اسکی تلاوت منسوخ ہوگئی تو پھر اس واقعہ کو تمامی نزول قرآن کے بعد سمجھنا اور اسے حضور اکرم ﷺ کے علم غیب عطائی کی نفی کیلئے بطور دلیل پیش کرنا کیسی بدترین جہالت ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ارشاد "اللھم اخبر عنا رسولک"، "اللھم بلغ عنا نبینا" حضور اکرم ﷺ کے علم غیب عطائی پر دلیل ہے، نہ کہ نفی پر، اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک اللہ تعالی حضور ﷺ کو علم غیب عطا ہی نہیں فرما

سکتا تھا تو وہ ہرگز اس سے یہ دعا نہ کرتے کہ یا اللہ ہماری خبر اپنے رسول کو پہنچا دے"۔

اس سے تو یہ ثابت ہو رہا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم ﷺ کو رب تعالی کی طرف سے علم غیب عطا کیے جانے کا عقیدہ رکھتے تھے، تبھی تو اسکی بارگاہ میں یہ دعا کر رہے تھے اگر انکا یہ عقیدہ نہ ہوتا تو کبھی ایسی دعا نہ کرتے، اور اگر معترض یہ کہے کہ آپ ﷺ کو اس واقعہ کا پہلے علم نہیں تھا، بعد میں پتہ چلا تو اس سے ہمارے عقیدے پر کیا اعتراض ہے؟ ہم بار بار لکھ چکے ہیں، کہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے علم ما کان و ما یکون کی تکمیل، نزول قرآن کی تکمیل کے وقت ہوئی ہے، اس کے باوجود معترض کا ایسے واقعات کو لیکر اعتراض کرنا، جنکی تمامی نزول قرآن سے پہلے ہونیکی صراحت موجود ہے، اسکی جہالت اور خباثت نہیں تو اور کیا ہے؟ مگر اس حدیث مبارک اور پورے واقعہ میں کہیں ایک لفظ بھی موجود نہیں، کہ آپ ﷺ نے فرمایا ہو کہ مجھے انکی شہادت کا پہلے علم نہیں تھا اگر مجھے پہلے علم ہوتا تو انہیں کبھی نہ بھیجتا، اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے کہا ہے کہ آپ ﷺ کو ان کے بھیجنے سے پہلے ان کی شہادت کا بالکل علم بھی نہیں تھا، اگر پہلے علم ہوتا تو ہرگز نہ بھیجتے بلکہ اس حدیث پاک کے بعض طرق سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ ﷺ انکو بھیجنے سے قبل ہی اشارۃً انکی شہادت کی خبر دے چکے تھے۔

چنانچہ امام بدر الدین عینی رحمہ اللہ تعالی عمدۃ القاری شرح بخاری میں اسی حدیث پاک کے تحت طبقات ابن سعد کے حوالہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ جب عامر بن مالک کلابی نے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اگر آپ اپنے اصحاب کی ایک جماعت تبلیغ اسلام کیلئے میری قوم کی طرف بھیجیں تو مجھے توقع ہے کہ وہ لوگ آپ کا پیغام قبول کر لیں گے، تو آپ ﷺ نے جواباً فرمایا "انی اخاف علیهم اهل نجد (عمدة القاری شرح بخاری کتاب المغازی جلد ۱۴، صفحه ۲۱۲)"

"فلم یقدرو منه شئی" (پس وہ آپ کے جسم سے کچھ کاٹنے پر قادر نہ ہوسکے) رب تعالی نے بھڑوں کی ایک فوج کو سائبان کی طرح ان کے جسم مبارک پر بھیج کر اس کی ان سے حفاظت فرمائی، تو رب تعالی نے کفار سے انکی جان کی حفاظت کیوں نہ فرمائی؟ کیا وہ یہی بھڑیں کفار پر مسلط کر کے انہیں وہاں سے بھگا نہیں سکتا تھا؟ تو اس کا جواب علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی سے ہی سن لیجئے وہ فرماتے ہیں "وانما استجاب الله له فی حماية لحمه من المشركين و لم يمنعهم من قتله لما اراد اكرامه بالشهادة (فتح الباری شرح بخاری جلد ۷ صفحہ ۴۸۹)" "اور اللہ تعالی نے حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کے جسم کی مشرکین سے حفاظت کے معاملہ میں انکی دعا قبول فرمالی اور انہیں انکے شہید کرنے سے نہیں روکا، کیونکہ رب تعالی کا انہیں شہادت کا اعزاز اور ارفع و اعلی مقام عطا فرمانے کا ارادہ تھا"

اب تو معترض کی آنکھیں کھل گئی ہوں گی کہ باوجود علم ہونے کہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ادھر کیوں بھیجا گیا تھا اور انہیں ادھر جانے سے کیوں نہیں روکا گیا تھا، مگر معترض کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ اعزاز و اکرام ایک آنکھ نہیں بھاتا اس لئے وہ انہیں روکنے کے درپے ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت کا پیشگی علم انہیں میدان جہاد میں جانے سے روکنے کا قطعا تقاضا نہیں کرتا، احادیث مبارکہ کے اندر کئی ایسے واقعات موجود ہیں کہ آپ ﷺ نے بعض صحابہ کرام کی شہادت کی پہلے ہی خبر دے دی، اور ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس بات کا پتہ چل گیا، مگر نہ آپ ﷺ نے انہیں میدان جہاد میں جانے سے روکا، اور نہ ہی وہ خود رکے، بلکہ آپ ﷺ نے خود انہیں میدان جہاد میں بھیجا۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا

"امر رسول الله ﷺ فی غزوة موتة زید بن حارثة فقال رسول الله ﷺ ان قتل زید فجعفر و ان قتل جعفر فعبد الله بن رواحة (صحیح بخاری شریف ،جلد ۲ ،کتاب المغازی ،صفحہ ۶۱۱)"

''رسول اللہ ﷺ نے جنگ موتہ میں حضرت زید بن حارثہ کو امیر بنایا پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر زید شہید ہو جائیں تو پھر جعفر (امیر) ہو گے،اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ (امیر) ہوں گے۔

اسی حدیث کی شرح میں امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی کے استاذ سراج الدین عمر بن علی المعروف ابن ملقن المتوفی ۸۰۴ھ نے یہ روایت نقل کی ہے "و روی عمر بن الحکم عن ابیه قال جاء النعمان بن مهض الیهودی فوقف مع النا س و قال للنبی ﷺ ابا القاسم ان کنت نبیا فسمیت من سمیت قلیلا او کثیراً اصیبو جمیعا لان الانبیاء فی بنی اسرائیل کانوا اذا استعملوا علی القوم فقالوا ان اصیب فلان ففلان فلو سمی مأةاصیبوا جمیعا ثم جعل الیهودی یقول لزید اعهد فلا ترجع الی محمد ابدا ان کان محمد نبیا قال زید اشهد انه نبی صادق بار

(التوضیح لشرح الجامع الصحیح جلد ۲۱،صفحہ ۲۱۴)"

''عمر بن حکم نے اپنے والد سے روایت کی ہے کہ نعمان بن مہض یہودی آیا اور لوگوں کے پاس کھڑا ہو گیا،اور نبی کریم ﷺ سے کہنے لگا اے ابوالقاسم !اگر آپ (واقعی) نبی ہیں تو جن کے آپ نے نام لیے ہیں خواہ وہ کم ہوں یا زیادہ وہ سب کے سب شہید کر دیئے جائیں گے،کیونکہ بنی اسرائیل کے اندر انبیاء کرام علیہم السلام جس شخص کو قوم کا امیر مقرر فرماتے اور یہ فرماتے کہ اگر فلاں قتل ہو گیا تو فلاں امیر ہو گا،تو اس طرح اگر وہ سو آدمیوں کے نام بھی لیتے تو وہ سب شہید ہو جاتے،پھر وہی یہودی حضرت زید (بن

حارثہ) رضی اللہ عنہ سے کہنے لگا کہ میں پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں کہ اگر محمد نبی ہیں تو تم کبھی بھی (موتہ سے) محمد ﷺ کی طرف واپس لوٹ کر نہیں آو گے، حضرت زید نے فرمایا، بے شک وہ سچے اور نیک نبی ہیں''

بخاری شریف کی مذکورہ بالا حدیث مبارک میں حضور اکرم ﷺ کا حضرت زید بن حارثہ ،حضرت جعفر طیار اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کے متعلق انہیں امیر مقرر کرتے وقت یہ فرمانا کہ

''ان قتل زید فجعفر وان قتل جعفر فعبد الله بن رواحة'' (اگر زید شہید ہو جائیں تو جعفر امیر ہوں گے اور اگر جعفر شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ امیر ہوں گے)

بالترتیب ان تینوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت اشارۃ خبر تھی ،اور یہ آپ ﷺ کے علم عطائی کی دلیل ہے جسے نعمان بن مہض یہودی، باوجود یہودی ہونے کے سمجھ رہا تھا ،اور اسکی تصدیق کر رہا تھا، آج اگر کوئی مسلمانی کا دعویدار اس بات کی مخالفت کرتا ہے تو وہ اس یہودی سے بھی بدتر ہے پھر جب یہودی نے پہلے حضور اکرم ﷺ سے کہا تھا کہ

'ابا القاسم ان کنت نبیا فسمیت من سمیت قلیلا او کثیرا اصیبو ا جمیعا'' (اگر آپ واقعی ہی نبی ہیں تو جن جن کے آپ نے نام لیے ہیں خواہ وہ کم ہوں یا زیادہ وہ سب شہید کر دیئے جائیں گے) پھر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ

''اعهد فلا ترجع الى محمد ابدا ان کا ن محمد نبیا'' (میں پوری ذمہ داری سے کہتا ہوں اگر محمد واقعی نبی ہیں تو پھر تم (موتہ سے) آپ کی طرف لوٹ کر نہیں آو گے)،تو اسکی بات کی کسی نے بھی تردید نہیں کی ہاں حضرت زید بن حارثہ نے اسکی اس بات میں تردید فرمائی، وہ جو آپ ﷺ کی نبوت میں شک ظاہر کرنے کیلئے یوں کہہ

رہا تھا کہ ''اگر آپ ﷺ واقعی نبی ہیں'' تو آپ نے فرمایا کہ اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ وہ واقعی نبی ہیں، بلکہ ''اشہدانہ نبی'' میں گواہی دیتا ہوں کہ واقعی نبی ہیں ،اور جو کچھ وہ فرمارہے ہیں اور ہماری شہادت کی خبر دے رہے ہیں، تو اس میں بھی وہ صادق ہیں، سچ فرمارہے ہیں ،اور آپ کا ارشاد بالکل برحق اور سچ ہے،اور ہم ضرور شہید ہونگے ،اور جو یہ اعترض کرتے ہیں کہ اگر آپ کو پہلے پتہ تھا کہ انہوں نے شہید ہو جانا ہے،تو پھر آپ انہیں بھیج کیوں رہے تھے،اور روکتے کیوں نہیں تھے؟ تو ان کا بھی آپ نے اپنے آخزی کلمہ ''بار'' کے اندر رد فرمادیا، کہ وہ باوجود علم ہونے کے اگر بھیج رہے ہیں تو اس میں نیکوکار اور حق پر ہیں ان پر ایسے اعتراضات کرنے والے بد بخت اور دونوں جہانوں میں خائب وخاسر ہیں۔

اگر معترض ان احادیث مبارکہ کا ایمانی نگاہ سے مطالعہ کرے تو ان شاء اللہ اسکی اس معاملہ میں ساری جہالت دور ہو جائے گی، پھر یہی نہیں کہ فقط آپ ﷺ کو انکے میدان جنگ میں جانے سے قبل انکی شہادت کا ہی علم تھا، بلکہ میدان جنگ کے اندران کے جمیع احوال بھی آپ ﷺ مدینہ میں ہوتے ہوئے ہی دیکھ رہے تھے،اور آپ ﷺ نے میدان جنگ سے ان کی شہادت کی خبر آنے سے پہلے ہی انکی شہادتیں واقع ہو جانے کی بھی خبر دے دی تھی، صحیح بخاری شریف میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

''ان النبی ﷺ نعی زیدا و جعفر و ابن رواحة للناس قبل ان یا تیهم خبر هم فقال اخذ الرایة زید فاصیب ثم اخذ جعفر فاصیب ثم اخذابن رواحة فاصیب و عیناه تذرفان حتی اخذ الرایة سیف من سیوف الله حتی فتح الله علیهم (صحیح بخاری ،جلد ۲ ،کتاب المغازی صفحه ٦١١)

''بیشک نبی کریم ﷺ نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت واقع ہو جانے کی لوگوں کو اس سے پہلے ہی خبر دے دی تھی، کہ (میدان جنگ سے) انکے پاس انکی خبر آتی، آپ ﷺ نے فرمایا، زید نے جھنڈا پکڑا پس وہ شہد ہو گئے پھر جعفر نے جھنڈا پکڑا پس وہ شہید ہو گئے، پھر ابن رواحہ نے جھنڈا پکڑا پس وہ شہید ہو گئے، اور آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے، حتی کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ) نے جھنڈا پکڑا حتی کہ اللہ تعالی نے رومیوں پر فتح عطا فرمائی''

امام بدر الدین عینی رحمہ اللہ تعالی عمدۃ القاری شرح بخاری میں ارشاد فرماتے ہیں

''و رفعت الارض لسیدنا رسول اللہ ﷺ فلما اخذ خالد اللواء قال ﷺ الآن حمی الوطیس (عمدۃ القاری شرح بخاری، کتاب المغازی جلد ۱۴، صفحہ ۳۳۵)

اور سیدنا رسول اللہ ﷺ کیلئے زمین سے حجابات اٹھ گئے تھے، پس جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے جھنڈا پکڑا تو آپ ﷺ نے فرمایا اب جنگ کی بھٹی خوب گرم ہو گئی ہے''۔

امام بیہقی رحمہ اللہ تعالی نے دلائل النبوۃ جلد ۴ صفحہ ۳۶۵ پر بھی یہ روایت نقل فرمائی ہے، کہ حضور اکرم ﷺ کیلئے زمین منکشف کر دی گئی، پس آپ ﷺ میدان جنگ کو دیکھ رہے تھے۔ اور فتح الباری شرح بخاری میں علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی حضرت موسی بن عقبہ رحمہ اللہ تعالی کے مغازی کے حوالہ سے روایت فرماتے ہیں کہ ''ان یعلی بن امیة قدم بخبر اهل موتة فقال له رسول اللہ ﷺ ان شئت فاخبرنی وان شئت اخبرک قال فاخبر نی، فاخبره خبرهم فقال والذی بعثک بالحق ما ترکت من حدیثهم حرفا لم تذکره ''(فتح الباری شرح

بخاری جلد ۷،صفحہ ۶۵۳ کتاب المغازی)

''حضرت یعلی بن امیہ آپ ﷺ کے پاس اہل موتہ کی خبر لے کرآئے،تو آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ اگرتم چاہوتوتم مجھے خبر دواوراگرتم چاہوتو میں تمہیں خبر دیتاہوں،توانہوں نے عرض کی آپ مجھے خبر دیں،تو آپ ﷺ نے اسے انکا پوراواقعہ بیان فرمایا،تب انہوں نے کہااس ذات کی قسم جس نے آپ کوحق کے ساتھ مبعوث فرمایاہے،کہ آپ نے ان کے پورے واقعہ میں سے کوئی ایک حرف بھی نہیں چھوڑاجس کاآپ نے ذکر نہ فرمایاہو۔

اب ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ یہاں تو آپ ﷺ کوان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے میدان جنگ میں جانے سے قبل اور بعد نہ صرف ان کے احوال کا فقط علم تھا،بلکہ خودساری تفصیلات بیان فرمارہے ہیں،اس کے باوجودآپ ﷺ نے انہیں میدان جنگ میں جانے سے روکانہیں،بلکہ خودبھیج رہے ہیں آخرکیوں؟ذراسوچ تیری آنکھیں کھلیں۔

صحیح بخاری شریف میں ہی حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف نکلے سوہم رات کوسفر کرتے رہے،پس لوگوں میں سے ایک شخص نے حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ سے کہااے عامرکیاآپ ہمیں اپنے رجزیہ کلام میں سے کچھ اشعارنہیں سناتے،حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ شاعرآدمی تھےتووہ ان اشعار کے ساتھ حدی خوانی کرنے لگے

"اللھم لو لا انت ما اھتدینا الخ"

پس رسول اللہ ﷺ نے ارشادفرمایا

"من ھذا السائق ،قالو عامر بن الاکوع قال یرحمه الله قال رجل من القوم وجبت یا نبی الله لو لا امتعتنا به (صحیح بخاری ،جلد ۲ ، کتاب

المغازی صفحہ ۶۰۳)

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ یہ اونٹوں کو (حدی خوانی کے باعث) چلانے والا کون ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ عامر بن اکوع (رضی اللہ عنہ) ہیں آپ نے (دعا کرتے ہوئے) فرمایا اللہ اس پر رحم فرمائے قوم (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) میں سے ایک شخص (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) نے کہا اے اللہ کے نبی (اسکی شہادت) واجب ہو گئی، آپ نے ہمیں اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھانے دیا“

اسی حدیث کے آخر میں ہے کہ حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ اسی جنگ خیبر میں شہید ہو گئے تھے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

”قوله قال يرحمه الله في رواية اياس بن سلمه قال غفر لک ربک قال وماستغفر رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم لانسان يخصه الا استشهد وبهذه الزيادة يظهر السر في قول الرجل لو لاامتعتنا به

(فتح الباری شرح بخاری، جلد ۷، صفحہ ۵۹۲)

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ اس پر رحم فرمائے، ایاس بن سلمہ کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تمہارا رب بخشش فرمائے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی مخصوص شخص کیلئے مغفرت کی دعا نہیں فرمائی، مگر یہ کہ وہ شہید ہو گیا (اس حدیث کے اندر) اس زیادتی سے اس شخص (حضرت عمر) کے قول ”آپ نے ہمیں اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھانے دیا“ میں جو راز ہے وہ ظاہر ہو جاتا ہے۔

یہ حدیث مبارک اس بات پر صراحتہ دلالت کر رہی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی شہادت کا پہلے علم تھا کہ انکے لئے مغفرت کی دعا فرمائی، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی اس بات کا علم تھا، کہ جب آپ کسی کیلئے مغفرت کی دعا

فرماتے ہیں تو وہ شہید ہو جاتا ہے، اسی لیے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا تھا کہ اے اللہ کے نبی آپ نے ہمیں عامر بن اکوع سے نفع کیوں نہ اٹھانے دیا، اور خود حضرت عامر بن اکوع کو بھی اپنی شہادت کا علم ہو چکا تھا، مگر حضور اکرم ﷺ نے حضرت عامر بن اکوع کو جنگ میں جانے سے منع نہیں کیا، بلکہ خود ساتھ ہی لے گئے، تو آخر کیوں منع نہیں فرمایا؟ اور حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ عنہ بھی اپنی شہادت کا علم ہو جانے کے باوجود کیوں واپس نہیں مڑے؟ پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا آپ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کرنا "لو لا امتعتنا به "جس کا معنی ابن حجر نے فتح الباری میں یہ فرمایا ہے

"ای ابقیته لنا لنتمتع به ای بشجاعته"

(کہ آپ نے انہیں باقی کیوں نہیں رکھا کہ ہم انکی شجاعت سے فائدہ حاصل کرتے) اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اگر چاہتے تو رب تعالی کی بارگاہ میں دعا کر کے انہیں شہادت سے بچا سکتے تھے، مگر آپ ﷺ نے ایسا نہیں کیا؟ آخر کیوں؟ معترضین کیلئے دعوت فکر ہے۔

معترض کے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان سے استدلال فاسد کا رد:

پھر معترض نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمان نقل کیا کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا" جو آدمی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ "انه یعلم ما فی غد فقد کذب" جناب نبی کریم ﷺ کل کی بات جانتے ہیں اس نے صاف جھوٹ بولا، پھر اماں جی نے یہ آیت تلاوت فرمائی "وما تدری نفس ما ذاتکسب غدا" کہ کوئی انسان نہیں جانتا کہ اس نے کل کیا کمانا ہے اور کیا کرنا ہے صفحہ ۱۰۔

اور اس سے حضور اکرم ﷺ کے عطائی علم غیب کی نفی پر فاسد استدلال کرنے کی کوشش کی ، حالانکہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس ارشاد میں ذاتی علم غیب کی نفی ہے، عطائی علم کی ہرگز نفی نہیں ہے، اور آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالی کی عطا کے بغیر ذاتی طور پر خود بخود حضور اکرم ﷺ کل کی بات جانتے ہیں تو وہ جھوٹا ہے، شارحین حدیث نے اسے اسی معنی پر محمول کیا ہے۔

چنانچہ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی کے فرزند ارجمند حضرت شیخ نور الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی تیسیر القاری شرح صحیح البخاری میں اسی حدیث مبارک کے تحت ارشاد فرماتے ہیں

" مراد آنست کہ بے اعلام و الہام الہی نمی میداند، وگرنہ آنحضرت ﷺ از حوادث و وقائع آئندہ تا روز قیامت بتفصیل خبر دادہ است و ایں ہمہ بوحی بودہ است " (تیسیر القاری شرح بخاری جلد ۴، صفحہ ۵۸۳)

(آیت اور حدیث میں کل کی بات جاننے کی نفی سے) مراد یہ ہے کہ اللہ تعالی کے

بتانے اور الہام فرمانے کے بغیر نہیں جانتے ،ورنہ آنحضرت ﷺ نے تو آئندہ تاقیامت رونما ہونے والے حوادث وواقعات کے متعلق تفصیل کے ساتھ خبر دے دی ہے اور یہ سب کچھ بذریعہ وحی ہوا ہے''

یعنی آپ ﷺ کا سارا علم عطائی ہے ذاتی ذرہ بھی نہیں ،پس اگر مذکورہ حدیث کوعطائی علم غیب کی نفی پر محمول کیا گیا ،جیسا کہ معترض نے کیا ہے تو اس سے سینکڑوں آیات مبارکہ اور احادیث طیبہ کا انکار لازم آئے گا ۔خود صحیح بخاری شریف میں ایسی کئی احادیث مبارکہ موجود ہیں کہ جن میں حضور اکرم ﷺ نے آئندہ کل جو کچھ ہونے والا تھا ،پہلے ہی بتادیا اور پھر جب کل آیا تو ہو بہو ایسا ہی وقوع پذیر ہوا جیسا کہ آپ نے ایک دن پہلے ہی ارشاد فرمادیا تھا۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

''قال کان علی تخلف عن النبی ﷺ فی خیبر و کان رمدا فقال انا اتخلف عن النبی ﷺ فلحق به فلما بتنا اللیلة فتحت قال لاعطین الرایة غدا اولیاخذن الرایة غدا رجل یحبه الله ور سوله ،یفتح علیه و نحن نرجوها فقیل هذا علی فا عطاه ففتح علیه(صحیح بخاری جلد ۲ ،صفحه ۶۰۵)''

''حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر میں نبی کریم ﷺ سے پیچھے رہ گئے تھے ،اور ان کی آنکھوں میں تکلیف تھی ،پس انہوں نے کہا (کیا) میں نبی کریم ﷺ سے پیچھے رہ جاؤں گا پھر وہ جا کر آپ ﷺ سے مل گئے ،پس ہم جب اس رات سوئے ،جس رات (کے بعد) خیبر فتح ہوا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کل میں جھنڈا اس کو عطا کروں گا ،یا فرمایا کل جھنڈا وہ مرد لے گا جس سے اللہ اور اسکا رسول محبت کرتا ہے ،اس پر فتح ہوگی ،پس ہم جھنڈے کی امید رکھتے تھے ،پس کہا گیا

یہ ہیں علی، تو آپ ﷺ نے ان کو جھنڈا عطا فرمایا، سوان (کے ہاتھ) پر خیبر فتح ہوا"

اب ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ کو بقول تمہارے کل جو کچھ ہوگا اس کا اللہ تعالیٰ کی عطا سے بھی علم نہیں آ سکتا، تو پھر آپ ﷺ نے یہ کیسے فرمایا تھا "لاعطین الرایة غدا رجلا" میں آئندہ کل ضرور بالضرور جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا الخ، اور پھر ایک رات قبل جیسا آپ ﷺ نے فرمایا ویسا ہی وقوع پذیر ہوا۔

مشکوۃ شریف میں صحیح مسلم کے حوالے سے یہ حدیث پاک موجود ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا "ان رسول الله ﷺ کا یرینامصارع اهل بدر بالامس یقول هذا مصرع فلان غدا ان شاء الله و هذا مصرع فلان غدا ان شاء الله قال عمر والذی بعثه بالحق ما اخطؤ الحدود التی حدها رسول الله ﷺ (مشکوۃ المصابیح، بحواله مسلم شریف، ص ۵۴۳)

"بے شک ہمیں رسول اللہ ﷺ ایک دن پہلے دکھاتے جا رہے تھے، کہ مشرکین بدر کے کل قتل ہو ہو کر گرنے کی کونسی جگہ ہے آپ ﷺ فرما رہے تھے یہ مصرع ہے فلاں کا کل، اور یہ مصرع ہے فلاں کا کل، ان شاء اللہ تعالیٰ (یعنی آپ ﷺ نے ایک دن پہلے ہی بتا دیا کہ کل کیا ہوگا اور ہم کیا کریں گے، وہ یہ کہ فلاں مشرک کل قتل ہوگا، اور قتل ہو کر اس جگہ گرے گا، اور فلاں اس جگہ) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ (کل آئندہ جب جنگ ہوئی تو قتل ہو ہو کر گرنے میں) ان مشرکوں نے (جن کے قتل کی آپ ﷺ نے ایک دن پہلے ہی نشاندہی فرمادی تھی) ان حدود سے تجاوز نہیں کیا جن کی رسول اللہ ﷺ نے انکے (قتل ہونے کیلئے) تعیین اور حد بندی فرمائی تھی"

شیخ محقق عبدالحق دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں

''یعنی پیش از وقوع واقعہ وکشتہ شدن مشرکاں بیک روز خبر داد کہ ہر کدام ازیں اشقیاء کجا کشتہ خواھد افتاد (اشعۃ اللمعات، شرح مشکوۃ، باب المعجزات، جلد ۴، صفحہ ۶۰۶، فصل ۳)''

''یعنی آپ ﷺ نے مشرکین (مکہ) کے (میدان بدر میں) قتل ہونے اور اس جنگ کے واقعہ ہونے سے ایک دن پہلے ہی اس بات کی خبر دے دی تھی کہ ان بدبختوں میں سے کون کون اور کہاں کہاں کل قتل ہوگا''

اسی حدیث مبارکہ میں حضور اکرم ﷺ کو رب تعالیٰ نے کل کیا ہوگا اور کون کہاں مرے گا دونوں کا علم عطا فرمایا ہے، بالکل واضح ہے، جس کا انکار جاہل معاند کے سوا کوئی نہیں کرسکتا، اور سورۃ لقمان کے اندر جو رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

''و ما تدری نفس ما ذا تکسب غدا و ما تدری بای ارض تموت ''(اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کل کیا کمائے گی، اور کوئی جان نہیں جانتی کہ کس زمین میں مرے گی) اور یونہی ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو فرمایا کہ جو آدمی یہ عقیدہ رکھتا ہے، کہ ''انه یعلم ما فی غد فقد کذب ''(جناب رسول کریم ﷺ کل کی بات جانتے ہیں اس نے جھوٹ بولا) ان دونوں مقامات پر ذاتی علم کی نفی ہے، یعنی رب تعالیٰ کے بتائے بغیر از خود کوئی نہیں جانتا ہاں رب تعالیٰ اگر کسی کو ان امور کا علم عطا فرمادے تو اسکی عطا سے جان لیتا ہے، علم عطائی کی نفی یہاں ہرگز مراد نہیں، اگر اسے علم عطائی کی نفی پر محمول کیا گیا تو مذکورہ بالا مشکوۃ شریف میں بحوالہ مسلم شریف، مروی حدیث پاک، جس میں آپ ﷺ نے ایک دن قبل یہ بھی بتا دیا کہ کل مشرکین میں سے کون کون قتل ہوگا، اور یہ بھی بتا دیا کہ وہ کہاں کہاں اور کس کس جگہ قتل ہوگا، اسکا کیا جواب ہے؟ اگر معترض آنکھوں سے تعصب و عناد کی پٹی اتار کر انصاف کی عینک لگا کر قرآن و حدیث کا مطالعہ کرے تو اسے اہل سنت و جماعت کے عقیدہ حقہ کی حقانیت

بالکل واضح نظر آئیگی، آئندہ کل کیا ہونے والا ہے اس بات کا علم رب تعالی نے حضور اکرم ﷺ کو عطا فرمایا ہے، اس پر قرآن وحدیث سے اس قدر دلائل ہیں کہ جن کا احصاء مشکل ہے، حتی کہ یہ علم تو رب تعالی نے آپ ﷺ کے طفیل آپ ﷺ کے ان گنت غلاموں، یعنی اولیاء امت کو بھی عطا فرمایا ہے، علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فتح الباری شرح بخاری میں ارشاد فرماتے ہیں "فان اجابة الدعوة فی الحال و تکثیر الطعام والماء والمکاشفة بما یغیب عن العین والاخبار بما سیاتی، و نحو ذالک قد کثر جدا حتی صار وقوع ذالک ممن ینسب الی الصلاح کالعادة (فتح الباری شرح بخاری، کتاب المغازی، جلد ۷، صفحہ ۴۸۷)

"پس بے شک فوراً دعا کا قبول ہوجانا، کھانے اور پانی کا زیادہ کر دیا جانا، اور جو کچھ آنکھوں سے غیب ہے اسکا منکشف ہو جانا، اور جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے، اسکے بارے میں خبر دے دینا اور اس طرح کے امور کا وقوع (اولیاء کرام سے) بہت زیادہ ہے، حتی کہ جو لوگ صلاح وتقوی کی طرف منسوب ہیں (یعنی اولیاء کرام) ان سے ایسے امور کا وقوع (اتنا کثیر ہے کہ) عادت کی مانند ہوگیا ہے"

معترض تو حضور اکرم ﷺ سے آئندہ کل کے علم کی نفی کرتا پھرتا ہے، علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالیٰ تو سارے اولیائے کرام کیلئے بھی اس علم کو اس کثرت سے ثابت کر رہے ہیں کہ انکے لئے اسے "کالعادة" فرما رہے ہیں۔

پھر معترض نے کمال بے حیائی سے تمام صحابہ کرام، تابعین، اور آئمہ دین پر افتراء کرتے ہوئے لکھا کہ "پھر معلوم ہوا، کہ ازواج مطہرات، صحابہ، صحابیات، تابعین، تابعات آئمہ دین اور خصوصا آئمہ حدیث کا بالکل یہ عقیدہ نہیں تھا یہ عقیدہ تو صرف چند لوگوں کا ہے، کیونکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو مل کر پوچھ لیں کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں۔ صفحہ ۱۰"

ہم اسکے جواب میں رب تعالی کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں "لعنت الله علی الکذبین (آل عمران ۶۱)" (جھوٹوں پر خدا کی لعنت) ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ اس نے مذکوہ بالا جو کچھ بکواس لکھا ہے، اسکا کیا حوالہ ہے، اس کا تو یہ دعوی ہے کہ "میں نے خالصتا کتاب وسنت آپ کے سامنے پیش کی ہے۔ صفحہ۱۲)" ہم پوچھتے ہیں کہ جو کچھ اس نے "پھر معلوم ہوا الخ" لکھا ہے یہ کس آیت کا ترجمہ ہے؟ یا کس حدیث کا ترجمہ ہے؟ یا آئمہ دین میں سے کس امام کا قول ہے؟ معترض کو قیامت تک کیلئے مہلت ہے اس کا حوالہ پیش کرے۔

اور اگر معترض یہ کہے کہ میں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے فرمان سے یہ استنباط کیا ہے تو اس کا یہ قیاس بالکل فاسد ہے، کیونکہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے ارشاد سے مراد ذاتی علم غیب کی نفی ہے، نہ کہ عطائی کی، جیسا کہ ہم اس بات کو خوب واضح کر چکے ہیں، پھر معترض کا تعلق تو اس طبقے سے ہے، جو فروعات میں بھی قیاس کا منکر ہے، تو یہاں قیاس فاسد کے ساتھ اپنا یہ کیسے عقیدہ باطلہ ثابت کرتا ہے۔ مزید برآں اگر بقول معترض ام المومنین رضی اللہ عنہا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب عطائی کا بالفرض انکار فرماتی ہیں، (اگر چہ ایسا ہر گز نہیں) تو یہ انکا اپنا قول اور اجتہاد ہے، نہ کہ قرآن کی آیت ہے، اور نہ مرفوع حدیث، تو اس سے یہ کیسے لازم آ گیا کہ تمام صحابہ کرام، صحابیات، تابعین، تابعات باقی تمام ازواج مطہرات، اور آئمہ دین سبھی کا یہی عقیدہ ہے، کیا یہ ان سب پر افتراء نہیں ہے؟ حالانکہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عقیدہ ہے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اللہ تعالی کی عطا سے غیوب کا علم مانتے ہیں۔

الشیخ العلام احمد بن محمد القسطلانی المتوفی ۹۲۳ھ صاحب ارشاد الساری شرح بخاری، مواہب اللدنیہ میں فرماتے ہیں

"قد اشتهر وانتشر امره صلی اللہ علیہ وسلم بین اصحابه بالاطلاع علی الغیوب.

(المواھب اللدنیہ، جلد ۳، صفحہ ۵۵۴)

'بے شک تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں مشہور و معروف تھا کہ سرکار دو عالم ﷺ کو غیوب کا علم ہے۔

الشیخ العلام محمد عبدالباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ اس کی شرح میں فرماتے ہیں،

"اصحابہ ﷺ جازمون باطلاعه علی الغیب "(شرح الزقانی علی المواھب اللدنیہ، جلد ۷، صفحہ ۲۰۰)

حضور اکرم ﷺ کے تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کو غیب کا علم ہے"

آئمہ دین تو یہ لکھ رہے ہیں کہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو رب تعالی نے غیوب کا علم عطا فرمایا ہے، معترض یہ کیسے بکواس کرتا ہے کہ ان میں سے کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں؟ اور یہی عقیدہ آج تک اہل حق کا چلا آرہا ہے، جیسا کہ ہم ہر دور کے آئمہ دین کے حوالے سے انکی تصریحات نقل کر چکے ہیں۔

پھر معترض نے اپنے عقیدہ باطلہ کو ثابت کرنے کیلئے حضرت ربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقع پر حضور اکرم ﷺ کے وہاں تشریف لانے والی روایت بھی نقل کی جس میں آپ ﷺ کی تشریف آوری کے موقع پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بچیوں کے دف بجا کر شہدائے بدر کے ذکر پر مشتمل اشعار پڑھنے کا ذکر ہے، جیسا کہ بخاری شریف میں حضرت ربیع بنت معوذ سے مروی ہے کہ آپ فرماتی ہیں

"دخل علی النبی ﷺ غداة بنی علی فجلس علی فراشی کمجلسک منی و جویرات یضربن بالدُف یندبن من قتل من آباء هن یوم بدر حتی قالت جاریة و فینا نبی یعلم ما فی غد فقال النبی ﷺ لا تقولی هکذا وقولی ما کنت تقولین.

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، جلد ۲، صفحہ ۵۷۰)"

"شب زفاف کی صبح کو نبی کریم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے بستر پر تشریف فرما ہوئے، جس طرح کہ تم (اے خالد بن ذکوان) میرے پاس بیٹھے ہو، اور بچیاں دف بجا رہی تھیں، اور اپنے آباء جو غزوہ بدر میں شہید ہوئے تھے، کی شہادت کے ذکر پر مشتمل اشعار پڑھ رہی تھیں، حتی کہ ایک لڑکی نے یہ شعر پڑھا (جسمیں تھا) "و فینا نبی یعلم ما فی غد" (اور ہم میں ایسے نبی موجود ہیں جو جانتے ہیں کہ کل کیا ہو گا) تب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اس طرح نہ کہو اور وہی کہتی رہو جو تم پہلے کہہ رہی تھیں۔

اس کے بعد معترض نے حضور اکرم ﷺ پر افتراء کرتے ہوئے لکھا ہے "آنحضرت ﷺ نے فوراً غلط عقیدہ سے روک دیا کہ کل کی بات کوئی نہیں جانتا (ص ۱۱)"

ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ پوری حدیث مبارک میں کونسا لفظ ہے جس کی اس بات پر دلالت ہو کہ آپ ﷺ نے اس عقیدہ کو غلط قرار دیا ہے، کہ آپ ﷺ اللہ تعالی کی عطا سے کل کی بات جانتے ہیں، اور پوری حدیث مبارک کے کس لفظ کا یہ مفہوم ہے، کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہو کہ اللہ تعالی کے بتانے سے بھی کل کی بات کوئی نہیں جانتا، اور اللہ تعالی کی عطا سے بھی کل کا علم کسی کو نہیں ہو سکتا۔

معترض نے اس عقیدہ حقہ کو غلط قرار دینے کی نسبت حضور اکرم ﷺ کی طرف کر کے آپ ﷺ پر افتراء کیا ہے اور اس وعید کی کچھ پروا نہیں کہ حدیث متواتر میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے

"و من کذب علی متعمدا فلیتبوأ مقعده من النار، رواه البخاری

(مشکوۃ شریف، کتاب العلم صفحہ ۳۲)"

"اور جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا، وہ اپنا ٹھکانہ جہنم بنائے"

اور اگر معترض یہ کہے کہ میں نے شارحین حدیث کی کلام سے یہ بات اخذ کی ہے، کہ انہوں نے اس حدیث کی شرح میں یہ کہا ہے کہ "فیه کراهة نسبة علم الغیب لاحد من المخلوقین، جیسا کہ فتح الباری کے حوالہ سے میں نے لکھا ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ معترض کا یہ استدلال بھی بالکل غلط ہے، اور سراسر فاسد ہے، اور شارحین حدیث کی مذکورہ عبارت کے مفہوم و مطلب سے اسکی جہالت کی دلیل ہے، شارحین حدیث کا قطعا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضور ﷺ اللہ تعالی کے بتا دینے اور اسکی عطا سے بھی کل کی بات نہیں جانتے، اور اللہ تعالی کی عطا سے بھی آپ ﷺ کی طرف علم غیب کی نسبت مکروہ ہے، بلکہ انکی مذکورہ عبارت سے مراد یہ ہے کہ مطلق علم غیب کہ جس سے متبادر ذاتی علم غیب ہوتا ہے، اسکی مخلوق میں سے کسی کی طرف نسبت کرنا مکروہ ہے، مزید برآں شارحین حدیث نے آپ ﷺ کے قول "لا تقولی هكذا و قولی ما كنت تقولین" کی دیگر متعدد وجوہ بیان فرمائی ہیں، اس لئے یہ کوئی ضروری نہیں کہ آپ ﷺ کا انہیں "لا تقولی هكذا الخ" فرمانا محض انکے آپ ﷺ کے مطلق علم غیب کی طرف نسبت کرنے ہی کی وجہ سے ہے۔

محدث شہیر علامہ علی بن سلطان محمد المعروف ملا علی القاری المکی المتوفی ۱۰۱۴ھ مرقات شرح مشکوۃ کے اندر اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں "وانما منع القائلة مقولها و فینا نبی الخ ،لكراهة نسبة العلم الغیب الیه لانه لا یعلم الغیب الا الله وانما یعلم الرسول من الغیب ما اخبره اولكراهة ان یذكر فی اثناء ضرب الدف واثناء مرثیة القتلی لعلو منصبه عن ذالک (مرقاة شرح مشكوة ،باب اعلان النكاح جلد ٦ ،صفحه ٢١٠)"

اور حضور اکرم ﷺ نے "وفینا نبی الخ" پڑھنے والی صحابیہ کو جو اس (شعر) کے پڑھنے سے منع فرمایا ہے تو یہ اس لئے کہ (مطلقا) علم غیب کی آپ ﷺ کی طرف نسبت

کرنا مکروہ ہے کیونکہ (مطلقا) علم غیب (کہ جس سے متبادر علم ذاتی ہے) اللہ تعالی کے سوا کسی کو نہیں، اور رسول اللہ ﷺ جو غیب جانتے ہیں تو وہ اللہ تعالی کے بتانے ہی سے جانتے ہیں، یا (آپ ﷺ نے وفینا نبی الخ پڑھنے والی صحابیہ کو مذکورہ شعر کے پڑھنے سے) اس لئے منع فرمایا کہ دف بجائے جانے کے دوران آپ ﷺ کا ذکر مکروہ ہے، اور (اس لیئے بھی کہ) مقتولین کے مرثیہ کے دوران آپ ﷺ کی نعت مکروہ ہے، کیونکہ آپ ﷺ کا مرتبہ اس سے ارفع واعلی ہے''

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں اسی حدیث مبارک کے تحت فرماتے ہیں

''گفتہ اند کہ منع آنحضرت ﷺ ازیں قول بجہت آں است کہ در وے اسناد علم غیب است بہ آنحضرت ﷺ پس آنحضرت ﷺ را نا خوش آمد وبعضے گویند بجہت آنست کہ ذکر شریف وے در اثنائے لہو مناسب نباشد (اشعہ اللمعات، شرح مشکوۃ، باب اعلان النکاح والخطبۃ والشرط، جلد ۳، صفحہ ۱۱۷)''

(شارحین حدیث) فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا (اس صحابیہ رضی اللہ عنہا کو اس شعر 'وفینا نبی الخ' پڑھنے سے) منع فرمانا اس وجہ سے ہے کہ اس میں (مطلقا) علم غیب کی آپ ﷺ کی طرف اسناد ہے، جسے آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا اور بعض (شارحین حدیث) فرماتے ہیں کہ یہ (آپ ﷺ کا منع فرمانا) اس لئے تھا کہ آپ ﷺ کا ذکر مبارک لہو ولعب کے درمیان مناسب نہیں''۔

پس بعض شارحین حدیث کے نزدیک تو آپ ﷺ کے اس شعر" و فینا نبی یعلم ما فی غد" پڑھنے والی صحابیہ کو اس کے پڑھنے سے منع فرمانے کی وجہ فقط یہی ہے کہ آپ ﷺ کا ذکر مبارک لہو ولعب کے درمیان مناسب نہیں، اور آپ ﷺ نے اس بات کو ناپسند فرمایا کہ آپ ﷺ کا ذکر مبارک دف بجانے کے دوران کیا جائے، یا مرثیے کے

ساتھ آپ ﷺ کی نعت ملا کر پڑھی جائے ،اسے ناپسند فرمایا ،اور یہ آپ ﷺ کے ذکر مبارک کے اعلی وارفع ہونے کی وجہ سے ہے ،انکے نزدیک آپ ﷺ کے مذکورہ صحابیہ رضی اللہ عنہا کو " و فینا نبی یعلم ما فی غد" پڑھنے سے منع فرمانے کی علت ہرگز یہ ہے ہی نہیں کہ اس صحابیہ رضی اللہ عنہا نے علم غیب کی نسبت آپ ﷺ کی طرف کر دی ہے ،اور دوسرے بعض شارحین جن کے نزدیک منع فرمانے کی علت مذکورہ نسبت ہے تو ان کے نزدیک بھی ہرگز اسکا یہ مطلب نہیں کہ آپ ﷺ کی طرف اللہ تعالی کی عطا سے کل کی بات جاننے کی نسبت کرنا بھی مکروہ ہے ، بلکہ کراھت کی وجہ مطلق علم غیب کی نسبت ہے جس سے متبادر ذاتی علم غیب ہے ،اگر چہ اس صحابیہ رضی اللہ عنہا کی کلام " و فینانبی یعلم ما فی غد" میں انکی مراد بھی عطائی علم غیب ہی کی نسبت ہے مگر چونکہ اسکے ساتھ عطائی ہونے کی صراحت نہیں ہے ،اس لئے ناپسند فرمایا۔

علامہ احمد بن اسمعیل بن عثمان کورانی متوفی ۸۹۲ھ الکوثر الجاری شرح بخاری میں اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں

" قال لا تقولی هکذا وقولی ما کنت تقولین :لان ذالک علم الغیب مخصوص به تعالی وان کان یجوز تاویله لقوله تعالی 'فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول (الجن ۲۷،۲۶).

(الکوثر الجاری شرح بخاری ،کتاب المغازی ،جلد ۷،صفحه،۱۵۶)

آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح نہ کہو اور وہی کہتی رہو جو پہلے کہہ رہی تھیں ، کیونکہ یہ (مطلق) علم غیب ہے ، جو اللہ تعالی کے ساتھ مخصوص ہے اگر چہ اس (صحابیہ کے قول) کی تاویل جائز تھی ، کیونکہ رب تعالی کا ارشاد ہے ('غیب کا جاننے والا) تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا ،سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے 'سورۃ الجن ،۲۶، ۲۷"

علامہ کورانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مذکورہ بالا بخاری شریف کی حدیث کی شرح سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ اس صحابیہ رضی اللہ عنہا کے قول " و فینا نبی یعلم ما فی غد" سے مراد اللہ تعالی کی عطا سے آپ ﷺ کا کل کی بات کو جاننا ہے اور یہ بات بالکل درست ہے، اور اس پر دلیل رب تعالی کا یہ ارشاد "فلا یظهر علیٰ غیبه احدا الا من ارتضیٰ من رسول" ہے۔

لہذا اس صحابیہ کے قول کی تاویل جبکہ اسے عطائی علم غیب پر محمول کریں بالکل درست ہے، اور یہی اس صحابیہ رضی اللہ عنہا کی مراد ہے، اسی لئے تو نبی کریم ﷺ نے انہیں یہ نہیں فرمایا کہ یہ عقیدہ غلط ہے، یا کفر وشرک ہے، اس سے توبہ کرو، کیونکہ انکے قول کی مذکورہ جائز تاویل موجود تھی، مگر آپ ﷺ نے اس کے باوجود اس سے منع فرمادیا تو وہ فقط اس لئے کہ اس میں مطلقا کل کی بات جاننے کی آپ ﷺ کی طرف نسبت کی گئی تھی ، اور آپ ﷺ کے علم غیب کے عطائی ہونے کی صراحت نہ تھی، اور جب مطلق علم غیب بولا جائے تو متبادر چونکہ ذاتی علم ہوتا ہے، اس لئے اس سے روک دیا گیا، اور ان صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کی مراد چونکہ ذاتی علم غیب کی آپ ﷺ کی طرف نسبت نہیں تھی، بلکہ عطائی علم غیب کی تھی، اس لئے آپ ﷺ نے نہ اس عقیدے کو غلط کہا اور نہ ہی اسے کفر وشرک قرار دے کر اس پر توبہ کا حکم ارشاد فرمایا، جیسا کہ معترض معاند کا افتراء ہے کہ وہ ان صحابیات رضی اللہ عنہن کے مذکورہ قول پر یہ حکم لگا رہا ہے کہ "یہ عقیدہ شرکیہ ہے، اس سے فی الفور توبہ کرنی ضروری ہے، یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کوئی آدمی فوت ہو گیا تو اس کی بخشش ہرگز نہیں ہوگی" ص ۱۱۔

ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ اگر یہ عقیدہ شرکیہ تھا اور اس سے فی الفور توبہ ضروری تھی تو نبی کریم ﷺ نے اس عقیدہ کو شرکیہ کیوں نہیں قرار دیا، اور ان صحابیات سے فی الفور توبہ کروا کر انہیں دوبارہ کیوں نہیں کلمہ پڑھایا؟ کیا حضور اکرم ﷺ کو اس بات کا علم نہیں تھا

کہ یہ شرک ہے؟ یا آپ ﷺ (معاذ اللہ) جان بوجھ کران کے شرک سے راضی ہو گئے تھے؟ اور یہ تو فرما دیا کہ یہ نہ پڑھو اور وہی پڑھتی رہو جو پہلے پڑھ رہی تھیں، مگر نہ اسے شرک کہا اور نہ ہی ان سے توبہ کروائی، اور نہ انہیں دوبارہ مسلمان کیا۔

معترض کیلئے قیامت کیلئے مہلت ہے کہ ایسی حدیث پیش کرے جس میں نبی کریم ﷺ نے مذکورہ صحابیہ رضی اللہ عنہا کے قول "وفینا نبی یعلم مافی غد" کو شرک قرار دیا ہو اور آپ ﷺ نے انہیں اس سے توبہ کرواتے ہوئے دوبارہ مسلمان ہونے کا حکم فرمایا ہو معترض نے یہاں اپنے خبث باطنی کی انتہا کر دی کہ مذکورہ صحابیات رضی اللہ تعالیٰ عنہن پر بھی شرک کا حکم جڑ دیا، جن کے نزدیک معاذ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی شرک میں مبتلا ہوں انہیں باقی امت مسلمہ کو مشرک قرار دینے میں کیا دیر لگتی ہے۔

پھر معترض نے یہاں عجب قیاس فاسد اور سفسطے سے کام لیا ہے کہ فتح الباری شرح بخاری کے حوالہ سے یہ عبارت نقل کی

"فیه کراهة نسبة علم الغیب لاحد من المخلوقین " اور اسکے بعد لکھ دیا کتب حدیث میں جب لفظ کراہت بولا جاتا ہے تو اس سے مراد حرمت ہوتا ہے یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ ﷺ عالم الغیب ہیں یا عالم ما کان و ما یکون ہیں حرام و ناجائز ہے ۔ص ۱۱۔

ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ مذکورہ عبارت "فیه کراهة نسبة علم الغیب لاحد من المخلوقین " فتح الباری کی ہے اور وہ بخاری شریف کی شرح ہے، تو اصول حدیث کی کس کتاب میں یہ اصول اور قانون ہے کہ "شروح حدیث میں جب کراہت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مراد حرمت ہوتا ہے" یا کسی اصول فقہ کی کتاب میں ہی یہ اصول لکھا ہو؟ معترضین کی یہ عجب جہالت اور بے حیائی ہے، کہ اپنی مرضی سے اصول گھڑتے ہیں اور من مانی کے مسائل اخذ کرتے ہیں، اور قرآن وحدیث پر افتراء

کرتے ہیں۔
پھر فتح الباری شرح بخاری کے مصنف علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تعالی شافعی المذہب ہیں اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالی کے مقلدین میں سے ہیں اور شوافع حضرات جب اپنی کتابوں میں مطلقا کراہت کا لفظ استعمال کرتے ہیں یعنی اسکے ساتھ تحریمی یا تنزیہی ہونیکی قید نہیں لگاتے تو اس سے مراد کراہت تنزیہی ہوتی ہے، جبکہ احناف کی کتابوں میں جب کراہت کا لفظ مطلقا استعمال ہوتا ہے، تو اس سے اکثر کراہت تحریمی مراد ہوتی ہے۔
الشیخ عبدالغنی النابلسی المتوفی ۱۱۴۳ھ الحدیقہ الندیہ میں فرماتے ہیں
"الکراھة عند الشافعیه اذا اطلقت تنصرف الی التنزیهیه لا التحریمیة بخلاف مذهبنا .(الحدیقة الندیه جلد ۲، صفحه ۴۴۰)
شوافع کے نزدیک جب کراہت مطلق بولی جائے تو اس سے مراد تنزیہی ہوتی ہے کراہت تحریمی مراد نہیں ہوتی، برخلاف ہمارے مذہب (حنفی) کے، کہ اس میں اکثر اسے کراہت تحریمی پر محمول کیا جاتا ہے، جیسا کہ کتب احناف میں یہ بات مصرح ہے۔
اور امام اہل سنت فقیہ ملت الشاہ احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فتاوی رضویہ شریف میں فرماتے ہیں "اور کراھت کلام شافعیہ میں جب مطلق بولی جاتی ہے، اس سے کراھت تنزیہی مراد ہوتی ہے، بخلاف کلمات ائمتنا الحنفیه رحمهم الله فان غالب محملها بها مطلقة فیها کراهة التحریم' (بخلاف ہمارے آئمہ احناف رحمہم اللہ تعالی کی عبارات کے کیونکہ ان میں غالب محمل یہی ہے کہ مطلق کراھت، کراھت تحریمی پر محمول ہوتی ہے (فتاوی رضویہ جلد ۸، صفحہ ۴۸۶)۔
مگر معترض کی جہالت کہ اس نے امام حجر عسقلانی شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب فتح الباری میں موجود مطلق لفظ کراھت کو کراھت تنزیہی چھوڑ کر تحریمی پر محمول کرنے کی

بجائے سیدھا حرمت پر محمول کر دیا، اور لکھ دیا کہ ''اس سے مراد حرمت ہوتی ہے'' ص ۱۱۔
اور پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ مزید غلاظت اگلتے ہوئے لکھ دیا'' بلکہ دوسری ادلہ کو سامنے رکھتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ یہ عقیدہ شرکیہ ہے، اس سے فی الفور توبہ کرنی ضروری ہے، یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کوئی آدمی فوت ہو گیا تو اس کی بخشش ہوگز نہ ہوگی، صفحہ ۱۱۔
ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ کس حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں یہ ارشاد فرمایا ہو کہ ''و فینا نبی الخ'' کہنے سے تم (معاذ اللہ) مشرک ہو گئی ہو، فی الفور اس شرک سے توبہ کرو، اور آپ ﷺ نے یوں ان اشعار پڑھنے والی صحابیات کو توبہ کرواتے ہوئے دوبارہ مسلمان کیا ہو؟ اگر کوئی تمہارے پاس ایسی حدیث ہے تو حوالہ پیش کرو اور اسے ثابت کرو اور اگر نہیں اور آپ ﷺ نے نہ اس عقیدہ کو شرکیہ کہا ہے اور نہ ہی انہیں توبہ کرواتے ہوئے، دوبارہ مسلمان کیا ہے، تو بتاؤ ان صحابیات کی بخشش ہوئی یا نہیں؟ اور خود حضور اکرم ﷺ کے متعلق تمہارا کیا فتوی ہے کہ جنہوں نے جو بات تمہارے نزدیک شرک و کفر تھی اور اس سے فی الفور توبہ لازم تھی، اس کو نہ شرک کہا اور نہ ہی اس سے توبہ کروائی، بلکہ (معاذ اللہ) اس شرک کو برقرار رکھا اور صرف اتنا فرما دیا کہ
''لا تقولی ھکذا و قولی ما کنت تقولین۔
مزید برآں معترض جو یہ کہتا ہے کہ دوسری ادلہ کو سامنے رکھیں، تو یہ عقیدہ شرکیہ ہے، ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ وہ کونسی ادلہ ہیں اور کہاں ہیں قرآن مقدس کی کس آیت میں ہے اور ذخیرہ احادیث میں سے کس حدیث میں ہے، کہ یہ عقیدہ رکھنا کہ حضور اکرم ﷺ اللہ کی عطا سے اور اس کے بتانے سے کل کی بات جانتے ہیں، آپ ﷺ کو اللہ تعالی نے علم غیب عطا فرمایا ہے، آپ ﷺ اللہ تعالی کی عطا سے ما کان و ما یکون کا علم رکھتے ہیں، یہ شرک ہے، اس سے فی الفور توبہ ضروری ہے، یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کوئی آدمی فوت ہو گیا تو اس کی بخشش ہرگز نہ ہوگی، اگر معترض کے پاس کوئی ایسی آیت یا حدیث ہے تو

پیش کرے، اور وہ جو معترض نفی پر آیات اور احادیث پیش کرتا ہے، تو ان سب میں ذاتی علم غیب کی نفی ہے، عطائی علم کی نفی نہیں، معترض کو اپنے دعوی کے ثبوت میں وہ آیت اور حدیث پیش کرنا پڑے گی، جس میں عطائی علم غیب کی نفی کی صراحت موجود ہو، ہم نے سابقہ تحریر میں بھی اس بات کا ذکر کیا تھا اور دوبارہ لکھتے ہیں کہ ہم نے قرآن کریم کی آیات قطعیہ سے ثابت کیا ہے کہ قرآن عظیم نے ۲۳ برس میں بتدریج نزول اجلال فرما کر اپنے حبیب ﷺ کو جمیع ما کان و ما یکون یعنی روز اول سے روز آخر تک ہر شئی، ہر بات کا علم عطا فرمایا، اور اصول میں مبرھن ہو چکا ہے کہ آیات قطعیہ کے خلاف کوئی حدیث احاد بھی مسلم نہیں ہوسکتی اگرچہ سنداً صحیح ہو چہ جائیکہ قیاسات فاسدہ کہ جن سے معترض اپنا باطل مدعی ثابت کرنا چاہتا ہے۔ پس معترض جو کہ قرآن مقدس کے خلاف دلیل پیش کرنا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ چار باتوں کا لحاظ رکھ کر دلیل پیش کرے۔

اول: وہ آیت قطعی الدلالۃ یا ایسی ہی حدیث متواتر ہو کہ جس کی حضور اکرم ﷺ کو علم غیب عطا فرمائے جانے کی نفی پر دلالت قطعی ہو۔

دوم: واقعہ تمامی نزول قرآن کے بعد کا ہو، کیونکہ حضور اکرم ﷺ کے علم ما کان و ما یکون کی تکمیل تمامی نزول قرآن کے وقت ہوئی ہے۔

سوم: اس دلیل سے رأسا عدم حصول علم ثابت ہو کہ مخالف مستدل ہے، اور محل ذھول میں اس پر جزم محال، اور وہ منافی حصول علم نہیں بلکہ اسکا مثبت و مقتضی ہے۔

چہارم: صراحۃ نفی علم کرے ورنہ بہت سارے علوم کا اظہار مصلحت نہیں ہوتا، اور واللہ اعلم، یا خدا ہی جانے، یا اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ایسی جگہ قطع طمع جواب کیلئے بھی ہوتا ہے، اور نفی حقیقت ذاتیہ، نفی عطائیہ کو مستلزم نہیں، اللہ عزوجل روز قیامت رسولوں کو جمع فرمائے گا اور فرمائیگا "ماذا اجبتم" "تم جو کفار کے پاس ھدایت لے کر گئے تھے، تو انہوں نے کیا جواب دیا؟ رسول عرض کریں گے "لا علم لنا" "ہمیں کچھ علم نہیں

نہ رب تعالی کا رسولوں سے پوچھنا رب تعالی کے عدم علم کی دلیل ہے اور نہ ہی جواب میں رسولوں کا "لا علم لنا" کہنا انکے عطائی علم کی نفی کی دلیل ہے۔

اللہ تعالی کی عطا اور اس کے بتا دینے سے حضور اکرم ﷺ کے متعلق علم ما کان و ما یکون کے عقیدہ کو شرکیہ کہنا بدترین جہالت ہے:

اللہ تعالی کی عطا سے حضور اکرم ﷺ کیلئے علم ما کان و ما یکون ماننے کو اور ایسا عقیدہ رکھنے کو شرک قرار دینے والے بدترین جہالت کا شکار ہیں کہ انہیں شرک کی حقیت کا بھی علم نہیں، اور نہ ہی وہ شرک کی تعریف ہی جانتے ہیں، انہوں نے اپنے ذہنوں میں شرک کا ایک مفہوم گھڑ رکھا ہے، جس کا حقیقت کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں، اور اس بنیاد پر وہ آئے دن مسلمانوں پر شرک کے فتوے جڑتے رہتے ہیں، شرک کسے کہتے ہیں؟، اور اسکی حقیقت کیا ہے؟ اسکے متعلق امام سعد الملۃ والدین مسعود بن عمر تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ صدیوں سے مدارس دینیہ میں پڑھائی جانے والی عقائد حقہ پر مشتمل معروف درسی کتاب "شرح العقائد النسفیہ" میں ارشاد فرماتے ہیں

"الاشراک هو اثبات الشريک فی الالوهية بمعنى وجوب الوجود كما للمجوس او بمعنى استحقاق العبادة كما لعبدة الاصنام "(شرح العقائد النسفيه صفحه ٦١)

"یعنی شرک کرنا، اللہ تعالی کی الوہیت بمعنی وجوب وجود میں کسی کو اس کے ساتھ شریک ثابت کرنا ہے، جیسے مجوسیوں کا عقیدہ ہے یا اسکی الوہیت بمعنی مستحق عبادت میں کسی کو اسکا شریک ٹھہرانا ہے جیسا کہ بت پرستوں کا عقیدہ ہے"

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالی کی الوہیت میں کسی کو شریک ٹھہرانا شرک ہے، اور الوہیت دو چیزوں سے عبارت ہے۔

۱: واجب الوجود ہونا۔

۲: مستحق عبادت ہونا۔

پس اگر کوئی شخص ان دونوں چیزوں کو یا ان دونوں میں سے کسی ایک کو اللہ تعالی کے علاوہ کسی اور کیلئے مانے، خواہ یہ ماننا مجازا ہی کیوں نہ ہو تو وہ شرک ہے کیونکہ الوھیت یعنی واجب الوجود ہونا یا مستحق عبادت ہونا، مجازا ہو ہی نہیں سکتا، اور اشراک کے برعکس توحید یہ ہے کہ اللہ تعالی کی الوھیت یعنی واجب الوجود ہونے اور مستحق عبادت ہونے میں کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرایا جائے۔

امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں

''واوسبحانہ یگانہ است، شریک نہ دارد نہ در وجوب وجود ونہ در استحقاق عبادت وجوب وجود غیر اورا نشاید واستحقاق عبادت سوائے اورا سبحانہ وتعالی نہ سزد (مکتوب نمبر ۶۷، دفتر دوم حصہ ہفتم)

اللہ سبحانہ وتعالی ایک ہے، نہ وجوب وجود میں کوئی اسکا شریک ہے اور نہ استحقاق عبادت میں، واجب الوجود ہونا اللہ تعالی کے سوا کسی کے لائق نہیں، اور مستحق عبادت ہونا بھی اسکی ذات کے علاوہ کسی کیلئے سزاوار نہیں ہے۔

پس جب توحید، وجوب وجود اور استحقاق عبادت میں اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانے کا نام ہے۔ اور اس کے مقابلہ میں شرک، وجوب وجود یا استحقاق عبادت میں اللہ تعالی کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے سے عبارت ہے، تو جو شخص اللہ تعالی کی عطا سے حضور اکرم ﷺ کے حق میں ما کان و ما یکون کے علم کا عقیدہ رکھتا ہے، وہ مشرک کیسے ہو گیا ہے؟ اس نے نہ تو وجوب وجود میں حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالی کے ساتھ شریک ٹھہرایا ہے اور نہ ہی استحقاق عبادت میں، بلکہ اللہ تعالی کی عطا سے آپ ﷺ کیلئے ما کان و ما یکون کا علم مانا ہے تو اس سے شرک کیسے لازم آ گیا؟ اسے شرک قرار دینا معترضین کی بدترین جہالت نہیں تو اور کیا ہے؟

اور اگر معترض یہ کہے کہ غیب جاننا اللہ تعالیٰ کی صفت ہے، پس اگر اسے حضور اکرم ﷺ کیلئے ثابت کیا گیا، تو اس سے شرک فی الصفات لازم آئیگا، تو ہم اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ وجوب وجود اور استحقاق عبادت یہ دو چیزیں ایسی ہیں کہ قطعاً کسی کو عطا ہی نہیں کی جاسکتیں اور الوھیت بھی انہیں سے عبارت ہے، جیسا کہ گذر چکا ہے، اور انکے علاوہ بہت ساری صفات ہیں جو رب تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو عطا فرمائی ہیں، اور ان میں بعض صفات تو وہ ہیں جو ساری مخلوق کو عطا فرمائی ہیں جیسے ''وجود'' کہ تمام کائنات معدوم تھی رب تعالیٰ نے سب کو وجود عطا فرمایا ہے، اب وجود رب تعالیٰ کی بھی صفت ہے کہ وہ موجود ہے اور تمام مخلوق کی بھی صفت ہے کہ وہ بھی موجود ہیں، مگر رب تعالیٰ کا وجود ذاتی ہے اور واجب ہے، اور مخلوق کا وجود اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے، اور ساری کائنات ممکن الوجود ہے، پس اب کوئی پاگل ہی ہے کہ مخلوقات کے لئے عطائی وجود کے ماننے کو شرک قرار دے ڈالے، شرک تو تب ہے کہ ما سواء اللہ میں سے کسی کیلئے وجود کو ذاتی اور واجب مانے کیونکہ اس سے وجوب وجود میں رب تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا لازم آتا ہے عطائی وجود ماننے سے کیسے شرک لازم آگیا، یونہی بعض صفات وہ ہیں جو رب تعالیٰ نے مخلوق میں سے تمام جانداروں کو عطا فرمائی ہیں جیسے ''حیات'' کہ یہ رب تعالیٰ کی بھی صفت ہے اور تمام جانداروں کی بھی مگر رب تعالیٰ کی صفت ذاتی ہے، اور تمام جانداروں کی یہ صفت اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے، تو کیا اللہ تعالیٰ کی عطا سے جانداروں کیلئے صفت حیات ماننے سے شرک لازم آجاتا ہے؟ اور یونہی بعض صفات وہ ہیں جو رب تعالیٰ نے اپنے خاص الخاص بندوں کو عطا فرمائی ہیں اور انہی صفات میں غیب جاننا بھی ہے کہ رب تعالیٰ کی عطا اور اسکے بتانے سے انبیاء کرام علیہم السلام غیب جانتے ہیں اور انکے واسطے سے اولیاء کرام بھی جانتے ہیں، جیسا کہ ہم فتح الباری شرح بخاری کے حوالہ سے پہلے نقل کر چکے ہیں، مگر رب تعالیٰ کا علم ذاتی اور غیر متناہی اور غیر

مخلوق ہے۔جبکہ انبیاء واولیاء کرام کا علم اللہ تعالی کی عطا سے ہے اور متناہی ہے، اور مخلوق ہے،

اور ساری مخلوق میں سب سے زیادہ علم رب تعالی نے اپنے محبوب کریم جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمایا ہے۔ کہ تمام اولین وآخرین کا علم آپ ﷺ کو عطا فرمایا اور جمیع ما کان و ما یکون آپ کو بتایا مگر اسکے باوجود آپ ﷺ کے علم مبارک میں سے ایک ذرے کا علم بھی ذاتی نہیں، سب کچھ رب تعالی کی عطا سے ہے، اور آپ ﷺ کا علم غیر متناہی بالفعل نہیں بلکہ متناہی ہے، اور ما کان و ما یکون کے علم کو غیر متناہی اور رب تعالی کے علم کے برابر سمجھنا خود معترضین کی بدترین جہالت ہے، کیونکہ ما کان و ما یکون دو حدیں ہیں کہ جو کچھ پہلے وجود میں آچکا ہے، اور جو کچھ قیامت تک کیلئے وجود میں آئے گا اس کا علم ما کان و ما یکون کا علم ہے اور یہ متناہی ہے، اور رب تعالی کا علم غیر متناہی ہے رب تعالیٰ کے علم کو ما کان و ما یکون کے اندر بند سمجھنا خود کفر ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے علم کا متناہی ہونا لازم آتا ہے حالانکہ اسکی صفات غیر متناہی ہیں۔

پھر رب تعالی کا علم ذاتی قدیم اور غیر مخلوق ہے، جبکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا علم عطائی حادث اور مخلوق ہے اب اتنے واضح فرق کے باوجود اسے شرک سمجھنا اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے اللہ تعالی کی عطا سے ما کان و ما یکون کے علم کے عقیدے کو شرکیہ عقیدہ کہنا، ایسا بدترین پاگل پن ہے کہ جس کا علاج مشکل ہے، اور ھدایت تو اللہ تعالی ہی عطا فرمانے والا ہے۔

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالی نے وجود، حیات، علم اور دیگر بہت ساری صفات اپنی مخلوق کو بھی عطا فرمائی ہیں اور اسکی عطا سے ان صفات کا مخلوق کے لئے ماننا شرک نہیں بلکہ عین توحید ہے حالانکہ یہ رب تعالیٰ کی بھی صفات ہیں مگر رب تعالیٰ کی تمام صفات ذاتی ہیں اور مخلوق کی عطائی کہ رب تعالی نے انہیں عطا فرمائی ہیں اور اسکا عکس یعنی رب تعالی کی

صفات کو عطائی ماننا اور مخلوق کی صفات کو ذاتی ماننا ، یا اللہ تعالی اور مخلوقات دونوں کی صفات کو عطائی ماننا یا دونوں کی صفات کو ذاتی ماننا کفر وشرک ہے پس علم غیب وغیرہ صفات جو رب تعالی نے اپنے محبوب بندوں کو عطا فرمائی ہیں انہیں اسکی عطا سے بھی انکے لئے نہ ماننا اور جس طرح حقیقۃ یہ صفات ذات باری تعالی کے ساتھ خاص ہیں ،مجازا اور عطائی طور پر بھی اسی کے ساتھ مختص ماننا ،خالص کفر اور قرآن مقدس کی بعض آیات کو بعض دیگر آیات کے ساتھ معارض ومقابل ثابت کرنا ہے جو سراسر قرآن مجید کو جھٹلانا اور اسکے کلام الہی ہونے کا انکار کرنا ہے۔

جیسا کہ رب تعالی کا ارشاد "افلا یتدبرون القرآن ولو کان من عند غیر الله لوجدوا فیه اختلافا کثیراً" (سورۃ النساء آیت ۸۲ پارہ نمبر ۵) "تو کیا غور نہیں کرتے قرآن میں اور اگر وہ غیر خدا کے پاس سے ہوتا تو ضرور اس میں بہت اختلاف پاتے" اس پر گواہ ہے۔قرآن مقدس میں جہاں ماسوا اللہ سے علم غیب کی نفی پر دلالت کرنے والی آیات موجود ہیں وہاں رب تعالی کے برگزیدہ بندوں ،انبیاء ورسل علیہم السلام بالخصوص سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کے اثبات کی بھی آیات موجود ہیں پس اگر نفی واثبات کا محمل ایک ہی ہو تو قرآن مجید کی بعض آیات دوسری بعض آیات سے ٹکرائیں گی جس سے قران مجید میں اختلاف ثابت ہوگا جو کہ غیر خدا کا کلام ہونے کی دلیل ہے تو لازمی امر ہے کہ نفی واثبات کا محمل جدا جدا ہے اور قرآن مجید کی آیات میں قطعا کوئی اختلاف نہیں پس جہاں ماسواء اللہ سے علم غیب کی نفی ہے تو اس نفی کا محمل ذاتی علم غیب ہے، یعنی اللہ تعالی کے سوا ذاتی طور پر کوئی غیب نہیں جانتا اور جہاں انبیاء ورسل علیہم السلام کیلئے علم غیب کا اثبات ہے تو اس کا محمل عطائی علم غیب ہے یعنی انبیاء ورسل علیہم السلام اور اللہ تعالی کے محبوب بندے اللہ تعالی کی عطا سے اور اسکے بتانے سے غیب کا علم رکھتے ہیں۔

مکمل قرآن مجید پر اس وقت تک ایمان لایا ہی نہیں جاسکتا جب ماسوا اللہ سے علم غیب کی نفی کرنے والی آیات کو ذاتی علم غیب کی نفی پر اور اللہ تعالی کے برگزیدہ بندوں کیلئے علم غیب کے اثبات والی آیات کو عطائی علم غیب پر محمول نہ کیا جائے اور علم غیب کی ذاتی اور عطائی کی طرف تفسیم کر کے ان آیات مبارکہ میں نفی واثبات کو علیحدہ علیحدہ محمل پر محمول نہ کیا جائے۔

لہذا ہم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے ما کان و ما یکون کا علم اللہ تعالی کی عطا سے مانتے ہیں ذاتی طور پر نہیں مانتے ،اور نفی والی آیات واحادیث میں ذاتی علم غیب کی ماسوا اللہ سے نفی ہے عطائی کی نفی ہر گز نہیں پس ہم حضور علیہ الصلوۃ والسلام کیلئے ما کان و ما یکون کا علم عطا فرمائے جانے پر قرآن وسنت سے مزید دلائل پیش کرتے ہیں۔

قران مجید سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو علم ما کان وما یکون عطا کیے جانے کا ثبوت:۔

رب تعالی ارشاد فرماتا ہے

"خلق الانسان علمه البيان"(سورۃالرحمن آیت نمبر ۳،۴ پارہ نمبر ۲۷)

"انسانیت کی جان محمد ﷺ کو پیدا کیا ما کان و ما یکون کا بیان انہیں سکھایا۔"(کنز ایمان)

ہم پہلے معتبر تفاسیر یعنی ۱ تفسیر معالم التنزیل للبغوی المتوفی ۵۱۶ھ، ۲ تفسیر زاد المسیر للامام ابن الجوزی المتوفی ۵۹۷ھ، ۳ تفسیر الجامع لاحکام القرآن للقرطبی المتوفی ۶۶۸ھ، ۴ لباب التاویل فی معانی التنزیل المعروف بتفسیر خازن للامام علی بن محمد الخازن المتوفی ۷۲۵ھ، ۵ تفسیر غرائب القرآن للامام نظام الدین نیشاپوری المتوفی ۷۲۸ھ، ۶ تفسیر السراج المنیر للامام محمد بن احمد الخطیب الشربینی المتوفی ۹۷۷ھ، ۷ تفسیر مظہری للقاضی ثناء اللہ پانی پتی ۱۲۲۵، ۸ تفسیر الصاوی علی الجلالین

للامام احمد بن محمد الصاوی المالکی المتوفی ۱۲۴۱ھ، ۹تفسیر الفتوحات الالہیہ المعروف حاشیۃ الجمل علی الجلالین للامام سلیمان الجمل المتوفی ۱۲۰۴ھ رحمہم اللہ تعالی کے حوالہ سے نقل کر چکے ہیں کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور امام ابن کیسان رحمہ اللہ تعالی نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ "الانسان" سے مراد سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور "البیان" سے مراد جمیع ما کان و ما یکون کا بیان ہے جو رب تعالی نے اپنے محبوب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سیکھایا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جمیع ما کان و ما یکون کا علم عطا فرمایا ہے۔

۲: رب تعالی ارشاد فرماتا ہے۔

"وعلمک ما لم تکن تعلم و کان فضل الله علیک عظیما (سورۃ النساء، پارہ نمبر ۵، آیت نمبر ۱۱۳)"

"اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے، اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے"۔

پہلے ہم تفسیر جامع البیان للامام ابن جریر طبری المتوفی ۳۱۰ھ اور تفسیر حسینی لعلامہ معین الدین الواعظ الکاشفی المتوفی ۹۰۶ھ کے حوالہ سے نقل کر چکے ہیں کہ وہ دونوں جلیل القدر مفسر اپنی مذکورہ تفاسیر میں اس آیہ مقدسہ کے تحت فرماتے ہیں کہ "علمک ما لم تکن تعلم" سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو رب تعالی کا علم ما کون و ما یکون عطا فرمانا ہے، اس بات پر اتفاق ہے کہ رب تعالی نے تمام مخلوق میں سب سے زیادہ علم اور تمام اولین و آخرین کا علم نبی کریم رؤف و رحیم جناب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے اور اولین و آخرین میں حضرت آدم علیہ السلام بھی ہیں تو جتنا علم رب تعالی نے حضرت آدم علیہ السلام کو عطا فرمایا ہے وہ سارا بھی رب تعالی نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے اور اس سے زائد بھی عطاء فرمایا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام کے متعلق رب تعالی ارشاد فرماتا ہے:۔

"وعلم آدم الاسماء کلها"

"اور اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اشیاء کے نام سیکھائے"۔ (پارہ نمبر ا، سورۃ البقرۃ، آیت نمبر ۳۱)

اور ہم پہلے پانچ معتبر تفاسیر یعنی ا۔تفسیر معالم التنزیل للبغوی ،۲۔تفسیر السراج المنیر للخطیب الشربینی ،۳۔تفسیر مظہری للعلامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی ،۴۔تفسیر ابوسعود یعنی ارشاد العقل السلیم الی مزایا الکتاب الکریم للامام ابی سعود محمد بن عمادی المتوفی ۹۸۲ھ اور تفسیر روح المعانی للامام محمود آلوسی المتوفی ۱۲۷۰ھ کے حوالے سے یہ نقل کر چکے ہیں کہ حضرت سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ "الاسماء کلہا" سے مراد قیامت تک کیلئے جمیع ما کان و ما یکون کے اسماء ہیں جو رب تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سکھا دیئے۔

مزید آیات مبارکہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے علم غیب عطائی کا ثبوت:

رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

ا: "و یکون الرسول علیکم شھیدا" (پارہ ۲ ،سورۃ البقرۃ، آیت نمبر ۱۴۳)

"اور یہ رسول تمہارے نگہبان و گواہ ہوں"

اس آیہ مقدسہ کے تحت سراج الہند الشاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ تفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں۔ "او (رسول ﷺ) مطلع است بنور نبوت بر دین ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من رسیدہ است وحقیقت ایمان او چیست وحجابے کہ بداں از ترقی محجوب ماندہ است کدام است پس او می شناسد گناہاں شمارا و درجات ایمان شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص ونفاق شمارا، ولہذا شہادت او در دنیا بحکم شرع در حق امت مقبول وواجب العمل ہست و آنچہ از فضائل ومناقب حاضران زمان خود مثل صحابہ وازواج واھل بیت یا غائبان از زمان خود مثل اویس وصلہ ومہدی ومقتول دجال یا از

معایب ومثالب حاضراں وغائباں میفر ماید اعتقاد براں واجب است واز یں است کہ درروایات آمدہ کہ ہر نبی را بر اعمال امتیاں خود مطلع میسازند کہ فلانے امروز چنیں می کند و فلانے چناں تا روز قیامت ادائے شہادت تواند کرد" (تفسیر فتح العزیز، المعروف تفسیر عزیزی جلد ا، صفحہ ۶۳۶)

"حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنے نور نبوت کے ساتھ ہر دین دار کے اپنے دین میں مرتبہ کو جانتے ہیں کہ وہ میرے دین میں کس درجہ تک پہنچا ہے، اور اسکے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور وہ کونسا حجاب ہے کہ جس کے باعث وہ ترقی سے محجوب ہو چکا ہے پس آپ ﷺ تمہارے گناہوں کو بھی جانتے ہیں اور تمہارے ایمان کے درجات کو بھی جانتے ہیں اور تمہارے اچھے اور برے اعمال اور تمہارے اخلاص ونفاق کو بھی پہچانتے ہیں اسی لیے انکی شہادت دنیا میں بحکم شرع امت کے حق میں مقبول اور واجب العمل ہے، اور جو کچھ آپ ﷺ نے اپنے (ظاہری) زمانہ میں موجودین اور حاضرین جیسے صحابہ کرام ازواج مطہرات اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم کے فضائل ومناقب کے متعلق ارشادات فرمائے ہیں اور جو کچھ آپ ﷺ نے اپنے (ظاہری) زمانہ میں غیر موجود اور اس زمانہ میں غائبین، جیسے حضرت اویس قرنی، حضرت صلہ اور حضرت امام مہدی رحمہم اللہ تعالی اور مقتول دجال کے متعلق فرمایا ہے یا جو کچھ آپ ﷺ نے حاضرین اور غائبین کے عیوب ونقائص کے متعلق ارشاد فرمایا ہے اس پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اور یہی وجہ ہے کہ روایات میں آیا ہے کہ ہر نبی کو اسکے امتیوں کے اعمال پر آگاہ فرمادیتے ہیں کہ فلاں آج ایسا کر رہا ہے اور فلاں ویسا، تا کہ بروز قیامت اللہ تعالی کا نبی گواہی دے سکے"۔

علامہ امام اسماعیل حقی بروسوی المتوفی ۱۱۳۷ھ تفسیر روح البیان میں اسی آیہ مقدسہ کے تحت لکھتے ہیں

"و معنی شهادة الرسول علیهم اطلاعه رتبة کل متدین بدینه فهو یعرف ذنوبهم و حقیقة ایمانهم و اعمالهم و حسناتهم و سیأتهم و اخلاصهم و نفاقهم و غیر ذالک بنور الحق و امته یعرفون ذالک من سائر الامم بنوره علیه الصلوة والسلام "(تفسیر روح البیان جلد ۱،صفحه ۱۳۶)

"اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ان پر گواہی دینے کے یہ معنی ہیں کہ آپ ﷺ ہر دیندار کے اسکے دینی مرتبہ کو جانتے ہیں پس آپ ﷺ ان (سب امتیوں) کے گناہوں کو، انکے ایمان کی حقیقت کو اور انکے اعمال، انکی نیکیاں، انکی برائیاں اور انکے اخلاص و نفاق وغیرہ کو نور حق کے ساتھ جانتے ہیں اور تمام امتوں سے آپ ﷺ کی امت اسے جانتی ہے تو وہ آپ ﷺ کے نور سے

۲: رب تعالی ارشاد فرماتا ہے

"من ذالذی یشفع عنده الا باذنه یعلم ما بین ایدهم و ما خلفهم (پاره نمبر ۳، سورة البقرة ،آیت ۲۵۵)

"وہ کون ہے جو اس کے یہاں شفاعت کرے بغیر اسکے حکم کے، جانتا ہے جو کچھ انکے آگے ہے اور جو کچھ انکے پیچھے ہے۔"

اسی آیہ مقدسہ کے تحت تفسیر نیشاپوری اور تفسیر روح البیان میں ہے

"یعلم محمد ﷺ ما بین ایدهم من اولیات الامر قبل الخلائق وما خلفهم من احوال القیامة" (روح البیان جلد ۱،صفحه ۴۹۵)

جناب محمد ﷺ جانتے ہیں جو کچھ انکے آگے ہے یعنی تمام مخلوق سے قبل اول الامر کے احوال کو اور جو کچھ ان سے پیچھے ہے یعنی قیامت کے احوال کو"

۳: رب تعالی ارشاد فرماتا ہے "و ما کان الله لیطلعکم علی الغیب و

لکن الله یجتبی من رسله من یشاء (پارہ نمبر ۴ سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۱۷۹)

"اور اللہ کی شان یہ نہیں کہ اے عام لوگو تمہیں غیب کا علم دے ہاں اللہ چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہے"

علامہ سلیمان جمل اس آیہ مقدسہ کے تحت تفسیر الفتوحات الھیہ میں فرماتے ہیں

"والمعنی ولکن الله یصطفی ویختار من رسله من یشاء ،فیطلعه علی الغیب

(الفتوحات الالھیه المعروف به تفسیر جمل جلد ۱ ،صفحه ۳۴۰)

"اور آیہ مقدسہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے اسے چن لیتا ہے، اور منتخب فرمالیتا ہے، پس اسے غائب پر مطلع فرمادیتا ہے"

تفسیر قرطبی میں ہے۔

"ولکن الله یجتبی ای یختار من رسله لاطلاع غیبه من یشاء

(الجامع للاحکام القرآن جلد ۴، صفحه ۲۸۹)

"اور اللہ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہتا ہے اپنے غیب کی اطلاع کیلئے چن لیتا ہے اور منتخب فرمالیتا ہے"

۴: رب تعالی ارشاد فرماتا ہے "وعلمک ما لم تکن تعلم و کان فضل الله علیک عظیما" (پارہ نمبر ۵ ،سورۃ نساء آیت ۱۱۳)

"اور تمہیں سکھا دیا جو تم نہیں جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے"۔

اس آیہ مقدسہ کے تحت علامہ علی بن محمد بغدادی متوفی ۷۶۵ھ المعروف علامہ خازن تفسیر لباب التاویل المعروف تفسیر خازن میں فرماتے ہیں

"وعلمک ما لم تکن تعلم یعنی من احکام الشرع و امور الدین

وقیل علمک من علم الغیب مالم تکن تعلم وقیل معناه علمک من خفیات الامور واطلعک علی ضمائر القلوب و علمک من احوال المنافقین و کیدهم ما لم تکن تعلم (تفسیرلباب التاویل المعروف تفسیر خازن جلد ۱، صفحہ ۴۲۹)

"اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے یعنی احکام شرعیہ اور امور دینیہ اور کہا گیا ہے کہ (اس کا معنی یہ ہے) سکھا دیا تمہیں علم غیب میں سے جو کچھ آپ نہیں جانتے تھے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ (اسکا معنی یہ ہے) کہ اللہ تعالی نے آپ کو پوشیدہ امور کا علم عطا فرمایا اور آپ کو دلوں کے رازوں پر آگاہ فرما دیا اور آپ کو منافقین کے احوال اور انکی بری چالوں کا علم جو آپ نہ جانتے تھے، آپ کو عطا فرما دیا"۔

۵: رب تعالی ارشاد فرماتا ہے "و ما هو علی الغیب بضنین" (پارہ نمبر ۳۰، سورۃ التکویر، آیت ۲۴)

"اور یہ نبی غیب بتانے میں بخیل نہیں"

اس آیہ مقدسہ کے تحت امام بغوی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں

"انه یاتیه علم الغیب فلا یبخل به علیکم بل یعلمکم و یخبر کم به (معالم التنزیل، یعنی تفسیر خازن جلد ۲، صفحہ ۴)" "بے شک حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے پاس غیب کا علم آتا ہے پس وہ اس میں تم پر بخل نہیں کرتے بلکہ تم کو سکھاتے ہیں اور تمہیں اسکی خبر دیتے ہیں"۔

تفسیر بیضاوی میں اسی آیہ مقدسہ کے تحت فرماتے ہیں

"و ما هو ای و ما محمد علیه الصلوة و السلام علی الغیب علی الوحی الیه و غیره من الغیوب بضنین بالضاد و هو البخل ای لا یبخل بالتبلیغ والتعلیم (انوار التنزیل المعروف تفسیر بیضاوی، جلد

۴، صفحہ ۳۸۹)"

"اور وہ یعنی محمد ﷺ غیب پر یعنی آپ ﷺ کی طرف کی جانے والی وحی اور اسکے علاوہ غیوب پر بخیل نہیں ہیں یعنی (وحی اور اسکے علاوہ غیوب کی) تبلیغ و تعلیم پر بخیل نہیں"

۶: رب تعالی ارشاد فرماتا ہے "عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضٰی من رسول (سورۃ جن ،آیہ ۲۶، ۲۷)

"غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے" سراج الہند الشاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی اسی آیہ مقدسہ کے تحت تفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں

"غیب نام چیزے است کہ از ادراک حواس ظاہرہ و باطنہ غائب باشد نہ حاضر تا بمشاہدہ و وجدان دریافت شود و اسباب و علامات آں نیز در نظر عقل و فکر آں در نیاید تا ببداہت و استدلال دریافتہ شود و ایں غیبت مختلف می باشد پیش کور مادرزاد عالم الوان غائب است و عالم اصوات و نغمات و الحان شہادت و پیش عنین لذت جماع غیب است و پیش فرشتہا الم گرسنگی و تشنگی غیب است و دوزخ و بہشت شہادت ولہذا این قسم را غیب اضافی گویند ،وآنچہ نسبت بہمہ مخلوقات غائب است ،غائب مطلق است مثل وقت آمدن قیامت و احکام کونیہ و شرعیہ باری تعالی در ہر روز و در ہر شریعت و مثل حقائق ذات و صفات او تعالی علی سبیل التفصیل و این قسم را غیب خاص او تعالی می نامند "فلا یظہر علی غیبہ احدا" ،یعنی پس مطلع نمیکند بر غیب خاص خود ہیچکس را بوجہے کہ رفع تلبیس و اشتباہ و خطا بکلی دراں اطلاع حاصل شود و احتمال خطا و اشتباہ اصلا نماند و ہمیں اطلاع دادن کذائی است کہ او را اظہار شخصے بر غیب تواں گفت بخلاف اطلاع منجمین و اطباء و کاہناں و رمالاں و جفریاں و فال بیناں کہ علم ایشاں ببعض حوادث کونیہ از راہ استدلال باسباب و علامات ظنیہ یا اخبار محتملۃ الصدق والکذب جنیاں و شیاطین تخمینی و وہمی می باشد نہ یقینی، و

اولیاء را ہر چند علم الہامی یقینی ز بعض حقائق ذات وصفات یا وقائع کونیہ حاصل می شود واما تلبیس واشتباہ بجمیع الوجوہ ازاں مرتفع نمی گردد تا اظہار ایشاں بر غیب واستیلا برآں متحقق گردد بلکہ اظہار غیب بر ایشاں وانعکاس صورت غیبیہ در آئینہ وجدان ایشاں است ولہذا تکلیف عام باآں متحقق نمی شود، وخود ہم در تحصیل یقین باآں واعتماد برآں محتاج بشواھد کتاب وسنت کہ اقسام وحی اند می شوند پس اظہار بر غیب ہیچ کس را نمی دھند "الا من ارتضی من رسول " یعنی مگر کسے کہ پسند می کند وآں کس رسول می باشد خواہ از جنس ملک باشد مثل حضرت جبریل علیہ السلام وخواہ از جنس بشر مثل حضرت محمد وموسیٰ وعیسیٰ علیہم الصلوات والتسلیمات" (تفسیر عزیزی، جلد۲، ص۲۱۴)

ترجمہ: غیب ایسی چیز کا نام ہے جو کہ ظاہری اور باطنی حواس کے ادراک سے غائب ہو ،حاضر نہ ہو کہ مشاہدہ و وجدان کے ساتھ معلوم ہو سکے اور اس کے اسباب اور اسکی علامات بھی عقل کی نظر وفکر میں نہ آئیں کہ کہیں بداہت واستدلال کے ساتھ ہی معلوم ہو سکے اور یہ غیبت مختلف ہوتی ہے مادر زاد اندھے کے نزدیک عالم الوان (رنگوں کا جہان) غیب ہے ،اور آوازوں ،نغمات اور الحان کا جہان شاہد ہے ،اور نامرد کے نزدیک جماع کی لذت غائب ہے،اور فرشتوں کے نزدیک بھوک اور پیاس کی تکلیف غائب ہے،اور دوزخ اور جنت شہادت ہیں،اسی لیے اس قسم کے غائب کو غیب اضافی کہتے ہیں،اور وہ غائب جو ساری مخلوق کی نسبت غائب ہے، وہ غیب مطلق ہے جیسے قیامت آنے کا وقت اور رب تعالی کے روزانہ کے احکام کونیہ اور ہر شریعت میں اسکے احکام شرعیہ اور جیسے واجب تعالی کی ذات وصفات کے علی طریق التفصیل حقائق ،اور اس قسم کو اللہ تعالی کا خاص غیب کہتے ہیں "فلا یظھر علی غیبه احدا " یعنی پس اللہ تعالی اپنے خاص غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا بایں طور کہ اس اطلاع میں تلبیس واشتباہ اور خطا کلی طور پر مرتفع ہو جائے اور خطا واشتباہ کا احتمال بالکل باقی نہ رہے،اور یہی اس

قسم کی غیب پر اطلاع ہے کہ جسے کسی کو غیب پر مسلط کرنا کہا جاسکتا ہے، برخلاف نجومیوں ،طبیبوں ،کاہنوں ،رمالوں ،جفر دانوں اور فال بینوں کی اطلاع کے ،کہ ان کا بعض حوادث کونیہ سے متعلق علم ظنی اسباب و علامات کے ساتھ استدلال کی راہ سے یا شیطانوں اور جنوں کی جھوٹ اور سچ کا احتمال رکھنے والی خبروں کی راہ سے تخمینی اوزوہمی ہوتا ہے ،یقینی نہیں ہوتا۔اور اولیاء کرام کو اگر چہ ذات وصفات باری تعالی کے بعض حقائق سے متعلقہ یا واقعات کونیہ سے متعلقہ الہامی یقینی علم حاصل ہوتا ہے مگر اس سے جمیع وجوہ سے تلبیس واشتباہ مرتفع نہیں ہوتا حتی کہ ان کا غیب پر اظہار اور اس پر تسلط متحقق ہوسکے بلکہ ان پر غیب کو ظاہر کیا جاتا ہے ،اور انکے وجدان کے آئینہ میں غیبی صورت کا انعکاس ہوتا ہے ،اسی لیے اس کے ساتھ تکلیف عامہ متحقق نہیں ہوتی ،اور وہ خود اس پر یقین حاصل کرنے کے معاملہ اور اس پر اعتماد کرنے کے معاملہ میں کتاب وسنت کے شواھد کے محتاج ہوتے ہیں ،جو کہ اقسام وحی ہیں پس غیب پر کسی کو اظہار اور تسلط عطا نہیں کرتے "الا من ارتضی من رسول " مگر جسے اللہ پسند فرمائے اور وہ رسول ہوتا ہے ،خواہ وہ فرشتوں کی جنس سے ہو، جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام ،یا جنس بشر سے ہوں جیسے جناب محمد ﷺ اور حضرت موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام"

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالی کی مذکورہ بالا عبارت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ رب تعالی اپنے انبیاء ورسل کو صرف علم عطا ہی نہیں فرماتا بلکہ انہیں علم غیب پر تسلط عطا فرما دیتا ہے ،اور علم غیب بھی وہ جو رب تعالیٰ کا خاص علم ہے۔جس میں قیامت کے وقوع کا علم بھی ہے اور دیگر اس کے خاص علوم بھی شامل ہیں مگر انبیاء کرام علیہم السلام کا علم اللہ تعالی کے علم کے سامنے بعض ہی ہے ، بلکہ وہ نسبت بھی نہیں رکھتا جو کروڑ سمندروں کے ساتھ ایک قطرے کے کروڑویں حصہ کو ہے خواہ ما کان وما یکون کا علم ہی کیوں نہ ہو کیونکہ یہ متناہی ہے ،اور رب تعالی کا علم غیر متناہی ہے اور متناہی جتنا بھی زیادہ ہو اسکی غیر

متناہی کے ساتھ کوئی نسبت نکل ہی نہیں سکتی، پھر اللہ تعالیٰ کا علم ذاتی اور قدیم وغیر مخلوق ،جبکہ مخلوق کا علم عطائی حادث اور مخلوق ہے، اتنے عظیم تفرقوں کے باوجود اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں مساوات سمجھنے والوں کا ٹھکانہ مینٹل ہسپتال کے سوا کہیں نہیں ہوسکتا۔

۷: رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "ذالک من انباء الغیب نوحیه الیک "(پارہ نمبر ۳، سورۃ آل عمران ۴۴)

"یہ غیب کی خبریں ہیں کہ ہم خفیہ طور پر تمہیں بتاتے ہیں"

۸: رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "تلک من انباء الغیب نوحیها الیک ما کنت تعلمها انت ولا قومک من قبل هذا "(پارہ نمبر ۱۲، هود ۴۹)

"یہ غیب کی خبریں ہیں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں انہیں نہ تم جانتے تھے ،نہ تمہاری قوم اس سے پہلے"

۹: رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے "ذالک من انباء الغیب نوحیه الیک و ما کنت لدیهم اذا جمعوا امرهم وهم یمکرون"(پارہ نمبر ۱۳، سورۃ یوسف، ۱۰۲)

"یہ کچھ غیب کی خبریں جو ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں اور تم ان کے پاس نہ تھے ،جب انہوں نے اپنا کام پکا کیا تھا اور وہ داؤں چل رہے تھے"

مذکورہ بالا آیات مقدسہ میں سے آخری تین آیات یعنی ۷، ۸ اور ۹ کو معترض نے بھی نقل کیا ہے، مگر آیت نمبر ۸ کا حوالہ غلط دیا ہے، اور آیت نمبر ۹ کا حوالہ بھی غلط لکھا ہے، اور خود آیت کو بھی غلط لکھا، معترض نے اسے "تلک من" الایة لکھا ہے جبکہ قرآن مجید میں "ذالک من انبآء الغیب الآیة" ہے۔ مگر ہوسکتا ہے یہ کمپوزنگ کی غلطی ہو۔

معترض کی بدترین جہالت اور اسکا رد:۔

معترض نے مذکورہ بالا تینوں آیات لکھنے سے پہلے ''نکتہ'' کے عنوان سے لکھا ہے، 'وحی کا نام علم غیب نہیں ہے، وحی کے ذریعے جو احکام آتے ہیں ان کا نام اخبار الغیب ہے یا انباء الغیب'' (صفحہ ۵) اور پھر بعد میں لکھتا ہے ''یادرکھنا اطلاع علی الغیب بھی غیب کی خبریں ہیں اور یہاں اس کا معنی وحی ہے'' (صفحہ ٦) مزید لکھتا ہے ''ایسے ہی اظہار علی الغیب ہے یعنی اللہ پاک اپنے انبیاء پر وحی بھیجتے ہیں اور اسکا اظہار کرتے ہیں'' (صفحہ ٦) پھر لکھتا ہے ''اسی طرح **وما هو على الغيب بضنين** ہے کہ آنحضرت ﷺ وحی پر بخل نہیں کرتے آگے بیان کردیتے ہیں (٦)۔

تو معترض کے نزدیک ''اطلاع علی الغیب''، ''اظہار علی الغیب''، اور ''الغیب'' سے مراد وحی ہے، اور وحی سے علم غیب حاصل نہیں ہوتا بلکہ وحی سے اخبار غیب اور انباء غیب حاصل ہوتی ہیں، اور یہ معترض کی بدترین جہالت ہے کہ وحی کو اخبار غیب اور انباء غیب حاصل ہونیکا سبب تو مانتا ہے، اور کہتا ہے کہ وحی سے اخبار اور انباء غیب حاصل ہوتی ہیں مگر غیب کی خبر کو غیب کے علم کا سبب نہیں مانتا، اسکے نزدیک وحی سے غیب کی خبر تو دی جاتی ہے، لیکن غیب کی اس خبر سے غیب کا علم حاصل نہیں ہوتا، اور یہ اس کا عجیب اندھا پن ہے، ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ کیا خبر مفید علم نہیں ہوتی؟ حالانکہ دنیا بھر کے تمام عقلاء خواہ وہ مسلم ہوں یا غیر مسلم سبھی اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ خبر صادق بھی خلق کیلئے اسباب علم میں سے ہے، اور یہ علم کا فائدہ دیتی ہے، اس بات کا انکار ماسوائے چند بت پرستوں کے دنیا بھر کے کسی عقل مند نے نہیں کیا۔ کیا معترض بھی ان بت پرستوں والا عقیدہ رکھتا ہے کہ خبر کو مفید علم ہی نہیں مانتا؟ اگر معترض نے معروف درسی کتاب شرح العقائد النسفیہ کا ہی مطالعہ کیا ہوتا تو ایسی خرافات کے درپئے نہ ہوتا۔

شرح العقائد النسفیہ میں ہے ''**اسباب العلم للخلق اى المخلوق من الملك والانس والجن بخلاف علم الخالق تعالى فانه لذاتة لا بسبب**

من الاسباب ثلاثه الحواس السليمة والخبر الصادق والعقل بحكم الاستقراء (شرح العقائد النسفيه صفحه ١٠)

''اور مخلوق یعنی فرشتوں، انسانوں اور جنوں کیلئے علم کے اسباب تین ہیں، بر خلاف خالق تعالی کے علم کے کہ وہ لذاتہ ہے، اور اسباب میں سے کسی سبب سے نہیں ہے، اور وہ مخلوق کیلئے بحکم استقراء علم کے تین اسباب، ۱: حواس سلیمہ ۲: خبر صادق ۳: عقل، ہیں

اور شرح العقائد النسفیہ میں ہی ہے،

"والخبر الصادق على نوعين احدهما الخبر المتواتروهو الثابت على السنة قومٍ لا يتصور تواطؤهم على الكذب وهو بالضرورة موجب العلم الضرورى والنوع الثانى خبر الرسول وهو يوجب العلم الاستدلالى والعلم الثابت به يضا هى العلم الثابت بالضرورة كا لمحسوسات والبديهيات والمتواترت فى التيقن والثبات اى عدم احتمال الزوال بتشكيك المشكك" (شرح العقائد النسفيه ملخصا ص ١٢ تاص ١٥)

اور خبر صادق دو قسم ہے اول خبر متواتر اور وہ ایسی قوم کی زبانوں پر ثابت ہوتی ہے کہ جن کا جھوٹ پر اتفاق متصور نہیں ہوتا، اور وہ بداھۃ علم بدیہی کا سبب ہے اور دوسری قسم خبر رسول ہے اور وہ علم استدلالی کو واجب کرتی ہے، اور اسکے ساتھ ثابت ہونے والا علم اس علم کے مشابہ ہوتا ہے جو بداھۃ ثابت ہوتا ہے، جیسے محسوسات، بدیہات، اور متواترات، اور یہ مشابہت تیقن اور ثبات یعنی تشکیک مشکک سے زائل ہونے کا احتمال نہ رکھنے میں ہے''

شرح العقائد النسفیہ میں ہی ہے۔

"والمتواتر قد انكرت افادته العلم جماعة من العقلاء كالسمنية والبراهمة(شرح العقائد النسفيه،ص ۱۴)

''خبر متواتر کے مفید علم ہونے کا عقلاء کی ایک جماعت نے انکار کیا ہے جیسے سمنیہ اور براھمہ ہیں''

اور حاشیہ ملا احمد جند رحمہ اللہ تعالی میں ہے۔

"قوله كالسمنية جماعة من عبدة الاصنام يقولون بالتناسخ و ينكرون وقوع العلم بغير الحس منسوبة الى سومنات و هواسم صنم كان فى بلاد الهند والبراهمة جمع من حكماء الهند ينكرون البعثة (مجموعة الحواشي البهية على شرح العقايد النسفيه ،جلد ا ،صفحه ۵۳)

السمنیۃ بت پرستوں کی ایک جماعت ہے جو تناسخ کے قائل ہیں اور حس کے علاوہ کسی طرح علم کا وقوع نہیں مانتے ،اور وہ سومنات کی طرف منسوب ہیں،اور وہ ہندستان کے شہروں میں موجود ایک بت کا نام ہے اور براھمہ ہندوستانی داناؤں کا ایک گروہ ہے جو بعثت کے منکر ہیں''۔

شرح العقائد النسفیہ کے مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ خبر صادق مفید علم ہے اور جیسی خبر ہوگی اس سے ویسا ہی علم حاصل ہوگا،پس غیب کی خبر سے غیب کا ہی علم حاصل ہوگا،اور خبر صادق بالخصوص متواتر سے حاصل ہونیوالا علم بدیہی ہے اور وہ بداھۃ اس علم کا فائدہ دیتی ہے،اور بدیہیات کا انکار بے وقوفی کے سوا کچھ نہیں۔اس کے مفید علم ہونے کا انکار کرنیوالے سومنات کے ہندو اور برہمن ہیں،نہ معلوم معترض نے خبر کے مفید علم ہونے کا انکار کر کے ہندوؤں والا عقیدہ اختیار کرنے میں کونسی مصلحت دیکھی ہے؟

مسلمانوں میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں جو خبر سے علم حاصل ہونے کا انکار کرے جو اسکے

منکر ہیں ،اور خبر کو مفید علم نہیں جانتے ،وہ ہندوؤں والا عقیدہ رکھتے ہیں ۔اور جب خبر صادق مفید علم ہے تو غیب کی خبر سے غیب کا علم ہی حاصل ہوگا ،اگر غیب کی خبر سے غیب کا علم حاصل نہیں ہوتا تو پھر اس سے کس شئی کا علم حاصل ہوتا ہے؟

معترض نے خبر کو مفید علم نہ مان کر ایسی بدیہی بات کا محض عناداً اور مکابرۃ انکار کر دیا ہے کہ جسے ماسوائے چند بے وقوف ہندوؤں اور بت پرستوں کے تمام دنیا کے عقلاء بدیہی مانتے ہیں۔

پس جب باتفاق جمیع عقلاء ماسوائے چند بے وقوف بت پرستوں کے خبر صادق علم کا فائدہ دیتی ہے ،تو پھر کسی غیب کے بارے میں دی گئی خبر سے اس غیب کا علم کیوں نہیں حاصل ہوگا۔

پھر رب تعالی کے حضور ﷺ کو غیب کی خبریں دینے سے اگر آپ ﷺ کو غیب کا علم ہی حاصل نہیں ہوا تو پھر ان خبروں کا آخر فائدہ کیا ہوا؟

مزید برآں ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے حضور اکرم ﷺ کو جو غیب کی خبریں دی ہیں تو کیا حضور اکرم ﷺ نے ان اخبار غیب کی تصدیق فرمائی ہے یا نہیں اگر معترض کا جواب نفی میں ہے تو اس نے معاذ اللہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف عدم تصدیق کی نسبت کر کے خود بدترین کفر کا ارتکاب کر لیا کیونکہ ایمان تصدیق ہی سے عبارت ہے ،اور تصدیق کی نفی ایمان کی نفی کو مستلزم ہے اور جس نے حضور اکرم ﷺ کی طرف کفر کی نسبت کی وہ مرتد اور بے دین ہو گیا (والعیاذ باللہ)

اور اگر معترض کا جواب اثبات میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان اخبار غیبیہ کی تصدیق فرمائی ہے اور بالجزم و بالیقین تصدیق ہی فرمائی ہے تو تصدیق تو علم ہی کی قسم ہے ،کوئی بے وقوف اور پاگل ہی کہہ سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان اخبار غیبیہ کی تصدیق تو فرمائی ہے مگر ان سے آپ ﷺ کو غیب کا علم حاصل نہیں ہوا ،جب ان اخبار غیبیہ سے غیب کا علم ہی

"والمتواتر قد انكرت افادته العلم جماعة من العقلاء كالسمنية والبراهمة(شرح العقائد النسفيه،ص ۱۴)

''خبر متواتر کے مفید علم ہونے کا عقلاء کی ایک جماعت نے انکار کیا ہے جیسے سمنیہ اور براھمہ ہیں''

اور حاشیہ ملا احمد جند رحمہ اللہ تعالی میں ہے۔

"قوله كالسمنية جماعة من عبدة الاصنام يقولون بالتناسخ و ينكرون وقوع العلم بغير الحس منسوبة الى سومنات و هواسم صنم كان فى بلاد الهند والبراهمة جمع من حكماء الهند ينكرون البعثة (مجموعة الحواشى البهية على شرح العقايد النسفيه ،جلد ا ،صفحه ۵۳)

السمنیۃ بت پرستوں کی ایک جماعت ہے جو تناسخ کے قائل ہیں اور حس کے علاوہ کسی طرح علم کا وقوع نہیں مانتے ،اور وہ سومنات کی طرف منسوب ہیں،اور وہ ہندستان کے شہروں میں موجود ایک بت کا نام ہے اور براھمہ ہندوستانی داناؤں کا ایک گروہ ہے جو بعثت کے منکر ہیں''۔

شرح العقائد النسفیہ کے مذکورہ حوالہ جات سے یہ بات ظاہر ہوگئی کہ خبر صادق مفید علم ہے اور جیسی خبر ہوگی اس سے ویسا ہی علم حاصل ہوگا، پس غیب کی خبر سے غیب کا ہی علم حاصل ہوگا،اور خبر صادق بالخصوص متواتر سے حاصل ہونیوالا علم بدیہی ہے اور وہ بداھۃ اس علم کا فائدہ دیتی ہے،اور بدیہیات کا انکار بے وقوفی کے سوا کچھ نہیں۔اس کے مفید علم ہونے کا انکار کرنیوالے سومنات کے ہندو اور برہمن ہیں،نہ معلوم معترض نے خبر کے مفید علم ہونے کا انکار کر کے ہندوؤں والا عقیدہ اختیار کرنے میں کونسی مصلحت دیکھی ہے؟

مسلمانوں میں کوئی بھی شخص ایسا نہیں جو خبر سے علم حاصل ہونے کا انکار کرے جو اسکے

منکر ہیں ،اور خبر کو مفید علم نہیں جانتے ،وہ ہندوؤں والا عقیدہ رکھتے ہیں۔اور جب خبر صادق مفید علم ہے تو غیب کی خبر سے غیب کا علم ہی حاصل ہوگا ،اگر غیب کی خبر سے غیب کا علم حاصل نہیں ہوتا تو پھر اس سے کس شئی کا علم حاصل ہوتا ہے؟

معترض نے خبر کو مفید علم نہ مان کر ایسی بدیہی بات کا محض عناداً اور مکابرۃً انکار کر دیا ہے کہ جسے ماسوائے چند بے وقوف ہندوؤں اور بت پرستوں کے تمام دنیا کے عقلاء بدیہی مانتے ہیں۔

پس جب باتفاق جمیع عقلاء ماسوائے چند بے وقوف بت پرستوں کے خبر صادق علم کا فائدہ دیتی ہے ،تو پھر کسی غیب کے بارے میں دی گئی خبر سے اس غیب کا علم کیوں نہیں حاصل ہوگا۔

پھر رب تعالی کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کی خبریں دینے سے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہی حاصل نہیں ہوا تو پھر ان خبروں کا آخر فائدہ کیا ہوا؟

مزید برآں ہم معترض سے پوچھتے ہیں کہ اللہ تعالی نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو غیب کی خبریں دی ہیں تو کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اخبار غیب کی تصدیق فرمائی ہے یا نہیں اگر معترض کا جواب نفی میں ہے تو اس نے معاذ اللہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف عدم تصدیق کی نسبت کر کے خود بدترین کفر کا ارتکاب کر لیا کیونکہ ایمان تصدیق ہی سے عبارت ہے ،اور تصدیق کی نفی ایمان کی نفی کو مستلزم ہے اور جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کفر کی نسبت کی وہ مرتد اور بے دین ہو گیا (والعیاذ باللہ)

اور اگر معترض کا جواب اثبات میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اخبار غیبیہ کی تصدیق فرمائی ہے اور بالجزم و بالیقین تصدیق ہی فرمائی ہے تو تصدیق تو علم ہی کی قسم ہے ،کوئی بے وقوف اور پاگل ہی کہہ سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اخبار غیبیہ کی تصدیق تو فرمائی ہے مگر ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم حاصل نہیں ہوا ،جب ان اخبار غیبیہ سے غیب کا علم ہی

،حالانکہ آیہ مقدسہ کا معنی یہ ہے کہ ''یہ غیب کی خبریں ہم تمہاری طرف وحی کرتے ہیں انہیں نہ تم جانتے تھے اور نہ تمہاری قوم اس سے پہلے''، تو یہاں وحی سے پہلے ان غیب کی خبروں کے علم کی نفی ہے، اور وحی کے بعد غیب کی خبروں کے علم کا اثبات ہے، اور جب بعد از وحی آپ ﷺ کو ان کا علم آ گیا ہے تو اب پھر اسی آیت کو آپ ﷺ کے علم کی نفی پر بطور دلیل پیش کرنا جہالت و حماقت کے ساتھ ساتھ عجب سینہ زوری، چوری اور بکف چراغی ہے۔

احادیث مبارکہ سے حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے علم ما کان وما یکون کا بیان:۔

امام مسلم بن الحجاج قشیری رحمہ اللہ تعالی اپنی صحیح کے اندر نقل فرماتے ہیں۔

"حدثنی یعقوب بن ابراهیم الدورقی و حجاج بن الشاعر جمیعا عن ابی عاصم قال حجاج نا ابو عاصم انا عزرة بن ثابت انا علباء بن احمر حدثنی ابو زید (عمر وبن اخطب الانصاری الصحابی المشهور) قال صلی بنارسول الله ﷺ الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتی حضرت الظهر فنزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی حضرت العصر ثم نزل فصلی ثم صعد المنبر فخطبنا حتی غربت الشمس فاخبرنا بما کان و بما هو کائن فاعلمنا احفظنا (الصحیح لمسلم المجلدالثانی ،صفحه ۳۹۰، کتاب الفتن و اشراط الساعة)

''امام مسلم رحمہ اللہ تعالی بسند مذکور حضرت ابوزید عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر تشریف فرما ہو گئے، پس آپ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا حتی کہ ظہر کا وقت ہو گیا تو آپ ﷺ (منبر شریف سے) نیچے اترے اور (ظہر کی) نماز پڑھائی پھر آپ

ﷺ منبر پر تشریف فرما ہو گئے اور ہمیں خطبہ دیتے رہے حتی کہ عصر کا وقت ہو گیا، پھر آپ ﷺ نیچے تشریف لائے اور (عصر کی) نماز پڑھائی پھر آپ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہو کر ہمیں خطبہ ارشاد فرماتے رہے حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا، پس آپ ﷺ نے ہمیں ما کان و ما یکون کے متعلق خبر دے دی (یعنی جو کچھ اس وقت تک ہو چکا تھا وہ بھی بتا دیا اور جو کچھ آئندہ کیلئے ہونے والا تھا وہ بھی بتا دیا) پس ہم میں سے سب سے زیادہ علم والا وہ ہے جو اس خطبے کا سب سے زیادہ یاد رکھنے والا ہے"۔

معترض صاحب! ذرا جہالت، عناد اور ہٹ دھرمی کی پٹیاں اتار کر اس حدیث مبارک کا مطالعہ کریں تمہارے چودہ طبق روشن ہو جائیں گے، اور بالخصوص حدیث مبارک کے خط کشیدہ کلمات "فاخبرنا بما کان و بما ھو کائن" کا ایمانی نگاہ سے خوب سمجھ کر مطالعہ کریں کہ حدیث مبارک تو یہ فرما رہی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے جمیع ما کان و ما یکون کی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی خبر دیدی ہے، اگر آپ ﷺ کو معاذ اللہ خود ہی ما کان و ما یکون کا علم نہیں تھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ خبر کیسے دے دی اور جمیع ما کان و ما یکون کیسے بتا دیا، اب ایک طرف اس حدیث پاک کو رکھو اور ایک طرف اپنی تحریر کردہ ان واہیات کو رکھو تمہیں خوب سمجھ آ جائیگی کہ تمہارا عقیدہ صریح قرآن وسنت کے خلاف اور خالصۃ کفریہ ہے۔

تم نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالی کی عطا سے بھی عالم ما کان و ما یکون ماننا شریعت کی ساری حدود و قیود کو توڑنا ہے" (ص:۱)

ہم پوچھتے ہیں کہ امام مسلم سے لیکر حضرت ابو زید عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ تک مذکورہ حدیث مبارک کے تمام راوی جو اس حدیث مبارک کو بیان فرما رہے ہیں اور اسے صحیح کہہ رہے ہیں تو کیا انہوں نے شریعت کی تمام حدود و قیود کو توڑ دیا ہے؟

تم نے لکھا ہے "مذکورہ عقیدہ (کہ حضور اکرم ﷺ اللہ تعالی کی عطا سے ما کان و ما یکون

کے عالم ہیں) قرآن وحدیث کے خلاف ہے، نہ صحابہ کرام کا عقیدہ تھا، نہ تابعین کا نہ اتباع التابعین کا نہ آئمہ دین کا خصوصا نہ آئمہ حدیث کا ، یہ اپنا بنایا ہوا عقیدہ ہے"۔(ص:۱)

ہم پوچھتے ہیں، حدیث پاک میں تو "فاخبرنا بما کان و بماھو کائن "وارد ہے ، پھراس عقیدے کوحدیث کے خلاف کہنا کیا صریح حدیث پاک پر افتراء نہیں ہے؟اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ما کان و ما یکون قرآن مقدس کی آیات اور مفسرین کرام کے ارشادات سے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اس لئے معترض نے قرآن وحدیث دونوں پر افتراء کیا ہے، مزید ہم پوچھتے ہیں کہ مذکورہ حدیث مبارک کی سند میں صحابی، تابعی، تبع تابی، آئمہ دین اور بالخصوص آئمہ حدیث کے امام حضرت امام مسلم بن حجاج قشیری رحمہم اللہ تعالی سبھی موجود نہیں ہیں؟ کیا یہ ان سب کا عقیدہ نہیں ہے؟ اگران کا یہ عقیدہ نہیں تھا تو انہوں نے اسے بیان کیوں کیا؟ مزید برآں امام مسلم رحمہ اللہ تعالی تو اسے صحیح قرار دیتے ہوئے اسے اپنی صحیح کے اندر نقل کر رہے، کیونکہ انہوں نے اس کتاب میں صحیح احادیث لانے کا ہی التزام کیا ہوا ہے، تو بالخصوص امام مسلم رحمہ اللہ تعالی کے نزدیک یہ عقیدہ درست ہے یا نہیں؟

پھر تم نے لکھا کہ "یہ عقیدہ شرکیہ ہے'(ص۲،۷)'،"یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کوئی آدمی فوت ہوگیا تو اسکی بخشش نہ ہوگی (ص۱۱)'

ہم پوچھتے ہیں کہ حضرت امام مسلم سے لیکر حضرت عمرو بن اخطب انصاری تک کیا یہ سارے کے سارے رواۃ مشرک تھے؟ کیا ان کی بخشش ہوگی یا نہ؟ کیونکہ انہوں نے یہی عقیدہ بیان کیا، اسی کو صحیح کہا ہے، اور اسی پر انکا انتقال ہوا ہے، کہ ان میں سے کسی سے اسکی تردید منقول نہیں۔

پھر معترض نے کہا کہ "یہ کسی کا بھی عقیدہ نہیں یہ صرف علماء بدایوں کا عقیدہ ہے (ص۱۰)

''مزید لکھا صحابہ کرام حضور اکرم ﷺ کو عالم ما کان و ما یکون نہ سمجھتے تھے (ص ۱۱)''ہم اس سے پوچھتے ہیں، امام مسلم رحمہ اللہ تعالی سے لیکر حضرت عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ تک کیا یہ سارے کے سارے بدایونی علماء تھے؟ کیا یہ سارے کے سارے بدایوں کے رہنے والے تھے؟ ہم معترض کی کس کس جہالت کو بیان کریں۔ مزید برآں اگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اکرم ﷺ کو ما کان و ما یکون کا عالم نہیں سمجھتے تھے تو حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ نے پھر یہ کیسے فرما دیا کہ ''فاخبرنا بما کان و بماھو کائن'' کہ جو کچھ ہو چکا تھا، وہ بھی آپ نے بتا دیا اور جو کچھ آئندہ کیلئے ہونا تھا وہ بھی بتا دیا۔

پھر معترض نے یہ سوال کیا تھا کہ ''بقول تمہارے جب آپ کو ہر چیز کا علم دیا گیا تھا تو کیا آپ نے اپنی امت کے افراد کو پہنچایا ہے'؟ (ص:۹)

تو ہم اسکے جواب میں کہتے ہیں کہ ذرا مذکورہ حدیث مبارک کے یہی کلمات ''فاخبرنا بما کان و بماھو کائن'' جو کچھ ہو چکا اسکی بھی آپ ﷺ نے ہمیں خبر دے دی اور جو کچھ آیندہ کے لئے ہونے والا تھا اسکی بھی خبر دے دی) کو غور سے پڑھو تمہارے حواس درست ہو جائیں گے، آخر اس میں کونسی چیز رہ گئی ہے، جو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیان نہیں فرمائی؟

صحیح مسلم شریف کی مذکورہ حدیث مبارک سے ہی معترض کی ساری واہیات وخرافات کا رد ہو گیا، مگر ہم اس پر اور احادیث مبارکہ پیش کرتے ہیں۔

۲: امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالی نے اپنی مسند میں اور حافظ ھیثمی نے مجمع الزوائد میں، اور امام ابن عبد البر نے الاستعیاب میں، اور امام ابن جوزی نے الوفا میں اور شیخ ولی الدین ابو عبد اللہ الخطیب تبریزی نے مشکوۃ شریف میں اس حدیث مبارک کو نقل فرمایا ہے، صاحب مشکوۃ کے الفاظ ہیں

"عن ابی هریرة رضی الله عنه قال جاء ذئب الی راعی غنم فاخذ منها شاة فطلبه الراعی حتیٰ انتزعها منه قال فصعد الذئب علی تل فاقعیٰ واستثفر وقال قد عمدت الی رزق رزقنیه الله اخذته ثم انتزعته منی فقال الرجل تالله ان رأیت کالیوم ذئب یتکلم فقال الذئب اعجب من هذا رجل فی النخلات بین الحرتین یخبرکم بما مضیٰ و ما هو کائن بعدکم قال فکان الرجل یهودیا فجاء الی النبی ﷺ فاخبره واسلم فصدقه النبی ﷺ (مشکوة المصابیح .باب فی المعجزات ،صفحه ۵۴۱). "حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے ایک چرواہے کی طرف آیا اس نے بکریوں میں سے ایک بکری پکڑ لی، اس چرواہے نے اس بھڑیئے کا پیچھا کیا حتیٰ کہ بکری اس سے چھڑالی، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پس وہ بھڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ کو بیٹھ گیا اور اپنی دم اپنے دونوں پیروں کے درمیان کی اور کہا میں نے اس رزق کا ارادہ کیا جو اللہ تعالی نے مجھے دیا تھا اور میں نے اسکو لے لیا پھر تو نے مجھ سے اسے چھڑالیا، تو چرواہا بولا (تعجب سے) خدا کی قسم میں نے آج کی طرح کبھی کسی بھیڑیے کو کلام کرتے نہیں دیکھا تو بھیڑیے نے کہا اس سے زیادہ تعجب والی بات یہ ہے کہ ان دوسنگستانوں کے درمیان کھجوروں کے درختوں (مدینہ طیبہ) میں ایک عظیم الشان شخص ہیں جو تمہیں جو کچھ ہو چکا اسکی بھی خبر دیتے ہیں اور کچھ تمہارے بعد ہوگا اسکی بھی خبر دیتے ہیں (یعنی جمیع ما کان و ما یکون کی خبریں دیتے ہیں)، حضرت ابوھیریرہ فرماتے ہیں کہ وہ شخص یہودی تھا وہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ ﷺ کو یہ واقعہ سنایا اور مسلمان ہو گیا، پس نبی کریم ﷺ نے اسکی تصدیق فرمائی"

معترض صاحب! ذرا نظر ایمانی سے جہالت کے کھوپے اتار کر اس حدیث مبارک کا

مطالعہ کرو، اور بالخصوص خط کشیدہ الفاظ کوغور سے پڑھواور سمجھو کہ مسلمان تو درکنار یہاں تو بھیڑیے بھی یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جمیع ما کان و ما یکون کو جانتے بھی ہیں، اور اسکی خبر بھی دیتے ہیں، اور حضور اکرم ﷺ خود اسکی تصدیق فرمارہے ہیں، اور کافر حضور اکرم ﷺ کے معجزات کو دیکھ دیکھ کر مسلمان ہورہے ہیں، مگر معترض اس عقیدہ کو شرکیہ کہہ کر اپنے ایمان کا جنازہ نکال رہا ہے، ایسے معترضین سے تو وہ بھیڑیا بدرجہا بہتر ہے، جو حضور اکرم ﷺ کے اس معجزے اور کمال کو بیان کررہا ہے جسے سن کر یہودی مسلمان ہوگیا، اور صحابیت کا شرف حاصل کرلیا، اور حضور اکرم ﷺ اس کی تصدیق فرما رہے ہیں، اگر یہ شرک تھا تو حضور اکرم ﷺ کے متعلق تمہارا کیا فتوی ہے؟ کیا معاذ اللہ آپ ﷺ نے شرک کی تصدیق فرمائی ہے؟ اگر ایسی بات ہے تو آپ ضرور ارشاد فرماتے کہ بھیڑیے کی وہ بات درست نہیں ہے، مگر آپ تو پورے واقعہ کی تصدیق فرما رہے ہیں۔

۳: امام مسلم بن الحجاج قشیری رحمہ اللہ تعالی اپنی صحیح میں اپنی سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یوں روایت کرتے ہیں

"عن حذيفة رضى الله عنه قال قام فينا رسول الله ﷺ مقاما ما ترک شيئا يكون فى مقامه ذالک الى قيام الساعة الا حدث به حفظه من حفظه و نسيه من نسيه (صحيح مسلم ، كتاب الفتن واشراط الساعة ، جلد ۲ ، ص ۳۹۰)

"حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ ایک مقام پہ ہمارے درمیان (خطبہ دینے کیلئے) کھڑے ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنے اسی مقام میں قیامت تک کے لئے ہونے والی کوئی چیز نہیں چھوڑی مگر یہ کہ اس کے متعلق بیان فرمادیا ، یادرکھا، جس نے اسے یادرکھا، اور بھول گیا جو بھول گیا"۔

۴: صحیح مسلم شریف میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے

"عن حذیفة انه قال اخبرنی رسول الله ﷺ بما هو کائن الی ان تقوم الساعة (مسلم شریف، جلد ۲، صفة ۳۹۰)

"حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مجھے قیامت تک کیلئے جو کچھ ہونے والا تھا ہر چیز کی خبر دے دی"

۵: مسلم شریف میں ہی حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

"قال قال رسول الله ﷺ ان الله زویٰ لی الارض فرأیت مشارقها و مغاربها (مسلم شریف، جلد ۲، صفحه ۳۹۰)

"حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین کو میرے لئے جمع فرما دیا پس میں نے اسکے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔ اس حدیث کے تحت امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "اما زویٰ فمعناه جمع و هذاالحدیث فیه معجزات ظاهرة (حاشیه نووی علی صحیح مسلم .جلد ۲، صفحه ۳۹۰)

"زوی جمع کرنے کے معنی میں ہے اور اس حدیث میں حضور اکرم ﷺ کے ظاہرہ معجزات ہیں"

۶: امام حافظ ابی محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن الدارمی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی سنن میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمٰن بن عائش سے روایت کرتے ہوئے فرماتے ہیں "یقول سمعت رسول الله ﷺ یقول "رأیت ربی فی احسن صورة قال فیمایختصم الملاء الاعلی فقلت انت اعلم یا رب قال فوضع کفه بین کتفی فوجدت بردها بین ثدییّ فعلمت ما فی السمٰوٰت والارض (سنن الدارمی باب فی روية الرب تعالی فی النوم ،حدیث نمبر

۲۱۵۳،صفحه ۱۷۲) حضرت عبدالرحمٰن بن عائش فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ میں نے اپنے رب عزوجل کو بہترین صورت میں دیکھا رب ذوالجلال نے مجھ سے فرمایا کہ ملائکہ مقربین کس بات پر جھگڑ رہے ہیں تو میں نے عرض کیا اے پروردگار تو ہی خوب جانتا ہے، تو آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر رب تعالی نے اپنا کف رحمت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے کے درمیان محسوس کی تو میں نے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں تھا سب کچھ جان لیا ۔حضور اکرم ﷺ کے علم غیب عطائی کے اثبات پر قرآن وسنت کے اس قدر دلائل ہیں کہ ان کا احصاء نہیں ہوسکتا مگر ہم فی الحال اسی پر اکتفاء کرتے ہیں، اور اس رسالے کا نام ''الدر المکنون، فی علم النبی ما کان وما یکون'' رکھتے ہیں۔

کتبہ: الفقیر الی اللہ الغنی المدعو محمد احسان اللہ النقشبندی المجددی
کان لہ اللہ القوی والنبی الامی ﷺ


ہماری
دیگر
مطبوعات
المقالات
پیدائش مولا کی دھوم

الجواب: بعون الملک الوہاب، جناب مفتی صاحب! السلام علیکم

آپ کی تحریر پڑھ کر مجھے اللہ پاک کا بڑا خوف آیا کہ آپ اور آپ کے اکابر تحریر کرتے ہوئے اس حد تک آگے جا چکے ہیں کہ شریعت کی ساری حدود و قیود توڑ دی گئی ہیں۔ العیاذ باللہ

آپ نے لکھا ہے کہ: روز اول سے روز آخر تک سب "ما کان وما یکون "انہیں بتایا، مزید لکھا ہے کہ: بحمد اللہ تعالیٰ کیسے نص صحیح و قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور ﷺ صاحب قرآن کو اللہ تعالیٰ نے تمام موجودات، جملہ ما کان وما یکون الی یوم القیامۃ، جمیع مندرجات لوح محفوظ کا علم دیا، شرق و غرب، سماء وارض، عرش وفرش میں سے کوئی ذرہ حضور ﷺ کے علم سے باہر نہ تھا۔ "الامان والحفیظ!!"

حضرت صاحب! آپ نے جن عمومات سے استدلال کیا ہے وہ بالکل قرآن کی تعلیمات کے خلاف ہے، کیونکہ ان آیات میں: کل "استغراق حقیقی کے لئے استعمال نہیں ہوا بلکہ وہ کل برائے استغراق اضافی ہے، جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ دین و شریعت میں جن مسائل کی ضرورت تھی ان کی تفصیلات مہیا فرمائی ہیں جیسا کہ آئمہ تفاسیر کی تصریحات کتب تفسیر میں موجود ہیں، سارے مفسرین نے "لکل شیء" کا معنی کیا ہے: "ما یحتاج الیه فی الدین "لکل شیء کا معنی ہوا کہ دین میں جن مسائل و معلومات کی ضرورت تھی ان کا بیان کیا گیا ہے، (جلالین، جامع البیان، تفسیر ابن کثیر، مدارک، روح، کبیر، کشاف، قرطبی، بحر محیط وغیرہ)

جب عموم ثابت نہ ہوا تو آپ کا دعویٰ: "عالم ما کان وما یکون "نصوص قرآن کے خلاف ہوا، لہٰذا آپ کا دعویٰ غلط ہوا، اس کو غلط ثابت کرنے کے لئے پہلے میں قرآن مجید کی آیات پیش کروں گا، پھر احادیث کا تذکرہ کروں گا۔ ان شاءاللہ

آیت نمبر:۱) قل لا یعلم من فی السمٰوٰتِ والارض الغیب الا الله (النمل:۶۵)

"تم فرماؤ، غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ۔ (کنزالایمان)

یہاں مطلق علم یعنی ہر طرح کے علم کی نفی ہو رہی ہے، اس میں ما کان وما یکون کے علم کی بھی نفی ہو گئی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا، صرف اللہ پاک ہی جانتے ہیں تو ثابت ہوا۔ "عالم ما کان وما یکون "اللہ پاک کی ذات عالی ہے، ان کے علاوہ کوئی نہیں ہے پھر جناب نبی کریم ﷺ کو یہ علم کیسے ہوا؟ لہٰذا مذکورہ عقیدہ قرآن وحدیث کے خلاف ہے، نہ یہ صحابہ کرام کا عقیدہ تھا، نہ تابعین کا، نہ اتباع التابعین کا نہ آئمہ دین کا خصوصاً نہ ائمہ حدیث کا، یہ اپنا بنایا ہوا عقیدہ ہے، لہٰذا اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔

آیت نمبر ۲) إن الله عنده علم الساعةوينزل الغيث ويعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ما ذا تکسب غدًا وما تدری نفس بای ارض تموت ان الله علیم خبیر. (سورۃ لقمان ۳۴)

"بے شک اللہ کے پاس ہے قیامت کا علم اور اتارتا ہے مینھ (بارش) اور جانتا ہے جو کچھ

ماؤں کے پیٹ میں ہے اور کوئی جان نہیں جانتی کل کیا کمائے گی؟ اور کوئی جان نہیں جانتی
کہ کس زمین میں مرے گی، بیشک اللہ جاننے والا اور بتانے والا ہے۔ (کنزالایمان)

اس ایت میں پانچ چیزوں کا ذکر فرمایا ہے اور کوئی چیز ان پانچ چیزوں سے باہر نہیں ہے، مثلاً علم الساعۃ سے مراد آخرت کا جہان ہے۔ "وینزل الغیث" سے نباتات کا جہان مراد ہے۔ "ویعلم مافی الارحام"، سے مراد عالم حیوانات ہے، "ماذا تکسب غداً" سے مراد عالم زمان ہے یعنی سارے زمانوں کا علم، "بای ارض تموت" سے مراد عالم برزخ کا سارا علم ہے۔ یہی چیزیں ما کان وما یکون ہیں، ان کا علم صرف اللہ پاک کے پاس ہے تو جناب نبی کریم ﷺ کیسے عالم ما کان وما یکون، بن گئے، ذرا اللہ پاک کا خوف کرو کہ اللہ پاک کی صفات آنحضرت ﷺ میں ثابت کی جارہی ہیں۔ یہی شرک ہے۔

آیت نمبر ۳) وعنده مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو ویعلم ما فی البر و البحر وما تسقط
من ورقة الا یعلمها ولا حبة فی ظلمات الارض ولا رطب ولا یابس الا فی
کتاب مبین . (سورۃ انعام:۵۹)

اس کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی، انہیں وہی جانتا ہے اور جانتا ہے جو کچھ خشکی اور تری
میں ہے اور جو پتا گرتا ہے وہ اسے بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ نہیں زمین کے اندھیروں
میں اور نہ کوئی تر اور نہ خشک مگر ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔ (کنزالایمان)

جن پانچ چیزوں کا اوپر ذکر ہوا ہے ان کو مفاتح الغیب (غیب کی کنجیاں) کہا جاتا ہے اسی بارے میں فرمایا ہے: وعنده مفاتح الغیب۔۔۔ اس ایت کو بار بار پڑھو تا کہ آپ کو صحیح سمجھ آجائے کہ ان ساری چیزوں کے عالم صرف اللہ پاک ہی ہیں، ان تمام چیزوں کا علم اللہ پاک نے لوح محفوظ میں ضبط کر دیا ہے، ان کو صرف اللہ پاک ہی جانتے ہیں۔ لہٰذا: "عالم ما کان وما یکون "صرف اللہ وحدہٗ لاشریک ہیں۔

آیت نمبر ۴) وممن حولکم من الاعراب منافقون ومن اهل المدينة مردوا على
النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم (سورۃ توبہ:۱۰۱)

اور تمہارے آس پاس کے کچھ گنوار منافق ہیں، اور کچھ مدینے والے، ان کی خو ہو گئی
ہے نفاق، تم انہیں نہیں جانتے، ہم انہیں جانتے ہیں۔ (کنزالایمان)

اس ایت میں صاف الفاظ ہیں: "لا تعلمهم" آپ ان منافقین کو نہیں جانتے، صرف ہم جانتے ہیں ان کلمات کو بار بار پڑھیں، آپ کا عقیدہ صحیح ہو جائے گا مگر شرط یہ ہے کہ تعصب اور ضد کو ترک کر کے پڑھیں۔ یہاں بھی ما کان وما یکون کی نفی ہو گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ عالم ما کان وما یکون کا دعویٰ کرنا غلط ہے۔

نکتہ: لا تعلمهم کو بار بار تلاوت کریں۔

آیت نمبر ۵) ولو کنت اعلم الغیب لا ستکثرت من الخیر وما مسنی السوء
(سورۃ اعراف:۱۸۸)

اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت خیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی برائی (تکلیف) نہ پہنچتی۔

یہاں اللہ پاک نے آپ کی مبارک زبان سے کہلوایا کہ آپ کہہ دیں کہ اگر میں غیب جانتا تو بڑی خیر جمع کر لیتا اور مجھے کوئی تکلیف و پریشانی نہ آتی، یہاں خیر کا مقابلہ سوء سے ہے یعنی اگر مجھے پتہ ہوتا کہ تکلیف آنے والی ہے تو میں پہلے ہی بندوبست کر لیتا، مجھے تکالیف آتی ہی نہ، حالانکہ آپ کو تکالیف آئی ہیں، جنگ اُحد میں آپ کا دانت مبارک زخمی ہوا، سر مبارک میں لوہے کی کڑیاں گھس گئیں، جو بڑی مشکل سے نکالی گئیں، معلوم ہوا آپ کو پہلے اس تکلیف کی خبر نہ تھی پھر آپ کیسے ''ما کان وما یکون'' کے عالم ہو گئے، معلوم ہوا کہ یہ عقیدہ ہی درست نہیں ہے، اس عقیدے سے توبہ کرنی چاہیے، ضد ترک کر دینی چاہیے اس نے مسلمانوں کا بڑا نقصان کیا ہے، صرف قرآن وحدیث کو حرز جان بنایا جائے تو اللہ پاک خوش ہوں گے ورنہ تو بھائیو! قیامت آنے والی ہے، ہر چیز کا حساب دینا ہوگا۔

جناب عالی! فی الحال صرف میں نے آپ کی خدمت میں پانچ آیات پیش کی ہیں اگر ضرورت محسوس ہوئی تو اس عقیدے کی اصلاح کے لئے مزید ایات بھی حاضر خدمت کروں گا اور ثابت کروں گا، کہ آپ کے عقیدے کا وجود قرآن و حدیث میں موجود نہیں ہے لہٰذا اس سے توبہ کرنی چاہیے۔

احادیث: اب میں احادیث کا تذکرہ کرنا چاہوں گا، اس کی وجہ یہ ہے کہ حدیث قرآن پاک کی تفسیر وتشریح اور وضاحت ہے، احادیث سے مزید مسئلہ نکھر کر سامنے آ جائے گا، کتب حدیث میں اصلاح عقیدہ کے لیے بے شمار دلائل کا ذخیرہ موجود ہے۔۔۔ جوئندہ یا بندہ

حدیث نمبر ۱: جناب ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی عالم نے جناب نبی کریم ﷺ سے سوال کیا، ''ایُّ البقاع خیرٌ''؟ زمین میں سب سے بہترین ٹکڑا کونسا ہے؟ آپ نے جواب نہ دیا، پھر آپ نے فرمایا کہ میں اس لئے چپ ہوا ہوں کہ جبریل آئیں گے (ان سے پوچھ کر) بتاؤں گا، جناب جبریل آئے تو امام کائنات ﷺ نے ان سے یہ سوال کر دیا تو جبریل نے کہا: ''ما المسئول عنھا باعلم من السائل'' کہ جتنا آپ کو پتہ ہے اتنا ہی میں جانتا ہوں، ہاں میں اللہ پاک سے پوچھ کر بتاؤں گا، پھر وہ بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوئے اور اس سوال کا جواب دریافت کیا، پوچھنے کے بعد وہ جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا: ''یامحمد ﷺ! انی دنوت من اللہ دنواً ما دنوت منہ قط'' اے محمد ﷺ! میں اللہ پاک کے اتنا قریب ہوا ہوں کہ کبھی اتنا قریب نہیں ہوا، جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا (اے جبریل!) وہ کیسے؟ تو جبریل نے عرض کیا کہ میرے اور اللہ پاک کے مابین (پھر بھی) ستر ہزار پردہ نور کا حائل تھا، پھر جبریل نے عرض کیا کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے: ''شر البقاع اسواقھا وخیر البقاع مساجدھا'' زمین میں بدترین جگہ بازار ہیں اور بہترین حصہ مساجد ہیں۔ (صحیح ابن حبان بحوالہ مشکوٰۃ ص ۷۱، ج:۱)

جناب مفتی صاحب! آپ کو اللہ پاک نے منصب افتاء سے نوازا ہے، جمود کو ترک کر کے آزادی عقل وفہم سے ذرا سوچیں! کہ جو کچھ اوپر آپ لکھ کر آئے ہیں وہ صحیح ہے؟ کیا نبی کریم ﷺ کو عالم ''ما کان وما یکون'' کی حیثیت سے یہودی کا جواب آتا تھا کہ نہیں اگر جواب آتا تھا تو پھر جواب کیوں نہ دیا؟ یہ تو نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی ہے اور اگر جواب نہیں آتا تھا اور یقیناً نہیں آتا تھا تو پھر آپ کیسے عالم ''ما کان وما یکون'' تھے؟ ذرا سوچ کر جواب دیں، جب آپ ذرا سوچیں گے تو اللہ پاک ہدایت کی راہیں کھول دیں گے۔

حدیث۲: جناب نبی کریم ﷺ کی حیات عالیہ میں ایک عورت مسجد نبوی ﷺ میں (بعض روایات میں آدمی کا بھی ذکر ہے) جھاڑو دیا کرتی تھی وہ فوت ہوگئی، آنحضرت ﷺ نے اس کو نہ دیکھا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے سوال کیا کہ وہ عورت کہاں ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ وہ رات کو فوت ہوگئی تھی، ہم نے آپ کو اطلاع کیے بغیر رات ہی کو اس کو دفن کردیا تھا، آپ نے فرمایا کہ چلو مجھے بتاؤ اس کی قبر کہاں ہے؟ صحابہ کرام نے قبر کی نشاندہی کی تو آپ ﷺ نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ہمراہ اس پر نماز جنازہ ادا کی۔ (صحیح بخاری، کتاب الجنائز، ص:۱۷۶)

جناب عالی! اگر جناب نبی کریم ﷺ بقول تمہارے عالم "ما کان وما یکون" تھے تو پھر آپ کو پہلے ہی سے معلوم ہوتا، آپ جانتے ہوتے، صحابہ کرام سے سوال کرنے کی بالکل ضرورت نہ تھی کہ وہ عورت کہاں ہے؟ نہ ہی آپ فرماتے، "دلونی علی قبرھا" جناب اس کو بار بار پڑھیں۔

حدیث۳: ام المومنین جناب عائشہ رضی اللہ عنہا کا ایک سفر میں ہار گم ہوگیا تھا، تلاش کرتی ہوئیں آپ کے پیچھے رہ گئیں، قافلہ چل پڑا، اس واقعہ کے بعد لوگوں نے بڑی فضول باتیں کیں، آپ بہت پریشان ہوئے، پھر تحقیق حال کے لیے لونڈی (بریرہ) سے کچھ معلومات لیں، لونڈی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بے گناہ ہونے کی شہادت دی، پھر آپ نے جناب علی سے مشورہ فرمایا تفصیل کے لیے (صحیح بخاری، کتاب التفسیر) ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت صاحب! اگر جناب نبی کریم ﷺ "ما کان وما یکون" کے عالم تھے، پھر تو آپ کو ساری حقیقت کا علم تھا تو پھر پریشان ہونے کی کیا ضرورت تھی، لونڈی سے کیوں پوچھا کہ بتا عائشہ کو تو نے کیسا پایا ہے؟ جب جناب عائشہ کی صفائی نازل ہوئی پھر الزام تراشی کرنے والوں کو پہلے ہی سزا دیدیتے وحی کا انتظار کیے بغیر اعلان کردیتے کہ میری بیوی بالکل صاف ہے سچی ہے، تم سب جھوٹ بول رہے ہو، ذرا غور کریں کہ آپ اوپر کیا لکھ آئے ہیں، اللہ پاک کی عدالت لگنے والی ہے، اس کی فکر کرنی بہت ضروری ہے، حقائق کو چھپانا بہت بڑا گناہ ہے۔

حدیث نمبر۴: قبیلہ بنی ظفر کے ایک شخص طعمہ یا بشیر بن ابیرق نے ایک انصاری کی زرہ چوری کرلی، جب اس چوری کا چرچا ہوا تو اس نے سمجھا کہ میں تو چور ظاہر ہو جاؤں گا تو اس نے وہ زرہ ایک یہودی کے گھر پھینک دی اور اپنے قبیلے کے کچھ آدمی لے کر جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوا، سب نے گواہی دی کہ زرہ فلاں یہودی نے چوری کی ہے، جب اس یہودی کو اطلاع ملی تو وہ بھی جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ بنوابیرق نے زرہ چوری کر کے میرے گھر میں پھینک دی ہے، بنوابیرق بڑے ہوشیار تھے وہ سارے اکٹھے ہو کر شور مچاتے ہوئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ طعمہ یا اس کا بھائی بالکل بری ہیں۔ قریب تھا کہ آنحضرت ﷺ اس یہودی کے خلاف فیصلہ صادر فرمادیتے اور بنوابیرق کو بری کرتے تو اللہ پاک نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

انا انزلنا الیک الکتاب بالحق لتحکم بین الناس بما اراک اللہ ولا تکن للخائنین خصیماً ○ واستغفر اللہ ان اللہ کان غفوراً رحیما ○ ولا تجادل عن الذین یختانون انفسھم ان اللہ لا یحب من کان خوانا اثیماً ○ (سورۃ النساء، آیت ۱۰۵)

''اے محبوب! بیشک ہم نے اتاری تمہاری طرف سچی کتاب کہ تم لوگوں میں فیصلہ کرو جس طرح تمہیں اللہ نے دکھائے اور دغا والوں کی طرف سے نہ جھگڑو اور اللہ سے معافی چاہو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور ان کی طرف سے نہ جھگڑو جو اپنی جانوں کو خیانت میں ڈالتے ہیں بیشک اللہ نہیں چاہتا کسی بُرے دغا باز گنہگار کو۔ (کنز الایمان)

یہ سارا واقعہ جامع الترمذی میں موجود ہے۔ جناب مفتی صاحب! اللہ پاک نے پورے دو رکوع نازل فرمائے ہیں۔ الفاظ''ولا تکن للخائنین خصیما'' خاص کر قابل ذکر ہیں یعنی اللہ پاک کہہ رہے ہیں کہ: آپ خیانت کرنے والے، دھوکہ بازوں کی طرف سے جھگڑا نہ کریں، ان کی حمایت نہ کریں، آپ اللہ پاک سے معافی مانگیں، حضرت صاحب میں آپ کو دعوت فکر دیتا ہوں کہ ان دونوں رکوع کا ترجمہ لوگوں کو سناؤ، مسئلہ بالکل واضح ہو جائے گا، اگر آپ ''ما کان وما یکون'' کے عالم تھے تو آپ نے ان دغابازوں کی حمایت کا ارادہ کیوں فرمایا؟ قرآن پاک یہ بیان کر رہا ہے اور ہمیں دعوت دیتا ہے اللہ پاک کے علاوہ کوئی بھی عالم الغیب نہیں ہے۔ معلوم ہوا آپ کا عالم''ما کان وما یکون'' کا عقیدہ رکھنا خلاف اسلام ہے، اس سے توبہ کرنی چاہیے۔

حدیث نمبر ۵: خولہ بنت ثعلبہ جو اوس بن صامت کی بیوی تھیں، کسی وجہ سے اوس بن صامت نے اپنی بیوی خولہ کو کہہ دیا: ''انت علی کظھر امی'' تو میرے اوپر میری ماں کی طرح ہے، یعنی جس طرح وہ مجھ پر حرام ہے تو بھی مجھ پر ایسے حرام ہے، زمانہ جاہلیت میں یہ الفاظ طلاق شمار ہوتے تھے، اس سے اوس اور خولہ پریشان ہو گئے، خولہ جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ساری سرگزشت سنادی آپ نے فرمایا کہ اس بارے میں ابھی مجھے کوئی حکم نہیں آیا بظاہر یہی ہے کہ یہ طلاق ہے تُو اس پر حرام ہے، اب وہ شکوہ اور آہ وزاری کرنے لگی، کبھی آنحضرت ﷺ سے عرض کرتی کہ میں کیا کروں؟ اے اللہ کے نبی! اس نے مجھے طلاق تو نہیں دی ہے طلاق کیسے ہوگئی؟ کبھی آسمان کی طرف دیکھتی کہ میرے اللہ! میں کیا کروں؟ چھوٹے چھوٹے بچے ہیں اگر وہ باپ کو دوں تو وہ برباد ہو جائیں گے، اگر نہ دوں تو ان کو کہاں سے کھلاؤں؟ اس طرح وہ اپنی پریشانی میں بول رہی تھی، جناب نبی کریم ﷺ باتیں سن رہے تھے اتنے میں جناب جبریل علیہ السلام آئے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام سنایا: ''قد سمع الله قول التی تجادلک فی زوجها'' (المجادلۃ، ۱) یہ ظہار ہے (سنن ابن ماجہ، مسند احمد، تفسیر ابن کثیر وغیرہ)

حضرت مفتی صاحب! اگر آپ ''ما کان وما یکون'' کے عالم تھے تو پھر جبریل علیہ السلام کے آنے سے پہلے ہی جواب دے دیتے کہ خولہ! یہ طلاق نہیں ہے یہ تو ظہار ہے، تو کیوں اتنی پریشان ہے؟ یہ اس لئے نہیں کہا تھا کہ آپ عالم''ما کان وما یکون'' نہ تھے بلکہ آپ ہمیشہ وحی کے مطابق مسئلہ بیان کرتے تھے، ارشاد ہے:

وما ینطق عن الهوی ○ ان هو الا وحی یوحیٰ ○ (النجم:۳،۴)

نکتہ: وحی کا نام علم غیب نہیں ہے وحی کے ذریعے جو احکام آتے ہیں ان کا نام اخبار الغیب ہے یا انبآء الغیب

قرآن مجید میں تین مقام پر اس قسم کی آیات منقول ہیں۔

جناب مریم علیہا کا سارا واقعہ نقل کرنے کے بعد اللہ پاک بیان فرماتے ہیں:

مقام نمبر۱: ذلک من انباء الغیب نوحیه الیک وما کنت لدیهم اذ
یلقون اقلامهم ایهم یکفل مریم وما کنت لدیهم اذ
یختصمون O (آل عمران:۴۴)

"یہ غیب کی خبریں ہیں ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں اور آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ اپنی قلمیں پھینک رہے تھے کہ کون مریم کی کفالت کرے گا؟ اور آپ ان کے پاس نہ تھے جب وہ جھگڑتے تھے۔

جناب نوح علیہ السلام کا واقعہ بیان کر کے اللہ پاک فرماتے ہیں:

مقام نمبر۲: تلک من انباء الغیب نوحیها الیک ما کنت تعلمها انت
ولا قومک من قبل هذا. (سورۃ ھود:۱۴۹)

"یہ غیب کی خبریں ہیں ہم آپ کی طرف وحی کرتے ہیں اس سے پہلے نہ آپ اور نہ آپ کی قوم ان حالات سے واقف تھے۔ یہ تو ہم نے بتائے ہیں۔

جناب یوسف علیہ السلام کی سرگذشت سنا کر فرمایا:

مقام نمبر۳: تلک من انباء الغیب نوحیه الیک وما کنت لدیهم اذ اجمعوا
امرهم وهم یمکرون. (سورہ یوسف، ۱۰۳)

"یہ غیب کی خبریں ہیں ہم وحی کرتے ہیں آپ کی طرف آپ وہاں نہ تھے جب وہ اتفاق کر رہے تھے اپنے معاملے پر اور وہ چالیں چل رہے تھے۔

ان تین واقعات اور مقامات آپ بار بار پڑھیں اور پھر بلا تاویل کرنے کے آپ سوچیں کہ آپ کا یہ عقیدہ کس طرح
قرآن وحدیث کے مطابق ہے؟ بالکل خالی ذہن ہو کر سوچیں گے تو آپ کا نفس لوامہ یعنی ضمیر آپ کو ضرور بیدار کرے گا،
کہ آپ کا عقیدہ صحیح نہیں ہے، خاص کر جب خط کشیدہ کلمات۔ (مقام نمبر۲) پر غور کیا جائے اور اللہ پاک سمجھنے کی توفیق دیں۔

وضاحت: بعض علماء یہ خیال کرتے ہیں کہ غیب کی خبر کا نام ہی علم غیب ہے اور وہ عوام کو اطلاع علی الغیب والی ایت
پڑھ کر مطمئن کرتے ہیں یعنی اللہ پاک نبیوں کو غیب پر اطلاع کرتا ہے تو یہ علم غیب ہے، یاد رکھنا اطلاع علی الغیب بھی غیب کی
خبریں ہیں اور یہاں اس کا معنی وحی ہے یعنی اللہ پاک صرف اپنے منتخب انبیاء و رسل پر وحی بھیجتے ہیں، ہر ایک پر وحی نہیں آتی۔
ایسے ہی اظہار علی الغیب ہے یعنی اللہ پاک اپنے انبیآء پر وحی بھیجتے ہیں اور اس کا اظہار کرتے ہیں، یہاں علم الغیب کا ذکر نہیں
ہے، اسی طرح: "وما هو علی الغیب بضنین" ہے کہ آنحضرت ﷺ وحی پر بخل نہیں کرتے آگے بیان کر دیتے ہیں یہ
ایات اور اس قسم کی دیگر ایات میں غیب کی خبریں بتانے کا ذکر ہے علم الغیب کا ذکر نہیں ہے ہاں جہاں اللہ پاک نے آپ کو
فرمایا کہ آپ اعلان کریں کہ "لا اعلم الغیب" کہ میں غیب نہیں جانتا یہاں یہ نہیں بولا کہ مجھے غیب کی خبروں کا علم نہیں ہے

ان کا علم ہے لہٰذا لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں، ان کو صحیح دین اور اصلی اسلام اور خالص پیغام الٰہی سنائیں، اللہ تعالیٰ آپ کا بھلا کریں۔!!!

حدیث نمبر ٦: ام المومنین جناب عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عصر کی نماز کے بعد اپنی سب بیویوں کے پاس چکر لگاتے تھے، جب آپ جناب زینب رضی اللہ عنہا کے پاس جاتے تو وہ آپ کو شہد پلاتی، ظاہر ہے کہ وہاں کچھ زیادہ وقت صرف ہوتا تھا، جناب حفصہ اور جناب عائشہ رضی اللہ عنہما دونوں کو وہاں زیادہ وقت گزارنا پسند نہ آیا تو انہوں نے اس بارے میں سوچا کہ کوئی ایسی تدبیر کی جائے کہ آپ وہاں زیادہ دیر نہ ٹھہریں، انہوں نے ایک تدبیر اختیار کی کہ ہم دونوں میں سے جس کے پاس بھی آنحضرت تشریف لائیں تو وہ کہے کہ آپ نے مغافیر (یہ ایک بدبودار بوٹی ہے) کھائی ہے جس کی بساند آپ کے منہ سے آرہی ہے، آپ نے فرمایا کہ میں نے تو صرف زینب کے ہاں شہد پیا ہے اور کچھ بھی نہیں کھایا پھر انہوں نے کہا کہ اچھا ہوسکتا ہے شہد کی مکھی نے عرفطہ (بوٹی) چوس لی ہو جس کا یہ اثر ہوا ہو تو آپ نے پہلے شہد کو حرام قرار دیا اور پھر اس پر حلف اٹھایا:

ولن اعود لہ وقد حلفت ولا تخبری بذلک احداً (تفسیر ابن کثیر، صحیح بخاری کتاب التفسیر، تفسیر سورہ تحریم)

"میں قسم اٹھاتا ہوں کہ میں آئندہ نہ پیوں گا۔"

دوسرا واقعہ ایک لونڈی سے جماع کرنے کا بھی سنن النسائی میں آیا ہے (اس کا نام ماریہ قبطیہ ہے جو جناب ابراہیم بن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ تھی) یہ حضرت حفصہ کے گھر کا واقعہ ہے جس کو آپ نے اپنے اوپر حرام قراردے دیا تھا، علامہ ناصر الدین البانی نے اس کو بھی صحیح قرار دیا ہے حافظ دنیا (ابن حجر) بھی اس کی صحت کے قائل ہیں (فتح الباری) وہ فرماتے ہیں کہ دونوں واقعات بھی شان نزول کا سبب بن سکتے ہیں۔

جناب عالی! اگر آپ عالم "ما کان وما یکون" تھے تو جب جناب عائشہ رضی اللہ عنہا اور جناب حفصہ رضی اللہ عنہا نے یہ پروگرام بنایا تو آپ کے علم میں ہوتا، پھر آپ ان کو ڈانٹتے نہ؟ آپ فرماتے کہ مجھے پتہ ہے جو کچھ تم نے طے کیا ہے، پھر آپ ایک حلال شیء کو حرام نہ قرار دیتے پھر اس پر حلف نہ اٹھاتے اور نہ ہی یہ پیغام "یا ایھا النبی لم تحرم ..." نازل ہوتا۔

حضرات! ان واقعات کو سن کر یا پڑھ کر عالم "ما کان وما یکون" کے عقیدے سے توبہ کر لینی چاہیے، یہ صفت صرف اللہ پاک کی ہے، اگر یہ عقیدہ اختیار کیا گیا تو اس کا نام شرک ہے، ذرا ہوش کے ناخن لیں میرے بھائیو!!!

حدیث نمبر ٧: جناب عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ جنات کو قرآن سنایا ہے اور نہ ان کو دیکھا ہے ایک مرتبہ ایسا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ سوق عکاظ (یہ ایک منڈی اور بازار تھا) کی طرف جارہے تھے، اس دوران اللہ پاک نے شیاطین کو آسمانی خبریں سننے سے روک دیا، ان کو آگ کے انگارانگارے لگنے لگے تو وہ اپنے سرداروں کی طرف واپس آگئے اور کہنے لگے کہ کوئی نیا کام ہوا کہ جس کی وجہ سے یہ مرحلہ پیش آیا ہے، سرداروں نے کہا اچھا ایسا کرو تم دنیا میں پھیل جاؤ، کوئی مشرق کی جانب جائے تو کوئی مغرب کی طرف چلا جائے، حالات کی خبر لے کر آؤ، جنات کا ایک گروہ جو کہ مکہ کی طرف آرہا تھا تو انہوں نے دیکھا کہ راستے میں بطن نخلہ (یہ ایک جگہ کا نام ہے) کے

مقام پر آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کرام کو فجر کی نماز پڑھا رہے تھے، جنات نے قرآن پاک سنا تو کہنے لگے،

هذا والله! انا سمعنا قرآنا عجابا ○ يهدي الى الرشد فامنا به ولن نشرك بربنا احدا ○

"جب جنات چلے گئے تو آسمان سے وحی آئی کہ آپ کے پیچھے ایک گروہ جنات کا قرآن پاک سن کر چلا گیا ہے وہ جا کر اپنی قوم کو بھی ایمان کی دعوت دے رہا ہے۔ (بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، بحوالہ تفسیر ابن کثیر)

جناب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ وہ ۹ جنات تھے، ان کو اللہ پاک نے بھیجا تھا جیسا کہ مذکور ہے۔

واذ صرفنا اليك نفرا من الجن يستمعون القرآن فلما حضروه قالوا انصتوا فلما قضى ولوا الى قومهم منذرين

"اور جب ہم نے آپ کی طرف جنات کا ایک گروہ بھیجا وہ قرآن سنتے تھے، جب آئے تو کہنے لگے چپ ہو جاؤ جب نماز پوری ہو گئی تو اپنی قوم کو جا کر ڈرانے لگے۔

اس حدیث کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کو ملایا جائے تو ثابت ہوتا ہے۔

ان رسول الله ﷺ لا يشعر بحضورهم في هذه المرة

آنحضرت ﷺ کو اس وقت جنات کے آنے کا بالکل کوئی پتہ نہ تھا۔

اس کے بعد پھر آپ کے پاس جنات وفود آتے اور قرآن سنتے اور ایمان لے آتے، آپ بھی کبھی ان کے پاس جایا کرتے تھے۔ (تفسیر ابن کثیر)

حضرت صاحب! اس واقعہ کو بھی پڑھ کر سوچیں کہ آپ ﷺ کو تو جنات کے آنے، قرآن پاک سننے اور پھر اپنی قوم کے پاس جا کر ان کو اللہ کا حکم سنانے کا علم تو رب تعالیٰ دے رہے ہیں، جو عالم "ما کان وما یکون" ہیں اگر جناب نبی کرم ﷺ "ما کان وما یکون" کے عالم ہوتے آپ کو پہلے ہی پتہ ہوتا کہ جنات آئیں گے اور قرآن پاک سن کر مسلمان ہو جائیں، پھر اپنی قوم کو بھی جا کر وعظ و تذکیر کریں گے، امام تفسیر حافظ ابن کثیر نے کہا ہے۔ جنات کے آنے کا آپ کو بالکل علم نہ تھا۔

پھر بھی یاد رکھیں! کہ اگر آپ عالم "ما کان وما یکون" ہوتے تو پھر آسمان ،جی کے آنے کا کوئی جواز نہیں رہتا۔

آپ ان واقعات و حقائق کو نظر انداز نہ کریں، بلکہ غور و تدبر سے کام لیں تو آپ کا دل اگر تعصب ضد اور گروہ بندی سے آزاد ہوگا تو ضرور گواہی دے گا کہ آپ ﷺ عالم "ما کان وما یکون" نہیں، یہ تو صرف اللہ پاک کی شان و عظمت ہے اگر آپ اب بھی نہ سمجھے تو پھر ارشاد الٰہی سن لیں!

وما قدروا الله حق قدره

"جس طرح اللہ پاک کی تعظیم کرنی تھی انہوں نے نہیں کی"۔

حدیث نمبر ۸: حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ قریش مکہ کے دو آدمی (نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط) یہود مدینہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ اہل توراۃ ہیں، ہمیں کچھ بتائیں تا کہ ہم جا کر اس آدمی (محمد) سے پوچھیں تو اس کی حقیقت کھل جائے، یہود نے کہا کہ جا کر اس سے تین سوالات کرو، اگر وہ ان سوالوں کے جواب دے دے تو وہ نبی مرسل ہے اور اگر وہ جواب نہ دے سکے تو سمجھنا کہ وہ ویسے ہی باتیں بنا رہا ہے، حقیقت کچھ نہیں ہے۔

۱۔ گذشتہ دنوں میں چند نوجوان اپنے گھروں کو چھوڑ کر چلے گئے تھے وہ کون تھے؟

۲۔ پھر پوچھو کہ جس آدمی نے مشرق و مغرب تک سفر کیا ہے وہ کون ہے؟ اس کا کیا واقعہ ہے؟

۳۔ انسان کے جسم میں جو روح چل رہی ہے یہ کیا چیز ہے؟

اگر وہ ان تینوں سوالات کے صحیح صحیح جواب دیدے تو وہ نبی مرسل ہے پھر تم پر اس کی پیروی کرنا لازم ہے، اگر وہ جوابات نہ دے تو جو تمہاری مرضی ہے پھر تم کر لینا، یہ سوالات سن کر وہ دونوں واپس آ گئے اور آ کر کہتے کہ یہود نے کیا کہا ہے کہ اس سے یہ تین سوالات پوچھو! اگر وہ جواب دے دے تو وہ نبی مرسل ہے ورنہ تو وہ ویسے ہی باتیں بنا رہا ہے قریش آپ کے پاس آئے اور وہ تین سوالات پیش کیے کہ ان کے جواب درکار ہیں، جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اخبر کم غدا مما سألتم عنه ''میں تمہارے سوالات کے جواب کل دونگا، آپ نے ان شاء اللہ نہ فرمایا، پندرہ دن گذر گئے آسمان سے وحی نازل نہ ہوئی، یہاں تک کہ اہل مکہ آپ کے بارے میں کئی قسم کے الفاظ بولنے لگ گئے کہ دیکھو کل کا وعدہ کیا تھا پندرہ دن گذر گئے ہیں اور آپ وحی کی تاخیر سے بڑے پریشان ہوئے کہ اہل مکہ کو کیا جواب دوں؟'' حتی احزن رسول الله مکث الوحی عنه ''پندرہ دن کے بعد جناب جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور ان سوالات کے جواب دیئے اور فرمایا'' ولا تقولن لشیء انی فاعل ذالک غدا الا ان یشاء الله ''(تفسیر ابن کثیر) اے محمد ﷺ آپ آئندہ کبھی کوئی بات کریں تو ان شاء اللہ ضرور کہا کریں۔

جناب مفتی صاحب! کس کس ایت، کس کس حدیث اور کن کن واقعات و حقائق کی آپ تاویل کریں گے پھر یاد رکھنا کہ جو بھی آپ تاویل کریں گے وہ بلا دلیل ہوگی جو بہت بڑے گناہ کا سبب ہوگی، اس سے بہتر ہے کہ آپ محدثہ عقیدے کو خیر باد کہہ کر خالص قرآن و حدیث کی واضح اور صاف شاہراہ پر آپ آجائیں، دنیا بھی ٹھیک ہو جائے گی اور آخرت بھی بالکل صحیح ہو جائے گی، اتنی بات تو سب کو سمجھ ہے کہ اگر آپ عالم'' ما کان و ما یکون ''ہوئے، تو پندرہ دن پریشانی کیوں برداشت کی؟ لوگوں کی باتیں کیوں سنی؟ پندرہ دن کے بعد وحی آئی اور ان تینوں سوالات کے جواب آپ نے ان کو بتائے، روح کے بارے میں فرمایا کہ وہ امر ربی ہے یعنی وہ اللہ پاک کا امر چل رہا ہے جب تک چلتا رہے گا آدمی چلتا پھرتا رہے گا جب وہ امر اللہ روک لیں گے آدمی فوت ہو جائے گا، اصحاب کہف کی ساری تفصیلات رب تعالیٰ نے خود بیان فرمائی ہے یہ تو نہیں فرمایا کہ آپ کو تو پہلے ہی معلوم تھیں۔ ان کو جواب کیوں نہ دیا، معلوم ہوا کہ قرآن مجید نازل ہونے کے بعد تفصیلات کا علم ہوا ہے، اسی طرح تیرے سوال کا جواب دیا کہ وہ ایک بادشاہ تھا جس کو ذوالقرنین کہا جاتا تھا۔

بقول تمہارے جب آپ کو ہر چیز کا علم دیا گیا ہے تو کیا وہ علم آپ نے اپنی امت کے افراد کو پہنچایا ہے؟ کیوں کہ ارشاد الٰہی ہے:

یا یھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک (المائدہ ٦٧)

''اے رسول! جو علم بذریعہ وحی آپ کو دیا گیا ہے وہ آپ لوگوں تک پہنچا دیں۔

اگر آپ نے وہ پیغام آگے نہ دیا تو حق رسالت ادا نہ ہوگا۔

مفتی صاحب! میں پوچھتا ہوں وہ کونسی تفصیلات ہیں جو آپ نے لوگوں تک پہنچائی ہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے آپ نے حجۃ الوداع کے موقع پر پوچھا تھا کہ اللہ پاک تم سے میرے بارے میں سوال کریں گے کہ میں نے دین تمہیں پہنچا دیا ہے، تم کیا جواب دو گے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ نے نہ صرف یہ کہ وہ احکام ہمیں پہنچا دیے ہیں بلکہ پہنچانے کا حق ادا کر دیا ہے۔ (بخاری و مسلم)

وہ تفصیلات کہاں ہیں یاد رکھنا کہ وہ تفصیلات قرآن و حدیث ہی ہیں، جو آپ نے اپنی زندگی میں بیان فرما کر حق تبلیغ ادا کر دیا ہے، ان کے علاوہ وہ کونسی معلومات تھیں جو آپ کی دی گئیں تھیں جس کی بناء پر آپ ''ما کان و ما یکون '' کا عالم کہا گیا ہے؟

؎ بلاتی ہیں موجیں کہ طوفان میں اترو کہاں تک چلو گے کنارے کنارے

اگر آپ ''ما کان و ما یکون '' کے عالم تھے تو پھر ذرا ایمانداری سے سوچیں! ''لا اعلم الغیب '' کہلوانے کا کیا جواز رہ جاتا ہے کیونکہ اس ایت میں ہے کہ '' آپ کہہ دیں کہ میں غیب نہیں جانتا یعنی جو ''ما کان و ما یکون '' ہے میں اس کو بالکل نہیں جانتا، میں صرف وہی کچھ جانتا ہوں جو میری طرف بذریعہ وحی نازل کیا گیا ہے اور پھر میں اسی پر چلنے کی ساری امت کو دعوت دے رہا ہوں۔

جناب عائشہ رضی اللہ عنہا کا فتویٰ ہے کہ جو آدمی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ''انہ یعلم ما فی غد فقد کذب '' جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کل کی بات جانتے ہیں اس نے صاف جھوٹ بولا ہے، پھر اماں جی نے یہ ایت تلاوت فرمائی:

وما تدری نفس ما ذا تکسب غداً

''کہ کوئی انسان نہیں جانتا کہ اس نے کل کیا کمانا ہے اور کیا کرنا ہے۔''

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر، ص:٧٠٣، ج:٢)

جناب عالی! یہ اس امت کی فقیہہ، مجتہدہ اور منفتیہ کا بیان ہے، ان سے زیادہ کس کو آپ کا قرب حاصل تھا؟ پھر معلوم ہوا کہ ازواج مطہرات، صحابہ، صحابیات، تابعین، تابعات، ائمہ دین اور خصوصاً ائمہ حدیث کا بالکل یہ عقیدہ نہ تھا، یہ عقیدہ تو صرف چند لوگوں کا ہے کیونکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو مل کر پوچھ لیں، کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں ہے، یہ صرف علماء بد ایون کا عقیدہ ہے، اس سے توبہ کرنی چاہیے۔

حدیث نمبر٩: ربیع بنت معوذ کا بیان ہے کہ جب میری شادی ہوئی تو آپ میرے پاس تشریف لائے جس طرح خالد تو بیٹھا ہوا ہے اس طرح آپ بھی میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے، کچھ چھوٹی بچیاں دف بجا رہی تھیں اور بدر والے دن جو ان کے آباء مارے گئے تھے ان کا مرثیہ پڑھ رہی تھیں، ایک بچی نے کہہ دیا کہ:

وَفِینَا نَبِیٌّ یَعْلَمُ مَا فِی غَدٍ

"کہ ہمارے درمیاں ایک نبی آئے ہیں وہ کل کی بات جانتے ہیں۔"

جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا تَقُوْلِی هٰکَذَا وَقُوْلِی مَا کُنْتِ تَقُوْلِیْن

"ایسے مت کہہ جو کچھ پہلے کہہ رہی تھی اب بھی وہی کہو!۔"

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، ص۔۵۷۰، ج:۲)

حضرت صاحب! آنحضرت نے فوراً غلط عقیدہ سے روک دیا کہ کل کی بات کوئی نہیں جانتا اس لئے علماء سنت اور ائمہ حدیث نے اس پر نکتہ لگایا ہے، فیه کراهة نسبة علم الغیب لا حد من المخلوقین۔ (فتح الباری) کتب حدیث میں جب کراہت کا لفظ بولا جائے تو اس سے مراد حرمت ہوتا ہے یعنی یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ ﷺ عالم الغیب ہیں یا "عالم کان وما یکون" ہیں حرام و ناجائز ہے بلکہ دوسری ادلّہ کو سامنے رکھتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ یہ عقیدہ شرکیہ ہے، اس سے فی الفور توبہ کرنی ضروری ہے۔ یہ عقیدہ رکھتے ہوئے کوئی آدمی فوت ہو گیا تو اس کی بخشش ہرگز نہ ہوگی، اللہ پاک توبہ کی توفیق عنایت فرمائیں۔

حدیث نمبر۱۰: جناب ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دس آدمی بطور جاسوس بھیجے، جن کا کام تھا کہ وہ قریش کی نقل وحرکت نوٹ کریں، ان کے امیر عاصم بن ثابت تھے، یہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے نانا تھے، یہ قافلہ چلا، عسفان اور مکہ کے مابین بنولحیان (یہ قبیلہ ہزیل کی ایک شاخ ہے) کے تقریباً ایک سو تیر انداز جمع ہوئے، انہوں نے ان کا تعاقب کیا، راستے میں انہوں نے کھجور کی گٹھلیاں دیکھیں اور کہنے لگے یہ یثرب (مدینہ منورہ) کی کھجور ہے ان کا مزید یقین بن گیا کہ واقعی جاسوس آئے ہوئے ہیں، قریب ہوتے ہوئے کافروں نے چھ مسلمانوں کو شہید کر دیا، باقی حضرات سے کہنے لگے تم ہماری امان وحفاظت میں آجاؤ! تمہیں کچھ نہیں کیا جائے گا، جناب عاصم بن ثابت نے کہا کہ میں تو تمہاری امان میں بالکل نہیں آؤں گا کیونکہ جو کچھ تم نے میرے ساتھیوں سے کیا مجھ سے بھی تم یہی کچھ کرو گے، پھر جناب عاصم نے دعا کی۔

اللهم اخبر عنا رسولك! اے اللہ ہماری طرف سے اپنے رسول کو خبر کر دیں۔

انہوں نے جناب عاصم کو بھی قتل کر دیا۔

(صحیح بخاری، کتاب المغازی، ص۔۵۸۵) باب غزوہ الرسیع

جناب عالی! اگر جناب نبی کریم ﷺ عالم "ما کان وما یکون" تھے تو پھر اس دس صحابہ کو بھیجنے کی ضرورت ہی نہ تھی کیونکہ ان کے انجام کا پتہ تھا، آپ کے علم میں تھا کہ انہوں نے دس کے دس صحابہ کو قتل کر دینا ہے تو ان کو کیوں بھیجا! اور پھر جناب عاصم نے تو مسئلہ ہی حل کر دیا کہ: "اللهم اخبر عنا رسولك" "اے اللہ اپنے رسول کریم ﷺ کو خبر دیدیں کہ انہوں نے ہم سب کو قتل کر دیا ہے۔ معلوم ہوا صحابہ بھی آپ کو عالم "ما کان وما یکون" نہیں سمجھتے تھے، ورنہ وہ یہ الفاظ ہی نہ بولتے، ذرا غور فرمائیں ہدایت کی راہیں کھل جائیں گی۔

حدیث نمبر۱۱: جناب انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کچھ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ ہمارے پاس کچھ علماء وقراء بھیجیں وہ ہمیں قرآن کی تعلیم دیں آپ نے ستر قرآء روانہ فرمائے تو قبیلہ رعل وذکوان کے لوگوں

نے ان کو قتل کر دیا انہوں نے دعاء کی "اللھم بلغ عنا نبینا " (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشہید، ص:۱۳۸، ج:۲)

مولانا صاحب! یہاں تو جمع کا صیغہ ہے کہ ستر قراء نے کہا کہ اے اللہ! آپ ہمارے نبی کو ہمارے حالات کی خبر کر دیں، پھر آپ نے ان (رعل اور ذکوان) پر ایک مہینہ بد دعاء فرمائی۔ (صحیح بخاری، ص:۵۸۷، ج:۲)

اگر آپ غور کریں تو آپ کو یہ سمجھ آجائے گی کہ یہ عقیدہ بالکل قرآن وسنت کے خلاف ہے اس سے توبہ کرنی چاہیے، یاد رکھنا کہ حقائق کو تسلیم کرنا ایمان کی نشانی ہے، اگر آپ ان ظاہری نصوص کی تاویل کریں گے تو میں عرض کروں گا بدیہی چیزوں کی تاویل کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، یاد رکھنا اگر بدیہی باتوں کی تاویل کی جائے تو پھر گالی بھی گالی نہیں رہے گی، تاویل سے وہ گالی ختم ہو جائے گی، پھر بدیہی باتوں کی تاویل اور وہ بھی بلا دلیل خود بدیہی البطلان ہے۔

آخر میں، میں عرض کرونگا کہ میں نے خالصتاً کتاب وسنت آپ کے سامنے پیش کی ہے، قیل وقال سے میں نے بہت پرہیز کیا ہے، یہی دو چیزیں دین ہیں ان میں اگر کسی چیز کا اضافہ کیا جائے گا تو بحکم حدیث وہ مردود ہے،

یہ بات بھی ملحوظ رہے: کہ اگر آپ ﷺ عالم "ما کان وما یکون" ہیں تو پھر وحی آنے کو جواز باقی نہیں رہتا۔ فافھم وتدبر

مزید دلائل کی ضرورت پڑی تو بندہ پھر حاضر ہے، اللہ پاک ہدایت نصیب فرمائیں۔

آمین

دارالافتاء:
مرکز العلوم الاثریہ اہل حدیث
گلبرگ کالونی نوشہرہ روڈ گوجرانوالہ 0301 6411109

الراقم: العبد الحافظ محمد الیاس الاثری
بانی ومہتمم مرکز العلوم الاثریہ گوجرانوالہ

گوجرانوالہ
جامعہ مدینۃ العلم

دور جدید کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے دینی اور عصری علوم کا یہ عظیم ادارہ استاذ الاساتذہ بحر العلوم حضرت علامہ مولانا **محمد نواز** صاحب نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ (فاضل بریلی شریف انڈیا) اور سابقہ شیخ الجامعہ محمدیہ بھکھی شریف کی سرپرستی میں **1988** میں حسب الحکم مقبول بارگاہ رسالت، نائب شیر ربانی سرکار زبدۃ الاولیاء حضرت قبلہ پیر سید **محمد باقر علی شاہ** صاحب رحمۃ اللہ علیہ شروع کیا گیا، ابتداء میں یہ کام قبلہ مہتمم صاحب نے اپنے گھر کے ایک کمرے سے شروع کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں شائقین علوم دینیہ کی توجہات کا مرکز بن گیا۔ الحمد للہ گذشتہ **28** سالوں میں سینکڑوں سے زائد علماء و حفاظ اپنے سینوں میں قرآن کریم اور علوم دینیہ کی دولت محفوظ کر چکے ہیں جبکہ سینکڑوں طلباء درس نظامی کی تعلیم بھی حاصل کر رہے ہیں۔ **23** کوالیفائیڈ اساتذہ ان کی تعلیم و تربیت میں مصروف عمل ہیں۔

جامعہ ہذا طلبہ کی تمام تر ضروریات (تعلیم، خوراک اور رہائش) مخیر حضرات کے تعاون سے پوری کر رہا ہے۔ اس وقت جامعہ ہذا میں شعبہ تحفیظ القرآن، تجوید القرآن، شعبہ درس نظامی، دورہ حدیث، تخصص فی الفقہ، تخصص فی الفنون اور دار الافتاء، **عصری تعلیم** میٹرک، ایف اے، بی اے، علم الطب (طب اسلامی و طب یونانی) میں تقریباً **450** طلباء و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ **1992** میں بائی پاس عالم چوک کے قریب جامعہ کے لیے **12** کنال جگہ خریدی گئی تھی اب اس میں عظیم الشان پرشکوہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی ایجوکیشنل کمپلیکس تعمیر کیا جا رہا ہے جو کہ **106** کمروں اور ایک بڑے آڈیٹوریم پر مشتمل ہے۔ **الحمد للہ جدید سائنسی علوم اور کمپیوٹر کی کلاسز بھی شروع ہو چکی ہیں۔**

نیز طالبات کے لیے بھی **$2\frac{1}{2}$** کنال جگہ خریدی جا چکی ہے جہاں اب تعمیر کا سلسلہ بھی عنقریب شروع ہونے والا ہے۔

مخیر حضرات سے درخواست ہے کہ وہ جامع مسجد
اور اس عظیم تعلیمی ادارے کی تعمیر و ترقی کے عظیم صدقہ جاریہ میں دل کھول کر حصہ لیں

منجانب **انجمن احباء مدینہ**
جامعہ مدینۃ العلم ۔ بائی پاس روڈ عالم چوک گوجرانوالہ
0321-6129678-0321-7056786-0321-4174564